مال کمانے میں راہِ اعتدال
اور
حلال و حرام میں تمیز

جناب مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب
استاذ و معین مفتی جامعۃ الرشید کراچی



دارالاشاعت
اُردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان فون: 2631861

مال کمانے میں راہِ اعتدال

اور

حلال و حرام میں تمیز

مال کمانے میں راہِ اعتدال
اور
حلال و حرام میں تمیز

جناب مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب
استاذ و معین مفتی جامعۃ الرشید کراچی

دارالاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : جون ۲۰۰۹ء علمی گرافکس
ضخامت : 240 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو از راہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ملنے کے پتے

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
مکتبہ معارف القرآن جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھ روڈ لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

AZHAR ACADEMY LTD.
54-68 LITTLE ILFORD LANE
MANOR PARK, LONDON E12 5QA

ISLAMIC BOOK CENTRE
119-121, HALLIWELL ROAD
BOLTON, BL1-3NE

امریکہ میں ملنے کے پتے

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

فہرستِ مضامین

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ہرانسان اپنی زندگی گزارنے میں کھانا پینا لباس پوشاک اور دیگر بہت سی اشیاء کا محتاج ہے۔ جو مال ہی کے ذریعے پورے ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کے نظام قدرت نے انسان کی ابتدائی زندگی عہد طفولیت، بچپن بلوغ سے پہلے پہلے تک اس کی ضروریات پورے کرنے کی ذمہ داری باپ دادا، بڑے بھائی چچا وغیرہ رشتہ داروں پر ڈالی ہے کہ وہ اپنے چھوٹے کا نان نفقہ دیگر خرچہ برداشت کریں۔ بلوغ کی عمر کو پہنچنے کے بعد انسان خود اپنی ضروریات پورے کرنے کا ذمہ دار ہے، اسکو چاہئے کہ وہ اپنے لئے مال حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ اختیار کرے نیز وہ طریقہ شرعا جائز اور حلال ہو۔ اسکی وجہ سے دیگر فرائض اور واجبات میں کوتاہی نہ کرے۔

كما قال النبي صلى الله عليه وسلم : طلب كسب الحلال فريضة بعدالفريضة". رواه البيهقي في شعب الايمان(مشكوٰة)

یعنی حلال روزی کمانا بھی فرض ہے، دیگر فرائض (نماز، روزہ وغیرہ) کے بعد، یہی وجہ ہے کہ بالغ صحت مند آدمی کے لیے دوسروں سے بھیک مانگنا اور اسی پر گزارہ کرنا حرام ہے۔ نیز شریعت مطہرہ نے سود، رشوت، چوری، ڈاکہ، خیانت، دھوکہ دہی، ناپ تول میں کمی اور دیگر جرائم کے ذریعہ مال کمانے پر پابندی عائد کی، اوران ذرائع کو حرام قرار دیا۔

نیز حلال ذرائع سے حاصل ہونے والے مال میں بھی بہت سے حقوق عائد کیے۔ مثلاً مال کی ایک معتد بہ مقدار جمع ہوجائے جس کو شریعت کی اصطلاح میں "نصاب" کہا جاتا ہے، اس پر زکوۃ فرض ہوجاتی ہے۔ بشرطیکہ یہ مقدار سال بھر ملک میں

برقرار رہے، نیز اور مال بڑھ جائے تو ''حج بیت اللہ'' کو فرض قرار دیا۔ اسی طرح صدقۃ الفطر، قربانی اور دیگر صدقات واجبہ اور نافلہ، نیز عزیز واقارب میں سے جو فقراء ومساکین ہیں ان پر خرچ کرنا، اسی طرح جن جن مواقع پر مروۃ خرچ کرنا لازم ہے ان میں مال خرچ کرنا۔ کمافی قولہ تعالی'' ﴿وفی اموالھم حق للسائل والمحروم﴾'' (المعارج: ۲۵) اور جن کے مال میں حصہ مقرر ہے (یعنی) مانگنے والے کا بھی اور نہ مانگنے والے کا۔

خود اپنی اولاد، بیوی، والدین اور دیگر رشتہ داروں پر خرچ کرنے کو درجہ بدرجہ فرض اور لازم قرار دیا۔ نیز مال کو جمع کر کے رکھنے اور حقوق ادا نہ کرنے کی بھی قرآن وحدیث میں مذمت کی ہے۔

﴿ویل لکل ھمزۃ لمزۃ الذی جمع مالا وعددہ یحسب أن مالہ اخلدہ کلا لینبذن فی الحطمۃ﴾ (سورۃ الھمزۃ)

ہر طعن آمیز اشارہ باتیں کرنے والے چغلخوروں کی خرابی ہے، جو مال کو جمع کرتا ہے اور اس کو گن گن کر رکھتا ہے، اور خیال کرتا ہے اس کا مال اسکی ہمیشہ زندگی کا موجب ہوگا ہرگز نہیں وہ ضرور حطمہ میں ڈالا جائے گا۔

اسی طرح جو مال اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا اس کو بے جا خرچ کر کے اڑانے کی بھی مذمت کی۔ ناجائز کاموں میں خرچ کرنے یا بے موقع خرچ کر دے دونوں گناہ ہے۔

کمافی قولہ تعالی: ﴿کلوا واشربوا ولاتسرفوا انہ لایحب المسرفین﴾ (الاعراف: ۳۱)

''کھاؤ پیو اور بے جا نہ اڑاؤ کہ اللہ تعالیٰ بے جا اڑانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔''

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''الاقتصاد نصف المعیشۃ'' (مشکوۃ)

خرچ میں میانہ روی سے کام لینا گویا آمدنی کا آدھا حصہ حاصل کرنا ہے یعنی جب خرچہ کم ہوگا تو آمدنی کم ہونے کی وجہ سے زیادہ پریشانی نہیں ہوگی۔

غرضیکہ مال انسانی ضرورت بھی ہے، اور انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت بھی ساتھ ہی اس کے بہت سے حقوق ہیں۔ اور اسکو کمانے اور خرچ کرنے میں راہ اعتدال پر قائم رہنا بھی نہایت ضروری ہے۔ بے اعتدالی بڑا گناہ ہے۔ اسی سے دنیا وآخرت کی پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں۔

لیکن آج کے دور میں اس میں دونوں جانب بے اعتدالی ہے مال کمانے اور حاصل کرنے میں بھی شرعی اصول اور احکام کا لحاظ نہیں رکھا جاتا ہے۔ حلال وحرام کی تمیز نہیں ہوتی کہ نماز روزہ اسی طرح مال کمانے میں اس قدر حرص اور ہوس کہ اسکی وجہ سے دیگر فرائض کی ادائیگی میں غفلت اور سستی ہوجاتی ہے نیز مال حاصل کرنے کے لیے سودی کاروبار جوا، سٹہ، چوری ڈاکہ، اور لوٹ کسوٹ، اور دیگر ناجائز ذرائع استعمال کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح خرچ کرنے میں اس حد تک بے اعتدالی ہوتی ہے کہ، اسراف، فضول خرچی، ریا ونمود اور شہرت پسندی وغیرہ غرض یہ ہے کہ بے جا مال اڑانا یہ بھی مسلمانوں میں عام ہوگیا، یہ بے اعتدالی ایک مسلمان کے لیے انتہائی مہلک اور تباہ کن ہے۔

اس لیے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ اس سلسلہ میں قرآن وحدیث میں وارد شدہ واضح ارشادات کو منتخب کر کے امت کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ مال کمانے اور خرچ کرنے کے متعلق ایک راہ اعتدال امت کے سامنے ہو اور اس پر عمل کر کے ہر قسم کی بے راہ روی سے بچا جا سکے۔ کمانے اور خرچ کرنے میں بے اعتدالی کا اصل علاج تو یہ ہے کہ تعلق مع اللہ پیدا ہو۔ فکر آخرت سے دل معمور ہو، دین اور شریعت کے احکام کو سیکھ کر اس کو اپنے لئے مشعل راہ بنایا جائے۔ نیز روزانہ مراقبہ موت اور اپنے اعمال کا محاسبہ علم دین احکام شریعت کی تعلیم حاصل کی جائے۔ اسکے لیے کچھ وقت فارغ کیا جائے اور اعمال

صالحہ ذکر وتلاوتِ قرآن کی پابندی، نمازوں میں خشوع وخضوع پیدا کرنے کی مشق، دعاؤں میں الحاح وزاری ہو۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو دین پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہر معاملہ میں صراطِ مستقیم راہ اعتدال کو اختیار کرنے اور اس پر چلنے کی توفیق دے اور اسکی ہمت اور جذبہ عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ میرے اس عمل کو اپنے دربار میں قبول فرمائے اس کتاب کو میرے لیے اور میرے والدین اور اساتذہ کرام کے حق میں صدقۂ جاریہ بنا کر قبول فرمائے۔ اور میری نجات کا سبب بنائے۔ آمین

العبد احسان اللہ شائق عفا اللہ عنہ

خادم افتاء وتدریس جامعۃ الرشید

احسن آباد کراچی

۲۲ جمادی الثانیہ ۱۴۳۰ھ

حلال روزی کمانا

تمام ذی روح مخلوق کو روزی پہنچانے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ میں لی ہے، کمافی قولہ تعالیٰ

﴿ومامن دابة فی الأرض إلاعلی اللہ رزقها﴾(هود:٦)

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ کے تحت انسانوں کی روزی کو اسباب کے ساتھ معلق کیا اوران کو حکم دیا کہ جب تک اسباب اختیار کرنے کے قابل ہے کوئی ذریعہ معاش اختیار کرے البتہ نظر اللہ تعالیٰ کی ذات پر رکھے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ماأكل أحد طعاما قط خير من أن يأكل من عمل يديه وأن نبي الله داود عليه السلام كان يأكل من عمل يديه" (رواه البخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کبھی کسی نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی کھانا نہیں کھایا، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی محنت سے کمائی ہوئی روزی کھاتے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ:

حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی تھے، ایک دن ایسا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو آدمی کی صورت میں داؤد علیہ السلام کے پاس بھیجا، توانہوں نے اس فرشتے سے سوال کیا کہ داؤد علیہ السلام کیسے آدمی ہیں؟ تو اس نے کہا داؤد علیہ السلام ہیں تو اچھے آدمی، مگر اتنی بات ضرور ہے کہ وہ بیت المال سے روزی کھاتے ہیں، بس اتنی بات سننے سے حضرت داؤد علیہ السلام کے دل ودماغ میں ایک بجلی سی کوندگئی، فوراً اپنے پروردگار سے دعا کی کہ رب العالمین مجھے بیت المال سے مستغنی کردے، اور مجھے کوئی ایسا

ہنر عطا فرمادے کہ جس سے میں اپنی روزی کماسکوں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی، اورانہیں زرہ (لوہے کا جنگی لباس) بنانے کا ہنر عطا فرمایا۔ منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کوایسی خاصیت عنایت کی تھی کہ لوہاان کے ہاتھوں میں پہنچتے ہی موم کی طرح نرم ہوجاتا تھا جس سے وہ زرہ بناتے تھے جوایک چار چار ہزار میں فروخت ہوتی تھی بلکہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام ہرروز ایک زرہ بناتے اوراس کو چھ ہزار درہم میں فروخت کرتے، پھراس چھ ہزار کواس طرح خرچ کرتے کہ دو ہزار تو اپنی ذات اوراپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے اور چار ہزار درہم بنی اسرائیل کے فقراء ومساکین میں بطور صدقہ تقسیم کرتے تھے، بہرحال اس ارشاد گرامی کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزی کے لیے اسباب اختیار کرنے کوسنت انبیاء قرار دیا ہے، اور صنعت وحرفت اختیار کرنے کی بھی لوگوں کو ترغیب دلائی ہے، کیونکہ اس میں بڑے بڑے فائدے ہیں، مثلا جواپنی حرفت اور صنعت سے کماتا ہے جہاں خوداس کو فائدہ حاصل ہوتا ہے، دوسروں کوبھی اس کی صنعت وحرفت سے فائدہ پہنچتا ہے پھرایسا شخص اپنے کام میں مشغول رہنے کی وجہ سے بری باتوں اور لہو ولعب سے محفوظ رہتا ہے نیز اپنے کام اپنے ہاتھ سے کرنے کی وجہ سے کسرنفسی بھی پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے وہ اپنے نفس کی سرکشی سے بھی بچتا ہے اور پھر سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ایسا شخص کسی کامحتاج نہیں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے آگے دست سوال دراز نہیں کرتا، کسی کے آگے جھکتا نہیں اوراسے ایک ابرومندانہ زندگی حاصل رہتی ہے۔ (مظاہر حق جدید)

ایک انصاری صحابی کا واقعہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن ایک انصاری شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اوراپنے لئے کسی چیز کا سوال کیا۔ آپ علیہ السلام

نے اس سے پوچھا کیا تمہارے گھر میں کچھ بھی نہیں ہے؟ اس نے عرض کیا کہ صرف ایک موٹی سی کملی ہے۔ جس کا کچھ حصہ اوڑھتا ہوں اور کچھ حصہ بچھالیتا ہوں اس کے علاوہ ایک پیالہ بھی جس سے پانی پیتا ہوں، آپ علیہ السلام نے فرمایا وہ دونوں چیزیں لے آؤ۔ چنانچہ دونوں چیزیں لیکر دربار میں حاضر ہوا آپ علیہ السلام نے دونوں چیزیں ہاتھ میں لیکر اعلان فرمایا کہ ان دونوں چیزوں کو کون خریدتا ہے؟ ایک شخص نے کھڑے ہوکر کہا میں ایک درہم میں خریدنے کے لیے تیار ہوں، آپ علیہ السلام نے دوبارہ سہ بارہ اعلان فرمایا کہ دونوں کو ایک درہم سے زیادہ میں خریدنے کے لیے کون تیار ہے؟ چنانچہ دوسرے شخص نے کہا کہ میں دو درہم میں خریدنے کے لیے تیار ہوں، چنانچہ آپ علیہ السلام نے دونوں چیزیں اس کو دو درہم میں دیدیں اور دونوں دراہم انصاری کو دیکر فرمایا کہ ان سے ایک درہم کے کھانے پینے کا سامان لیکر گھر والوں کو دیدو، اور دوسرے درہم کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ، چنانچہ وہ شخص کلہاڑی خرید کر دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے ایک مضبوط لکڑی اس میں لگادی، پھر اس سے فرمایا کہ (جنگل سے) لکڑیاں کاٹ کر جمع کرو۔ اور انہیں (بازار میں) فروخت کرو۔ اب اس کے بعد پندرہ دن تک تمہیں یہاں نہ دیکھوں۔ (یعنی پندرہ دن تک مستقل کام میں مشغول رہو۔ یہاں نہ آؤ) چنانچہ وہ شخص چلا گیا اور لکڑیاں جمع کرکے فروخت کرنے لگا (کچھ دنوں کے بعد) جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو ان کے پاس دس دراہم موجود تھے۔ اس نے ان دراہم میں سے کچھ کا کپڑا خریدا، اور کچھ کا غلہ خریدلیا، آپ علیہ السلام نے اس کی اس تبدیلی حالت (یعنی اس کی ملک میں دراہم کے ہونے) کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ صورت حال تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ تم کل قیامت کے دن اس حالت میں آؤ کہ لوگوں سے بھیک مانگنے کی وجہ سے تمہارے چہرے پر برے نشان ہوں۔ (ابوداود، ابن ماجہ)

محنت مزدوری کرنا ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان یاخذ احدکم حبله فیاتی بحزمة حطب علی ظهره، فیبیعها فیکف اللّٰہ بها وجهه خیر له من أن یسأل الناس اعطوه او منعوه (رواه البخاری)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی رسی میں باندھ کر لکڑیوں کا گٹھا پیٹھ پر لائے، اور اسے فروخت کرے اور اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اسکی عزت وآبرو برقرار رکھے (جو بھیک مانگنے سے جاتی تھی) یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے اور لوگ اسے دیں یا نہ دیں۔'' (بخاری)

لگی ہوئی روزی بلاوجہ ترک نہ کرے

عن نافع قال کنت اجهز الی الشام والی مصر فجهزت الی العراق فاتیت ام المؤمنین عائشة فقلت لها یاام المؤمنین کنت اجهز الی الشام فجهزت الی العراق فقالت لاتفعل مالک ولمتجرک فانی سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول اذا سبب اللّٰہ لاحدکم رزقا من وجه فلا یدعه حتی یتغیر له او یتنکر له. (رواه احمد وابن ماجه)

حضرت نافع کہتے ہیں کہ میں ملک شام اور مصر کی طرف سامان تجارت لیجایا کرتا تھا۔ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ میں پہلے ملک شام اور مصر سامان تجارت لے جایا کرتا تھا، اب کے دفعہ عراق جانے کا ارادہ کیا ہے تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو، اپنی تجارت کو تبدیل مت کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب اللہ تم

میں سے کسی کے لیے روزی کا کوئی سبب پیدا کر دے اس کو اس وقت تک نہ چھوڑے جب تک اس میں کوئی تغیر پیدا نہ ہو جائے یا نقصان نہ ہونے لگے۔(مسند احمد، ابن ماجہ)

اس ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے لئے رزق کا جو بھی جائز ذریعہ ہو، مثلاً وہ سامان تجارت کہیں باہر بھیجتا ہو جس کے نفع سے اسے رزق حاصل ہوتا ہو، اس ذریعہ کو بلا کسی سبب کے نہیں چھوڑنا چاہئے، ہاں اس میں کوئی نقصان ہونے لگے یا کسی مجبوری کی وجہ سے اس کام کو جاری رکھنا مشکل ہو جائے تو ایسی صورت میں چھوڑ دینے میں کوئی حرج نہیں۔

مال بقدرِ ضرورت حاصل کریں

عن مقدام بن معديكرب. قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول لياتين على الناس زمان لاينفع فيه الاالدينار والدرهم. (رواه احمد)

مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ایک زمانہ آئے گا جس میں درہم و دینار کے علاوہ کوئی چیز فائدہ نہ دے گی۔(احمد)

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے زمانہ میں لوگوں کے مال وزر کی طرف شدید میلان کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی. کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ جس میں لوگوں کی تمام توجہ اور کوششوں کا مرکز صرف مال اور زر بن جائے گا۔ چونکہ لوگ اپنی ضرورت کا دائرہ وسیع کریں گے اور اسباب معیشت کی قلت اور گرانی ہمیشہ کی پریشانیوں اور نقصانات میں مبتلا کر دے گی، اس لئے نہ علم و ہنر کی طرف توجہ ہوگی نہ اہل علم وکمال کی قدر و منزلت ہوگی، بلکہ صرف مال وزر کی طرف توجہ ہوگی، اور مالداروں کی قدر و منزلت ہوگی۔

منقول ہے کہ صحابۂ کرامؓ آپس میں فرمایا کرتے تھے کہ تجارت ومحنت کے ذریعہ اتنا مال ضرور کمالیا کرو جس سے ابرومندانہ زندگی کا تحفظ ہو سکے، اور یاد رکھو کہ ایک ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے کہ جب تم میں سے کوئی محتاج اور تنگدست ہوگا تو سب سے پہلے اپنے دین اور ایمان ہی کو کھا جائے گا۔ (ملخص از مظاہر حق)

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا مقولہ

۷...... حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مال پہلے زمانہ میں (یعنی صحابۂ کرامؓ کے وقت میں) ناپسند کیا جاتا تھا کیونکہ قلب میں ایمان کی قوت ہوتی تھی اس لئے مال سے قوت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں تھی، مال کی خرابیوں پر نظر کر کے اس سے دور رہنا پسند کرتے تھے لیکن اس زمانہ میں وہ مال مؤمن کے لیے ڈھال ہے (یعنی مؤمن کو بے دین ہونے سے بچاتا ہے کیونکہ قلب میں وہ قوت نہیں، لہٰذا مال نہ ہونے سے پریشان ہوجاتا ہے اور پریشانی میں اپنے دین کو برباد کرلیتا ہے) اگر ہمارے پاس یہ دینار و درہم نہ ہوتے تو مالدار لوگ ہمیں اپنا رومال بنالیتے یعنی ہمیں ذلیل وخوار سمجھتے اور ذلت سے بعض دفعہ دین کا بھی نقصان ہوجاتا ہے، اب مال کے سبب ہماری عزت کرتے ہیں اور عزت کے سبب ہمارا دین محفوظ رہتا ہے اور فرمایا کہ جس شخص کے ہاتھ میں کچھ روپیہ پیسہ ہو اس کو بڑھاتا رہے (یعنی تجارت وغیرہ کے ذریعہ اس کو بڑھائے کم از کم یہ ہے کہ اس کو برباد نہ کرے) کیونکہ یہ ایسا زمانہ ہے کہ اگر کوئی فقر وافلاس میں مبتلا ہوتا ہے تو سب سے پہلے اپنے دین ہی پر ہاتھ صاف کرتا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ حلال مال فضول خرچی کو برداشت نہیں کرسکتا (یعنی اکثر وہ اتنا ہوتا ہی نہیں کہ اس کو بے موقع اڑایا جائے اور پھر بھی وہ ختم نہ ہو، اس لئے حلال مال کو سنبھال کر خرچ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ جلدی ختم ہونے سے پریشانی نہ ہو)۔ (شرح السنۃ)

اپنے ہاتھ کی کمائی کھانے کی فضیلت

...... حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے زیادہ بہتر غذا ہرگز کوئی نہیں کھاتا اور اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی دستکاری سے کھاتے تھے۔ (بخاری)

فائدہ...... حضرت داؤد علیہ السلام کی دستکاری یہ تھی کہ وہ زرہ بناتے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ اور واقعہ پہلے تفصیل سے گزر چکا ہے۔ اس روایت سے حلال دستکاری کی فضیلت معلوم ہوئی، البتہ حرام دستکاری گناہ کی چیز ہے، جیسا کہ کسی جاندار کا فوٹو کھینچنا یا ہاتھ سے تصویر بنانا یا گودنا یا موسیقی کے آلات باجے وغیرہ بنانا بہت سخت گناہ ہے اور ان کی آمدن بھی حرام ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا بکریاں چرانا

۱۰ ...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنے انبیاء علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے ہیں سب نے بکریاں چرائی ہیں، صحابہ نے پوچھا اور آپ نے بھی چرائی ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں میں اہل مکہ کی بکریاں چند قیراطوں پر چرایا کرتا تھا۔ (بخاری)

فائدہ...... قیراط دینار کا چوبیسواں حصہ ہوتا ہے، دینار سونے کے سکے کو کہا جاتا ہے جس کا پہلے زمانہ میں رواج تھا، کاغذی نوٹوں کے رواج سے پہلے اسی سے لین دین ہوتا تھا۔ اس روایت سے ایسی مزدوری کی فضیلت ثابت ہوئی جس میں کئی شخصوں کا کام کیا جائے بشرطیکہ دین کی ذلت نہ ہو جیسے کوئی مسلمان کسی کافر کی خدمت کرے۔

کاروبار میں دیانتداری کی فضیلت

کاروبار میں سب سے بہتر کاروبار کپڑے کی تجارت ہے اس کے بعد عطاری ہے، بہرحال کاروبار جو بھی اختیار کیا جائے ایک تو وہ حلال کاروبار ہونا چاہئے، یعنی شراب یا اس جیسے کسی حرام مال کی تجارت نہ کرے بلکہ ایسا مال ہونا چاہئے جسکی تجارت سے نفع کمانے کی شریعت مطہرہ نے اجازت دی ہو۔ دوسری بات اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ کاروبار میں سچائی اور امانتداری کا خوب خیال رکھا جائے اس میں دھوکہ فریب، ملاوٹ، جھوٹ وغیرہ شامل نہ کرے ایسی صاف ستھری تجارت کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے۔

کما قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم : التاجر الصدوق الامین مع النبیین و الصدیقین و الشھداء (رواہ الترمذی و الدار قطنی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچائی اور دیانتداری کے ساتھ کاروبار کرنے والا قیامت کے دن، انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ اس ارشادگرامی کا مطلب یہی ہے کہ جس کاروباری شخص نے اپنے کاروبار میں سچائی اور امانتداری کی پابندی کی تو گویا کہ اس نے اپنے آپ کو تمام کامل صفات سے متصف کرلیا ہے۔ اب اسکو قیامت کے روز اللہ کی رحمت میں جگہ ملے گی اور انبیاء، صدیقین، شہداء جب سایۂ رحمت میں ہوں گے یہ بھی ان کے ساتھ ہوگا، نیز جنت میں اس کو ان اللہ والوں کی رفاقت نصیب ہوگی تو انبیاء کی رفاقت تو اطاعت اور فرمانبرداری کی وجہ سے ہوگی، اور صدیقین کی رفاقت خاص وصف صداقت کی وجہ سے۔ اور شہداء کی رفاقت اس لئے کہ شہداء اس شخص کے وصف صدق اور امانت کی شہادت دیں گے۔

تاجروں کے لیے وعید کا ذکر

تاجر کے لیے مذکورہ فضیلت اس صورت میں ہے کہ وہ دھوکہ فریب سے

دورر ہے، جھوٹ اور دیگر گناہ سے بچتا رہے اور تقوٰی اختیار کرے اس کے برخلاف اگر دروغ گوئی، خیانت اوردھوکہ سے کام لیا اور اپنی تجارت چلاتا رہاتو دنیوی لحاظ سے تجارت کے لیے نقصان دہ ہونے کے علاوہ اخروی لحاظ سے انتہائی تباہ کن ہے۔

کماقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم :التجار یحشرون یوم القیامة فجارا الامن اتقی وبر وصدق (رواہ الترمذی، وقال حدیث حسن)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ قیامت کے دن تاجرلوگوں کا حشر فاجروں (یعنی گناہ گارلوگوں) کے ساتھ ہوگا۔ ہاں وہ تاجراس سے مستثنٰی ہونگے جنہوں نے پرہیزگاری اختیار کی (یعنی خیانت اورفریب دہی میں مبتلانہ ہوئے) اورنیکی اورسچائی پرقائم رہے۔(ترمذی)

خریدوفروخت میں قسم کھانے کی ممانعت

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :إیاکم وکثرة الحلف فی البیع فإنه ینفق ثم یمحق. (رواہ مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی تجارت میں زیادہ قسمیں کھانے سے پرہیز کرو کیونکہ تجارت ومعاملات میں زیادہ قسمیں کھانا (پہلے تو) کاروبارکو رواج دیتاہے مگر پھر برکت کوکھودیتاہے۔(مسلم)

اس ارشادگرامی کا حاصل یہ ہے کہ تاجرلوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ قسمیں کھاکر مال فروخت کرنااس میں ایک خرابی تو یہ ہے کہ قسم کی کثرت میں جھوٹ بھی شامل ہوگا، اور جھوٹ کبیرہ گناہ ہے، آخرت کے اعتبار سے بڑاوبال ہے۔ اوراس سے وقتی طور پر مال فروخت ہوجائے گا لیکن رفتہ رفتہ اس تاجر سے لوگوں کا اعتماد اٹھ جائے گا، اس طرح اسکے کاروبارکونقصان پہنچ جاتاہے، نیز اس کاروبار کے نفع میں بھی برکت نہیں رہتی کہیں

مال تلف ہوجاتا ہے، چوری، ڈکیتی، جل جانا، یا بے فائدہ مال کا خرچ ہوجانا وغیرہ، اس لیے تاجروں کو چاہئے کہ تجارت میں قسم اٹھانے سے پرہیز کریں۔ خصوصًا جھوٹی قسم سے اجتناب کریں۔

معاملات صاف رکھیں امانت اور دیانتداری کی پابندی کریں تو انشاء اللہ لوگوں کا اعتماد بڑھے گا، تجارت میں برکت ہوگی۔

جھوٹی قسم سے کاروبار بڑھانے پر وعید

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بنا بنا کر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں تا کہ زیادہ نفع کمائیں، مثلاً کوئی چیز سو روپے کی خرید کر گاہک کے سامنے قسم اٹھاتا ہے کہ ایک سو دس روپے کی خریدی ہے اور ایک سو بیس کی فروخت کر رہا ہوں، (نعوذ باللہ من ذلک) وقتی طور پر تو مال بک گیا لیکن اس تاجر نے اللہ تعالیٰ کے نام کی توہین کی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ ناراض ہوکر قیامت کے دن ایسے شخص کی طرف نہ دیکھیں گے نہ اس سے بات کریں گے۔

کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :"ثلاثة لایکلمهم الله یوم القیامة ولاینظر إلیهم ولایزکیهم ولهم عذاب ألیم قال أبو ذر خابوا وخسروا من هم یارسول الله قال المسبل، والمنان، والمنفق سلعته بالحلف الکاذب. (رواه مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو ان سے (مہربانی اور عنایت کا) کلام فرمائے گا نہ (رحمت اور شفقت کی نظر سے) ان کی طرف دیکھے گا، اور نہ ان کو (گناہوں سے) پاک کرے گا اور ان تینوں کے لیے دردناک عذاب ہے، ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اس خیر اور بھلائی سے محروم خسارے اٹھانے والے یہ کون لوگ ہیں؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ایک تو ٹخنے کے نیچے

کپڑے (پائنچے) لٹکانے والا، دوسرا کسی کو کوئی چیز دے کر احسان جتلانے والا اور تیسرا جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی تجارت بڑھانے والا۔ (مسلم)

بیکار بیٹھنے کی ممانعت

عن ابن مسعود رضی اللہ عنه انه قال إنی لاکره الرجل فارغا لافی عمل الدنیا ولافی الأخرة. (احمدو البیهقی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایسے شخص سے نفرت کرتا ہوں جو محض بے کار ہو، نہ کسی دنیا کے کام میں لگا ہو اور نہ آخرت کے کام میں مشغول ہو۔ (احمد والبیہقی)

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کے ذمہ کوئی دینی کام (تدریس، وعظ ونصیحت وغیرہ) نہ ہو اس کو چاہئے کہ کوئی جائز ذریعہ معاش اختیار کرے، عمر کو بے کار ضائع نہ کرے، باقی جو حضرات دینی کام میں مشغول ہیں ان کے معاش کا اللہ تعالیٰ خود ذمہ دار ہے وہ معاش کی فکر نہ کریں۔

حلال پیشہ اختیار کرنے والا اللہ کا محبوب ہے

عن ابن عمر رضی اللہ عنهما عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: إن اللہ یحب المؤمن المحترف. (طبرانی والبیهقی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال پیشہ اختیار کرنے والے مؤمن سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں۔

کھیتی باڑی کرنے کی فضیلت

عن أنس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ما من مسلم یغرس غرسا او یزرع فیأکل انسان أو طیرا وبھیمۃ إلا کانت لہ صدقۃ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان بھی کوئی درخت لگائے یا کچھ کھیتی کرے، پھر اس میں سے کوئی پرندہ یا کوئی جانور کھائے تو ضرور اس شخص کو صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح:

اس روایت سے کھیتی باڑی کرنے، باغ لگانے یا ویسے کوئی درخت لگانے کی فضیلت ثابت ہوئی کہ یہ بھی آمدنی کا ذریعہ ہے ساتھ ہی اس سے اجر وثواب بھی حاصل ہوتا ہے۔

بھیک مانگنے کی مذمت

مذکورہ بالا روایات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ہر شخص کو کوئی نہ کوئی ذریعہ معاش ضرور اختیار کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض کو ادا کرنے کے بعد بقیہ اوقات میں کوئی حلال ذریعہ معاش اختیار کرے، بیکار نہ بیٹھے دوسروں کے لیے بوجھ نہ بنے، نیز کوئی حلال ذریعہ معاش اختیار کرنے کے بجائے دوسروں سے بھیک مانگنا یہ بھی اللہ تعالیٰ کو بہت ہی ناپسند ہے الّا یہ کہ کوئی شخص انتہائی مجبور ہو جائے۔

اب ہم ذیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات نقل کرتے ہیں جن میں دوسروں سے سوال کرنے (بھیک مانگنے) کے متعلق وضاحت موجود ہے۔

مالدار بننے کے لیے بھیک مانگنے کی مذمت

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من سأل الناس أموالهم تكثرا فإنما يسأل جمرا فليستقل أو يستكثر. (رواه مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص محض اس لئے بھیک مانگتا ہے کہ اس کے مال میں اضافہ ہوتو وہ گویا آگ کا انگارا مانگتا ہے۔اب وہ چاہے کم مانگے یا زیادہ مانگے۔(مسلم)

یعنی اگر کسی کے پاس اتنا مال ہے کہ اس سے ضرورت پوری ہورہی ہے اگر چہ وہ مالدار نہیں، اب ہوس اور حرص کی بناء پر لوگوں کے سامنے اپنی غربت ظاہر کرتا ہے تاکہ لوگ صدقات زکوٰۃ اس کے حوالے کریں تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں اس لیے اس پر وعید وارد ہوئی ہے۔کہ دست سوال بڑھا کر مال نہیں جمع کررہا ہے بلکہ جہنم کے انگارے جمع کررہا ہے، یعنی بلاضرورت دست سوال پھیلانے والوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا، دنیا میں بھی یہ ایک ذلت کا کام ہے اور اپنے آپ کو ذلیل کرنا بھی شرعاً مذموم ہے۔

بھیک مانگنے والوں کا برا حشر

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :"مازال الرجل يسأل الناس حتى يأتي يوم القيامة ليس في وجهه مزعة لحم(متفق عليه)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ہمیشہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے (بھیک مانگتا ہے) وہ قیامت کے دن اس حال میں ہوگا کہ اسکے رخسار پر گوشت کی بوٹی تک نہ ہوگی۔(بخاری ومسلم)

اس حدیث کا ایک مطلب تو یہ ہوسکتا ہے کہ بلاضرورت بھیک مانگنے والے

قیامت کے روز ذلیل کر کے لائے جائیں گے، دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ ان کے اس غلط فعل کی وجہ سے حقیقتاً ان کے منہ پر گوشت نہ ہوگا، جس سے وہ لوگ مخلوق خدا کے سامنے ذلیل ہونگے، ان کے متعلق اعلان ہوگا کہ یہ بھیک مانگنے والے ہیں جن کو سزا دی گئی کہ ان کے چہرہ سے گوشت اتر گیا۔

بھیک مانگنے والے کے چہرے پر زخم

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المسائل كدوح يكدح بهاالرجل وجهه فمن شاء ابقىٰ على وجهه ومن شاء تركه الاأن يسأل الرجل ذاسلطان اوفى امر لاتجد منه بدا(رواه ابوداؤد والترمذى والنسائى)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوال کرنا ایک زخم ہے کہ جس کے ذریعہ انسان اپنی عزت وآبرو کو خاک میں ملاتا ہے (کہ یہ اپنے منہ کو زخمی کرنے کے مترادف ہے) لہٰذا جو شخص اپنی عزت وآبرو باقی رکھنا چاہے (کہ وہ سوال سے شرم کرے اور کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بچ کر اپنی عزت باقی رکھے) اور جو عزت باقی رکھنا نہیں چاہتا ہے وہ دست سوال پھیلا کر ذلیل ہوجائے۔ ہاں کوئی حاکم وقت سے سوال کرے (جس پر کسی قدر حق ہے کہ وہ بیت المال کا ذمہ دار ہے) یا واقعی کوئی ضرورت اور مجبوری داعی ہو (ابوداؤد، ترمذی)

اس روایت میں بلاضرورت بھیک مانگنے پر سخت وعید بیان فرمائی اس سے اوپر کی روایت میں بھی، البتہ ضرورت کے وقت بھیک مانگنے کی اجازت ہے، ضرورت کس کو کہا جاتا ہے دوسری روایت میں اس کی وضاحت کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس اتنا مال ہو جو اسکو مستغنی کردے مگر اس کے باوجود لوگوں سے سوال کرتا ہے تو وہ گویا زیادہ آگ مانگتا ہے یعنی جو شخص بغیر ضرورت وحاجت کے لوگوں سے

مانگ مانگ کر مال وزر جمع کرتا ہے تو وہ گویا دوزخ کی آگ جمع کرتا ہے۔

کتنے مال ہونے پر سوال حرام ہو جاتا ہے؟

نفیلی جو اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی ہیں ایک اور جگہ دوسری روایت میں نقل کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ مستغنی ہونے کی کیا حد ہے کہ اتنے مال کی موجودگی میں دوسرے سے مانگنا ممنوع ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ صبح وشام کے بقدر۔ نفیلی نے ایک اور جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب اس طرح نقل کیا کہ اس کے پاس ایک دن رات کا کھانا ہو (ابوداؤد)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جس کے پاس اتنی مقدار میں غذائی ضروریات موجود ہوں کہ وہ ایک دن رات میں اپنا پیٹ بھر سکے تو وہ غنی کہلائے گا۔ یعنی اس کے لیے جائز نہیں کہ اب کسی سے سوال کرے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں پچاس درہم مال قرار دیا ہے۔ جس کے ملک میں ہوتے ہوئے سوال کرنا جائز نہیں۔ عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ کی روایت میں ایک اوقیہ چالیس درہم کا مالک ہونے کو غنی قرار دیا ہے۔ اتنا مال ملک میں ہوتے ہوئے کسی سے سوال کرنا جائز نہیں۔ بہر حال روایات کے اختلافات کی بناء پر ائمہ مذاہب کے اقوال میں بھی تھوڑا سا اختلاف ہے۔ تاہم امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ابن حنظلہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بنیاد بنا کر یہ قول اختیار کیا ہے کہ جس کی ملک میں ایک دن کی غذائی ضروریات موجود ہوں وہ مستغنی ہے اس کے لیے کسی سے سوال کرنا حرام ہوگا گویا کہ امام صاحب کے نزدیک یہ حدیث دوسری حدیث کے لیے ناسخ ہے۔ (ملخص از مظاہر حق)

خلاصہ یہ ہے کہ روزی پہنچانے کی ذمہ داری تو اللہ تعالیٰ نے خود اٹھائی ہے لیکن حلال ذرائع سے روزی تلاش کرنا بندوں کے ذمہ لگایا کہ بندہ اپنی طاقت، حالات

اورحیثیت کے مطابق تجارت، زراعت ،حرفت صنعت وغیرہ کوذریعہ معاش بنائے پھراللہ تعالیٰ حکمت اور مصلحت کے تحت ہرایک کوروزی عطافرمائیں گے۔اب کسی بندہ کے لیے حلال نہیں کہ خود ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہے۔اور یہ خیال کرے کہ دوسرا کما کر مجھے کھلائے گا یا یہ کہ دوسروں سے مانگ کر گزارہ کرلوں گا۔یہ دونوں باتیں شرعا مذموم اورناپسندیدہ ہیں۔اوران پر وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔نیز لوٹ مار، رشوت،سود، چوری ڈکیتی وغیرہ یا کسی پر ظلم وستم کر کے اس کے مال پر قبضہ کر کے کھانا یہ بھی غیرانسانی حرکت ہونے کے علاوہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ناپسند ہے۔جہنم میں لے جانے والا ہے۔

اس لیے ہرانسان کو چاہیے کہ شریعت مطہرہ کی پابندی کرتے ہوئے کوئی مناسب ذریعہ معاش اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ سے دعاء خیر جاری رکھے۔

حلال روزی کھانے کا حکم

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله طيب لايقبل الاطيبا وإن الله أمر المؤمنين بما أمر به المرسلين فقال ﴿يـٰأيها الرسل كلوامن الطيبات واعملوا صالحا﴾وقال: ﴿ياايها الذين امنوا كلوامن طيبات مارزقناكم .﴾ ثم ذكر الرجل يطيل السفر اشعث اغبر يمديديه إلى السماء يارب، يارب، ومطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام، وغذى بالحرام فأني يستجاب لذلك. (رواه مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ (تمام کمی اور عیوب سے) پاک ہے اسکی بارگاہ میں صرف

وہی (صدقات اور اعمال) مقبول ہوتے ہیں جو پاک ہوں، یادرکھو اللہ تعالیٰ نے جس چیز (یعنی حلال مال کھانے اور اچھے اعمال) کا حکم اپنے رسولوں کو دیا ہے، اسی چیز کا حکم تمام مؤمنوں کو بھی دیا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے ﴿یَآ یھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا﴾ اے رسولو! حلال روزی کھاؤ اور اچھے اعمال کرو، اور ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿یا یھا الذین اٰمنوا کلوا من طیبات مارزقناکم .﴾ یعنی اے مؤمنو! تم صرف وہی پاک اور حلال رزق کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کیا، پھر آپ علیہ السلام نے بطور مثال ایک شخص کا حال ذکر کیا ہے کہ وہ طویل سفر اختیار کرتا ہے پراگندہ بال اور غبار آلود ہے۔ وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے، وہ کہتا ہے اے میرے رب اے میرے رب! (یعنی اپنے مقاصد کے لیے دعا مانگتا ہے) حالانکہ اس کا کھانا حرام، لباس حرام مال کا ہے۔ اور اسکی پرورش حرام غذاؤں سے ہوئی۔ پھر کیوں کر اس کی دعا قبول کی جائے گی۔ (رواہ مسلم)

اس حدیث سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ خود تمام عیوب سے پاک ہے۔ بندے سے بھی یہی مطالبہ ہے کہ حلال کمائے۔ حلال کھائے حلال لباس اختیار کرے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو اسی بات کا پابند بنایا اور امت کو بھی اس کا حکم دیا نیز یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ صدقہ خیرات بھی اگر کوئی شخص کرنا چاہے تو پاکیزہ مال سے کرے۔ اللہ تعالیٰ حرام مال سے کیا ہوا صدقہ قبول نہیں فرماتا ہے۔

حرام خور کی دعا قبول نہیں ہوتی

نیز فرمایا کہ حرام خور جب اپنے مقاصد کے لیے دعا کرتا ہے تو اسکی حرام خوری قبولیت دعا میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ چاہے وہ جتنی بھی عاجزی کے ساتھ دعا مانگے اور

اس کے لیے مشقت برداشت کرے، حتی کہ بہت سے لوگ حرام پیسوں سے حج کے لیے بیت اللہ شریف پہنچ جاتے ہیں، وہاں غلاف کعبہ پکڑ کر طویل دعائیں مانگتے ہیں لیکن وہ اپنی حرام خوری سے توبہ نہیں کرتے، اپنے آپکو مجرم نہیں سمجھتے، نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ حج سے واپسی پر بھی ان کی زندگی میں کوئی تبدیلی نظر نہیں آتی حج سے پہلے عام آدمی رشوت لیتا، اور سود کھاتا تھا اب یہ کام حاجی صاحب کر رہے ہیں۔

اس لیے آیات قرآنی میں یہی ارشاد فرمایا کہ حلال کھاؤ اور اعمال صالحہ انجام دو، یعنی حلال کھانے کا ایک اثر یہ ہوگا کہ خود بخود جسم سے اعمال صالحہ صادر ہونگے۔ طبیعت خود اس کے لیے آمادہ ہوگی۔ دل میں اس کا داعیہ پیدا ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :يأتي على الناس زمان لايبالي المرء مااخذمنه امن الحلال ام من الحرام۔(رواه البخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ آدمی کو جو مال ملے گا اس کے بارے میں وہ اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ یہ حلال ہے یا حرام۔(بخاری)

تشریح:

حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشین گوئی فرمائی ہے کہ قیامت کے قریبی زمانہ میں جہاں عام گمراہی کی وجہ سے افکار اور اعمال کی اور بہت سی خرابیاں پیدا ہونگی وہاں ایک بڑی خرابی یہ پیدا ہوگی کہ لوگوں سے حلال وحرام کی تمیز اٹھ جائے گی، بس جو مال جہاں سے ملے یہ دیکھے بغیر کہ حلال ہے یا حرام ہضم کر جائے گا۔ یہ پیشین گوئی آج کے زمانہ پر پوری منطبق ہے۔ یعنی آج وہ زمانہ آپہنچا ہے کہ لوگوں نے

حلال وحرام کی تمیز چھوڑ دی، ہر شخص مال وزر بٹورنے کی ہوس میں مبتلا ہے جو مال حاصل ہو رہا ہے حلال ہے یا حرام اسکی کوئی پرواہ نہیں۔ بس مال ہاتھ لگنا چاہیے۔

حرام مال کھانے پر وعید

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لایدخل الجنة لحم نبت من السحت، وکل لحم نبت من السحت کانت النار اولی به (رواہ احمد والدارمی والبیھقی فی شعب الایمان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (جسم کا) وہ گوشت جس نے حرام مال سے پرورش پائی ہے وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا اور جو گوشت یعنی جو جسم حرام مال سے نشوونما پائے وہ دوزخ کی آگ ہی کے لائق ہے۔ (احمد، ودارمی، بیہقی)

اس حدیث میں حرام غذا سے پرورش پانے والے جسم کے متعلق جو فرمایا کہ وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ اس کا ایک مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ اس کو سزا کے طور پر جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ اور ایک عرصہ تک سزا بھگتنے کے بعد، پھر جنت میں داخلہ ملے گا بشرطیکہ ایمان پر موت آئی ہو۔ ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو لوگ حرام مال کو حلال سمجھ کر استعمال کرتے ہیں، ان کو یقین ہے کہ یہ حلال ہے، وہ جنت میں داخل نہیں ہونگے کیونکہ حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ تو حدیث کا مقصد یہی ہوا کہ حرام مال کھانا سخت برا اور قبیح فعل ہے۔ اس کی سزا جہنم ہوسکتی ہے۔ اس لیے جو شخص نادانی میں حرام کمانے یا کھانے کے بعد اپنے اس فعل پر نادم اور شرمندہ ہو کر توبہ کرلے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لے اور جن لوگوں کا مال حرام طریقوں سے کھایا ہوگا ان کا مال ان کو واپس کردے یا ان سے معاف کروالے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی معاف فرمادیں گے محض اپنے فضل وکرم سے بخشش فرمادیں گے۔

حرام مال میراث میں چھوڑ کر جانا

عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: لایکسب عبدمال حرام فیتصدق منه فیقبل منه ولاینفق منه فیبارک له فیه ولایترک خلف ظهره، إلاکان زاده إلیٰ النار. إن الله لایمحوا السیئ بالسیئ ولکن یمحوا السیئ بالحسن إن الخبیث لایمحوالخبیث. (رواه احمد و کذافی شرح السنة)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ کوئی بندہ حرام ذریعہ سے مال کما کر صدقہ وخیرات کرتا ہواور اس میں سے برکت حاصل ہوتی ہو، (یعنی مال میں برکت نہیں ہوتی خرچ زیادہ ہوتا ہے اور کام کم ہوتا ہے) اور جو شخص مرنے کے بعد اپنے ترکہ میں حرام مال چھوڑ جاتا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ وہ مال اس کے لیے ایسا توشہ بن جاتا ہے کہ وہ اس کو جہنم کی آگ تک پہنچادیتا ہے، اور یہ بات یادرکھو کہ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے دفع نہیں کرتا، بلکہ برائی کو بھلائی کے ذریعہ دور کرتا ہے، اسی طرح ناپاک مال ناپاک کو دور نہیں کرتا۔ (یعنی حرام برائی کو دور نہیں کرتا بلکہ حلال مال برائی کو دور کرتا ہے) (احمد، شرح السنہ)

تشریح:

اس حدیث مبارکہ میں دو باتوں پر خصوصیت کے ساتھ تنبیہ فرمائی گئی ہے ایک تو یہ کہ حرام مال میں برکت نہیں ہوتی آدمی کے پاس مال تو بہت ہوتا ہے مگر ضرورت پوری نہیں ہوتی، گھر میں کبھی کوئی بیمار ہے تو کبھی کوئی، کبھی گاڑی کا ایکسڈنٹ ہوگیا تو کبھی آگ لگ گئی، کبھی چور کے ہاتھ لگ گیا تو کبھی ڈاکو آ گیا، کبھی مال ہلاک ہو گیا کبھی کسی

دکاندار نے دھوکہ دیدیا۔مختلف طریقوں سے مال خرچ ہوجاتا ہے اور ضرورت پھر بھی باقی رہتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر حرام مال کا کچھ حصہ موت تک باقی رہ بھی جائے تو وہ ورثا کے حصہ میں آئے گا اب وہ بھی حرام مال استعمال کررہے ہیں ان کے ورثا بھی حرام مال استعمال کریں گے اب جتنے لوگ بھی اس حرام مال سے فائدہ حاصل کریں گے سب کے برابر گناہ اس حرام مال میراث کے طور پر چھوڑ کر مرنے والے کو ہوگا، یہ کتنا بڑا وبال ہوگا۔خوب ڈرتے رہنا چاہئے۔

نیز صدقہ وخیرات آفات اور بلاؤں کو دور کرتا ہے اس سے گناہوں کی تخفیف کا سامان ہوتا ہے، لیکن مال حرام کو صدقہ کرنے سے یہ فائدہ نہیں ہوگا، کیونکہ مال حرام کو ثواب کی نیت سے صدقہ کرنا خود گناہ ہے، بلکہ بعض علماء نے یہاں تک لکھا ہے کہ جو شخص حرام مال صدقہ کر کے ثواب کی امید رکھے تو کفر تک پہنچ جاتا ہے۔

حرام مال کا مصرف

کسی کی مِلک میں حرام مال آجائے تو پہلے تو دیکھے اگر مالک اس کا معلوم ہو تو جس کا مال ہے اس کو واپس کرنا فرض ہے۔مثلاً کسی سے مال چرایا ڈکیتی کی، رشوت لی اور مالک معلوم ہو تو کسی بھی طریقہ سے مال مالک تک پہنچانا ضروری ہے۔اگر مالک نہ ملے تو اس کے ورثا، بیٹا، پوتا، والد، دادا وغیرہ جو مل جائے اس تک پہنچادے اگر مالک یا اس کے ورثا بالکل معلوم نہ ہوں تو بلا نیت ثواب کسی محتاج مسکین کو مالک بنا کر دیدے، اس سے انشاء اللہ امید ہے کہ بری الذمہ ہوجائے گا۔اور اصل مالک کو ثواب مل جائے گا۔

مشکوک مال سے بچنا

عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہما قال حفظت من رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم: دع مایریبک إلی مالا یریبک فإن الصدق طمانینة وإن الکذب ریبة(رواہ احمد والترمذی والنسائی)

اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشادِ گرامی خود سنا اور اسے یاد رکھا کہ مشکوک چیز کے استعمال کو چھوڑ دو، اور اس چیز کو استعمال کرو جس کا حلال ہونا یقینی ہو، کیونکہ حق پر دل مطمئن ہوتا ہے اور باطل میں شک اور تردد ہوتا ہے۔ (احمد، ترمذی، نسائی)

جس مال کے حلال یا حرام ہونے کے بارے میں یقینی حکم معلوم نہ ہو تو اس کے استعمال کو ترک کر دیا جائے، نیز جس کام کے بارے میں تردد ہو کہ شرعاً یہ جائز ہے یا ناجائز، اس کو بھی چھوڑ دینا چاہیے، کیونکہ اگلی روایت میں صراحت موجود ہے کہ حضرت عطیہ سعدی کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ اس وقت تک کامل پرہیزگاروں کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا ہے جب تک کہ وہ ان چیزوں کو نہ چھوڑ دے جن میں کوئی حرج نہیں تاکہ اس طرح ان چیزوں سے بچ سکے جن میں کوئی حرج ہے۔

اس ارشادِ مبارک کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بندہ اس وقت تک کامل متقی اور پرہیزگار نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اس خوف کی وجہ سے مباح چیزیں بھی نہیں چھوڑ دیتا کہ مبادا یہ مباح چیزیں کسی حرام یا مکروہ یا مشتبہ چیز تک پہنچنے کا ذریعہ بن جائیں، مثلاً اگر شادی شدہ نہ ہو تو شہوت کا غلبہ بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اس طرح خوشبو وغیرہ نہ لگائے اور نہ کوئی ایسی مباح چیز استعمال کرے جس سے جذبات میں ہیجان پیدا ہوتا ہو۔ بہرکیف مکروہ مشتبہ چیزوں سے اجتناب کے بعد احتیاط کے پیشِ نظر بعض مباح چیزوں سے بھی بچنا تقوٰی وپرہیزگاری کا کامل ترین درجہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تقویٰ

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم لوگ حرام میں مبتلا ہو جانے کے خوف سے حلال چیزوں کے دس حصوں میں سے نو حصے چھوڑ دیتے، اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم لوگ حرام میں مبتلا ہو جانے کے خوف سے مباح کے ستر حصے چھوڑ دیتے تھے۔ (ملخص از مظاہر حق جدید)

نیکی اور گناہ کی پہچان

عن وابصة بن معبد رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يا وابصة جئت تسأل عن البر والإثم قلت نعم قال فجمع اصابعه فضرب بها صدره وقال استفت قلبک ثلاثا البر ما اطمانت إليه النفس واطمأن إليه القلب والإثم ماحاک في النفس وتردد في الصدر وإن افتاک الناس. (رواه احمد والدارمی)

حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ وابصہ، تم یہی پوچھنے آئے ہونا کہ نیکی کیا ہے؟ اور گناہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں ان کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں کو اکٹھا کیا اور میرے سینے پر مار کر فرمایا کہ اپنے آپ سے دریافت کرو۔ اپنے دل سے دریافت کرو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ تین مرتبہ ارشاد فرمائے پھر فرمایا کہ نیکی وہ ہے کہ جس سے انسان خود مطمئن ہو جائے اور جس سے اس کے دل کو سکون ہو جائے اور گناہ وہ ہے کہ جس سے انسان کا وجود خلش محسوس کرے اور جس سے اس کے دل اور سینہ میں شک اور تردد پیدا ہو جائے اگرچہ لوگ اسے صحیح کہیں۔ (احمد ودارمی)

علامہ قطب خان دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس ارشادگرامی میں نیکی وبدی اوراچھائی اور برائی کو پہچاننے کی ایک ایسی واضح علامت بتائی گئی جسے ہر صالح انسان اپنے ہرقول وفعل کی کسوٹی بنا سکتا ہے۔ جس قول اور فعل پر اپنا جی مطمئن ہو جائے اور دل سکون محسوس کرے تو سمجھنا چاہئے کہ وہ قول یا عمل نیک اور اچھا ہے اور جس قول اور عمل پر طبیعت میں خلش اور دل میں شک اور تردد کی کسک پیدا ہو جائے تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ قول وفعل غلط اور برا ہے۔ چنانچہ اس حدیث کا حاصل یہی ہے کام کرنے سے پہلے دل سے بھی رہنمائی حاصل کرو، اگر دل گواہی دیدے کہ یہ کام برا ہے تو اس سے اجتناب کرو، اگرچہ کوئی مفتی اس کے صحیح ہونے کا فتوی دیدے، لہٰذا ان کے کہنے پر عمل مت کرو۔

حلال وحرام میں تردد ہونے کی صورت

مثلاً کسی شخص کے بارے میں تمہیں یہ معلوم ہے کہ اس کے پاس حلال مال بھی ہے اور حرام مال بھی، اور وہ شخص تمہیں اپنے مال میں سے کچھ حصہ دینا چاہتا ہے تو اگر تمہارا دل اس پر مطمئن ہو کہ وہ تمہیں جو مال دے رہا ہے وہ وہی مال ہے جو اس نے صرف حلال ذرائع سے کمایا ہے تو تم لے لو اور اگر تمہارا دل مطمئن نہ ہو اور تمہیں یہ خوف ہو کہ کہیں یہ وہ مال نہ ہو جو اس نے حرام ذرائع سے کمایا ہے تو تم اس سے ہرگز کچھ نہ لو، اگرچہ وہ خود یہ کہے کہ میں تمہیں اپنے حلال مال میں سے دے رہا ہوں اور کوئی مفتی یہ فتوی بھی دیدے کہ تمہارے لئے یہ مال لینا جائز ہے کیونکہ فتوی اور چیز ہے اور تقویٰ اور چیز ہے۔ تقویٰ پر عمل کرنا فتوی پر عمل کرنے سے کہیں بہتر ہے۔ (ملخص از مظاہر حق)

جولوگ حرام امور سے اجتناب کریں سابقہ گناہوں سے توبہ تائب ہو جائیں اور مکمل تقویٰ والی زندگی اختیار کرلیں تو اللہ تعالیٰ سابقہ گناہوں پر مواخذہ نہیں فرمائیں گے۔

كقوله تعالىٰ: ﴿ليس على الذين امنوا وعملوا الصالحات جناح فيما طعموا إذا ما اتقوا وامنوا وعملوا الصالحات، ثم اتقوا وامنوا ثم اتقوا واحسنوا والله يحب المحسنين﴾ (مائده آیت ۹۳)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان پر ان چیزوں کا کچھ گناہ نہیں جو وہ کھا چکے ہیں جبکہ انہوں نے پرہیز کیا اور ایمان لائے اور نیک کام کیے پھر پرہیز کیا اور ایمان لائے پھر پرہیز کیا اور نیکوکاری کی اور اللہ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔

مشتبہ اموال سے بچنا لازم ہے

وعن النعمان بن بشيرٍ رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الحلال بيّن والحرام بيّن وبينهما مشتبهات لايعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام كالراعي يرعى حول الحمى يوشك أن يرتع فيه ألا وإن لكل ملك حمى ألا وإن حمى الله محارمه ألا وإن في الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد كله وإذا فسدت فسد الجسد كله ألا وهي القلب (متفق عليه)

''حضرت نعمان بن بشیر راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال ظاہر ہے حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے، لہٰذا جس شخص نے مشتبہ چیزوں سے پرہیز کیا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو پاک ومحفوظ کرلیا۔ (یعنی مشتبہ چیزوں سے بچنے والے کے نہ تو دین میں کسی نقصان کا خوف رہے گا اور نہ کوئی اس پر طعن وتشنیع کرے گا) اور جو شخص مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہوا وہ حرام میں مبتلا ہوگیا، اور اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو ممنوعہ چراگاہ

کی منڈیر پر چراتا ہے اور ہر وقت اس کا امکان رہتا ہے کہ اس کے جانور اس ممنوعہ چراگاہ میں گھس کر چرنے لگیں۔ جان لو! ہر بادشاہ کی ممنوعہ چراگاہ ہوتی ہے، اور یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کی ممنوعہ چراگاہ حرام چیزیں ہیں۔ اور اس بات کو بھی ملحوظ رکھو کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست حالت میں رہتا ہے یعنی جب وہ ایمان وعرفان اور یقین کے نور سے منور رہتا ہے تو (اعمال خیر اور حسن اخلاق واحوال کی وجہ سے) پورا جسم درست حالت میں رہتا ہے اور جب اس ٹکڑے میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے یاد رکھو گوشت کا وہ ٹکڑا دل ہے۔'' (بخاری ومسلم)

تشریح:

''حلال ظاہر ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ کچھ چیزیں تو وہ ہیں، جن کا حلال ہونا سب کو معلوم ہے۔ نیک کلام، اچھی باتیں وہ مباح چیزیں ہیں جن کو کرنا یا جن کی طرف دیکھنا درست ہے، شادی بیاہ کرنا اور چلنا پھرنا وغیرہ وغیرہ اسی طرح ''حرام ظاہر ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا حرام ہونا قرآن وحدیث کے نصوص کے ذریعہ بالکل واضح طور پر معلوم ہو گیا ہے۔ جیسے شراب، خنزیر، مردار جانور، جاری خون، زنا، سود، جھوٹ، غیبت، چغل خوری، بے ریش لڑکے اور ایک اجنبی عورت کی طرف بری نظر سے دیکھنا وغیرہ وغیرہ۔ ایسے ہی کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں جن کی حرمت یا حلت کے بارے میں دلائل کے تعارض کی بناء پر کوئی واضح حکم معلوم نہیں ہوتا بلکہ یہ اشتباہ ہوتا ہے کہ یہ حرام ہیں یا حلال ایسی کتنی ہی چیزیں ہیں جن کے حلال ہونے کی دلیلیں بھی ہیں اور حرام ہونے کی بھی، اس صورت میں کوئی واضح فیصلہ کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہوتی، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسی چیزوں کی حقیقت بہت سے لوگ نہیں جان پاتے البتہ وہ علماء جو مرتبہ اجتہاد پر فائز ہوتے ہیں یا جن کا علم بہت وسیع و گہرا ہوتا ہے ایسی چیزوں کے بارے میں دونوں طرف کی دلیلوں میں سے کسی ایک طرف کی دلیل کو

اپنی قوت اجتہاد اور بصیرت فکر ونظر کے ذریعہ راجح قرار دیکر کوئی واضح فیصلہ کر لیتے ہیں۔
بہرکیف مشتبہ چیز کے بارہ میں علماء کے تین قول ہیں:

۱...... ایسی چیز کو نہ حلال سمجھا جائے نہ حرام اور نہ مباح یہی قول سب سے زیادہ صحیح ہے اور اسی پر عمل کرنا چاہئے جس کا مطلب یہ ہے ایسی چیز سے اجتناب کرنا ہی بہتر ہے۔

۲...... ایسی چیز کو حرام سمجھا جائے۔

۳...... ایسی چیز کو مباح سمجھا جائے۔

مشتبہ مال کی مثال

اب ان تین اقوال کو ذہن میں رکھ کر مشتبہ کو بطور مثال اس طرح سمجھئے کہ ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا۔ ایک دوسری عورت نے آ کر کہا میں نے ان دونوں کو اپنا دودھ پلایا ہے، اس صورت میں وہ منکوحہ عورت اس شخص کے حق میں مشتبہ ہوگئی کیونکہ ایک طرف تو عورت کا بیان ہے کہ میں نے چونکہ ان دونوں کو دودھ پلایا ہے اس لئے یہ دونوں رضاعی بہن بھائی ہوئے اور ظاہر ہے کہ رضاعی بہن بھائی کے درمیان نکاح درست نہیں، ہوتا لہٰذا اس دلیل کا تو یہ تقاضا ہے کہ اس نکاح کو قطعاً ناجائز کہا جائے مگر دوسری طرف نکاح کے جائز رہنے کی یہ دلیل ہے کہ صرف یہ ایک عورت کی بات ہے جس پر کوئی شرعی گواہی نہیں ہے اس پر کیسے یقین کر لیا جائے کہ یہ عورت صحیح کہہ رہی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ محض بدنیتی کی وجہ سے یہ بات کہہ کر ان دونوں کے درمیان افتراق کرانا چاہتی ہو، اس صورت میں کہا جائے گا کہ نکاح جائز اور درست ہے دلائل کے اس تعارض کی وجہ سے لامحالہ یہی حکم ہوگا کہ یہ ایک مشتبہ مسئلہ ہوگیا ہے اس لئے اس شخص کے حق میں بہتر یہی ہوگا کہ وہ اس عورت کو اپنے نکاح میں نہ رکھے۔ کیونکہ مشتبہ چیز سے اجتناب ہی اولیٰ ہے۔

مشتبہ چیز کی دوسری مثال یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کے پاس کچھ روپے ہیں جن میں سے کچھ تو جائز آمدنی کے ہیں اور کچھ ناجائز آمدنی کے اس صورت میں وہ سب روپے اس شخص کے حق میں مشتبہ ہیں لہٰذا اس کو ان روپیوں سے اجتناب و پرہیز کرنا چاہئے۔

ارشادگرامی میں حرام چیزوں کو ممنوعہ چراگاہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح کوئی حاکم کسی خاص چراگاہ کو دوسروں کے لئے ممنوع قرار دے دیتا ہے جس کے نتیجہ میں لوگوں کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے جانوروں کو اس ممنوعہ چراگاہ سے دور رکھیں۔

حرام مال سے اجتناب واجب ہے

اسی طرح جو چیزیں شریعت نے حرام قرار دی ہیں وہ لوگوں کے لیے ممنوع ہیں کہ ان کے ارتکاب سے اجتناب و پرہیز واجب وضروری ہے اور مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہونے کو ممنوعہ چراگاہ کی مینڈ (منڈیر) پر عام جانور چرانے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح چرواہے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے جانوروں کو ممنوعہ چراگاہ سے دور رکھ کر چرائے تاکہ اس کے جانور اس ممنوعہ چراگاہ میں نہ گھس جائیں اور اگر وہ اپنے جانوروں کو ممنوعہ چراگاہ کی منڈیر پر چرائے گا تو پھر اس بات کا ہر وقت احتمال رہے گا کہ اس کے جانور ممنوعہ چراگاہ میں گھس جائیں جس کے نتیجے میں اسے مجرم قرار دیا جائے گا اسی طرح انسان کو چاہئے کہ وہ مشتبہ چیزوں سے دور رہے تاکہ محرمات (حرام چیزوں) میں مبتلا نہ ہو جائے، اس کے بعد آپ نے مذکورہ بالا تشبیہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ جان لو کہ ہر بادشاہ کا ایک ایسا ممنوعہ علاقہ ہوتا ہے جس میں جانور چرانا جرم سمجھا جاتا ہے (یہ گویا زمانۂ جاہلیت کے بادشاہوں اور حکام کے بارہ میں خبر دی ہے یا یہ کہ مسلمانوں میں سے ان بادشاہوں اور حکام کے بارے میں خبر دی ہے جو غیر عادل ہیں کیونکہ کسی علاقہ کی گھاس کو جانوروں کے چرنے سے ممنوع قرار دینا درست نہیں ہے) اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ممنوعہ علاقہ حرام چیزیں ہیں کہ جن میں مبتلا ہونا لوگوں کے

لیے ممنوع قرار دیا گیا ہے لہٰذا جو کوئی اس ممنوعہ علاقہ میں داخل ہوگا یعنی حرام چیزوں کا ارتکاب کرے گا اسے مستوجب عذاب قرار دیا جائے گا اور پھر ان حرام چیزوں میں بھی بعض چیزیں تو ایسی ہیں جن کے مرتکب کی بخشش ہی نہیں ہوگی جیسے شرک اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہیں کہ چاہے ان کے مرتکب کو بخشے چاہے نہ بخشے البتہ سچے دل کے ساتھ توبہ استغفار سے ہر چیز بخشی جائے گی۔

مال کمانے میں حد سے آگے بڑھنا خطرناک ہے

حضرت شیخ علی متقی نے اس موقع پر یہ ترتیب ضروری، مباح، مکروہ، حرام، کفر، قائم کر کے لکھا ہے کہ جب بندہ اپنی معاشی تمدنی اور سماجی زندگی کے تمام گوشوں میں اس قدر ضرورت پر اکتفا کر لیتا ہے جس سے اس کا وجود اور اس کی عزت باقی رہے تو وہ اپنے دین میں ہر خطرہ سے سلامت رہتا ہے مگر جب حد ضرورت سے گزرنے کی کوشش کرتا ہے تو حد مکروہات میں داخل ہو جاتا ہے یہاں تک کہ حرص وہوس حد مکروہات سے نکال کر محرمات کی مد میں داخل کر دیتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا اگلا قدم کفر میں پہنچ جاتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

دل کی اصلاح نہایت ضروری ہے

حدیث کے آخر میں انسانی جسم میں گوشت کے اس ٹکڑے کی اہمیت بیان کی گئی ہے جسے دل کہا جاتا ہے چنانچہ فرمایا کہ جب وہ ٹکڑا بگڑ جاتا ہے یعنی انکار، شک اور کفر کی وجہ سے اس پر ظلمت طاری ہو جاتی تو اس کے نتیجے میں ارتکاب گناہ ومعصیت کی وجہ سے پورا جسم بگڑ جاتا ہے، لہٰذا ہر عاقل وبالغ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دل کی طرف متوجہ رہے اور اس کو خواہشات نفسانی میں منہمک ہونے سے روکے تاکہ وہ آگے بڑھ کر مشتبہ چیزوں کی حد میں داخل نہ ہو جائے کیونکہ جب دل خواہشات نفسانی کی طرف چل پڑتا ہے تو پھر

خدا کی پناہ وہ تمام حدوں کو پھلانگتا ہوا ظلمت کی آخری حدوں تک پہنچ جاتا ہے۔

آخر میں یہ سمجھ لیجئے کہ یہ حدیث اس طرف اشارہ کررہی ہے کہ بدن کی بھلائی وبہتری حلال غذا پر موقوف ہے کیونکہ حلال غذا سے دل کو صفائی حاصل ہوتی ہے اور دل کی صفائی ہی سے تمام بدن اچھی حالت میں رہتا ہے بایں طور پر کہ اس کے ایک ایک عضو سے اچھے اعمال ہی صادر ہوتے ہیں اور تمام اعضاء کا برائی کی طرف میلان ختم ہوجاتا ہے۔

اور اب ایک بات یہ جان لیجئے کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث علم ومسائل کے بڑے وسیع خزانے کی حامل ہے جن حدیثوں پر اسلامی شرائع واحکام کا مدار ہے وہ تین ہیں ایک تو إنما الأعمال بالنیات دوسری من حسن إسلام المرء ترکه مالا یعنیه اور تیسری یہی ہے الحلال بین الخ۔ (ماخوذ از مظاہر حق شرح مشکوٰۃ)

صحابۂ کرامؓ کا تقویٰ

دل میں اگر خوف خدا پیدا ہوجائے تو گناہوں سے بچنا نہ صرف آسان ہوجاتا ہے بلکہ آدمی گناہ چھوڑ دینے پر مجبور ہوجاتا ہے، اسکے بغیر دل بے قرار ہوجاتا ہے حتیٰ کہ توبہ کے بعد ہی اس کو سکون ملتا ہے چنانچہ صحابۂ کرامؓ کے خوف خدا کے چند واقعات نقل کرتے ہیں جن سے اندازہ ہوگا کہ وہ حلال کھانے اور حرام خوری سے بچنے کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے۔ ویسے بھی حضرات صحابۂ کرامؓ کی ہر عادت، ہر خصلت اس قابل ہے کہ اس کو چنا اور چھانٹا جائے اور اس کا اتباع کیا جائے اور کیوں نہ ہو کہ اللہ جل شانہ نے اپنے لاڈلے اور محبوب رسول کی مصاحبت کے لیے اس جماعت کو چنا اور چھانٹا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں بنی آدم کے بہترین قرن اور زمانہ میں بھیجا گیا۔ اس لیے ہر اعتبار سے یہ زمانہ خیر کا تھا اور زمانہ کے بہترین آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رکھے گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جنازہ سے واپسی اور ایک عورت کی دعوت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ ایک عورت کا قاصد کھانے کی درخواست لے کر پہنچا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدام سمیت تشریف لے گئے اور کھانا سامنے رکھا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لقمہ چبا رہے ہیں نگلا نہیں جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بکری کا گوشت مالک کی بغیر اجازت کے لیے گیا ہے۔ اس عورت نے عرض کیا یارسول اللہ! میں نے ریوڑ میں بکری خریدنے آدمی کو بھیجا تھا وہاں ملی نہیں۔ پڑوسی نے بکری خریدی تھی میں نے اس کے پاس قیمت سے لینے کو بھیجا وہ تو ملے نہیں ان کی بیوی نے بکری بھیجدی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیدیوں کو کھلا دو۔

فائدہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی علوشان کے مقابلہ میں ایک مشتبہ چیز کا گلے میں اٹک جانا کوئی ایسی اہم بات نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنی غلاموں کو بھی اس قسم کے واقعات پیش آجاتے ہیں. کہ ان کا پیٹ حرام غذا کو قبول نہیں کرتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ کی کھجور کے خوف سے تمام رات جاگنا

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات جاگتے رہے اور کروٹیں بدلتے رہے ازواج مطہرات میں سے کسی نے عرض کیا یارسول اللہ! آج نیند نہیں آتی۔ ارشاد فرمایا کہ ایک کھجور پڑی ہوئی تھی میں نے اٹھا کر کھالی تھی کہ ضائع نہ ہو، اب مجھے یہ فکر ہے کہ کہیں وہ صدقہ کی نہ ہو۔

فائدہ:

اقرب یہی ہے کہ وہ کھجور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ہی ہوگی مگر چونکہ صدقہ کا مال بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں آتا تھا۔ اس شبہ کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کورات بھر نیند نہیں آئی کہ خدانخواستہ وہ صدقہ کی ہواور اس صورت میں صدقہ کا مال کھایا گیا ہو۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صدقہ کا مال حلال نہیں تھا۔ یہ تو آقا کا حال ہے کہ محض شبہ پر رات بھر کروٹیں بدلیں اور نیند نہیں آئی۔ اب غلاموں کا یعنی آج کے مسلمان کا حال دیکھو کہ رشوت، سود، چوری، ڈاکہ ہر قسم کا ناجائز مال کس سرخروئی سے کھاتے ہیں اور ناز سے اپنے کو غلامان محمد شمار کرتے ہیں۔ بلکہ اس دور کے مسلمانوں کو تو پیٹ بھر حرام کھانے کے بعد بھی ذرہ برابر فکر نہیں ہوتی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک کاہن کے کھانے سے قے کرنا:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو غلہ کے طور پر اپنی آمدنی میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ کچھ کھانا لایا اور حضرت نے اس میں سے ایک لقمہ نوش فرمالیا۔ غلام نے عرض کیا کہ آپ روزانہ دریافت فرمایا کرتے تھے کہ کس ذریعہ سے کمایا؟ آج دریافت نہیں فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بھوک کی شدت کی وجہ سے۔ دریافت کرنے کی نوبت نہیں آئی، اب بتاؤ عرض کیا کہ میں زمانۂ جاہلیت میں ایک قوم پر گزرا اور ان پر منتر پڑھا۔ انہوں نے مجھ سے وعدہ کررکھا تھا اس کا عوض دیں گے۔ آج میرا گزر ادھر کو ہوا تو ان کے یہاں شادی ہورہی تھی انہوں نے مجھے یہ کھانا دیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو مجھے ہلاک ہی کردیتا۔ اس کے بعد حلق میں ہاتھ ڈال کر قے کرنے کی کوشش کی مگر ایک لقمہ وہ بھی بھوک کی شدت کی حالت میں کھایا گیا نہ نکلا۔ کسی نے عرض کیا کہ پانی سے قے ہوسکتی ہے۔ ایک بہت بڑا پیالہ پانی کا منگوایا اور پانی پی پی کر قے فرماتے رہے

یہاں تک کہ وہ لقمہ نکالا۔ کسی نے عرض کیا کہ اللہ آپ (رضی اللہ عنہ) پر رحم فرمائیں۔ یہ ساری مشقت اس ایک لقمہ کی وجہ سے برداشت فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میری جان کے ساتھ بھی یہ لقمہ نکلتا تو میں اس کو نکالتا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو بدن مال حرام سے پرورش پائے آگ اس کے لیے بہتر ہے۔ مجھے یہ ڈر ہوا کہ میرے بدن کا کوئی حصہ اس لقمے پر پرورش نہ پا جائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس قسم کے واقعات متعدد بار پیش آئے کہ احتیاط مزاج میں زیادہ تھی۔ تھوڑا سا بھی شبہ ہو جاتا تھا تو قے فرماتے۔ بخاری شریف میں ایک اور قصہ اسی قسم کا ہے کہ کسی غلام نے زمانۂ جاہلیت میں کوئی کہانت یعنی غیب کی بات نجومیوں کے طور پر کسی کو بتلائی تھی وہ اتفاق سے صحیح ہوگئی۔ ان لوگوں نے اس غلام کو کچھ دیا۔ جس کو انہوں نے اپنی مقررہ رقم میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لا کر دے دیا۔ حضرت نے نوش فرمایا اور پھر جو کچھ پیٹ میں تھا سب قے کیا۔ ان واقعات میں غلاموں کا مال ضروری نہیں کہ ناجائز ہی ہو بلکہ جائز وناجائز دونوں احتمال ہیں مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کمال احتیاط نے اس مشتبہ مال کو بھی گوارا نہ کیا۔

حضرت عمر کی صدقہ کے دودھ سے قے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ دودھ نوش فرمایا کہ اس کا مزہ کچھ عجیب سا نیا سا معلوم ہوا، جن صاحب نے پلایا تھا ان سے دریافت فرمایا کہ یہ دودھ کیسا ہے کہاں سے آیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ فلاں جنگل میں صدقے کے اونٹ چر رہے تھے میں وہاں گیا تو ان لوگوں نے دودھ نکالا جس میں سے مجھے بھی دیا۔

حضرت عمرؓ نے منہ میں ہاتھ ڈالا اور سارے کا سارا قے فرما دیا۔

فائدہ...... ان حضرات کو اس کی ہمیشہ فکر رہتی تھی کہ مشتبہ مال بھی بدن کا جز نہ

بنے چہ جائے کہ بالکل حرام جیسا کہ ہمارے اس زمانہ میں شائع ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ آج کے مسلمانوں کو بھی حرام اور مشتبہ مال کھانے سے بچنے کی توفیق دے۔

حضرت ابوبکر کا احتیاطاً باغ وقف کرنا:

ابن سرین کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جب وفات کا وقت قریب آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ بیت المال سے کچھ لوں مگر عمر نہ مانا کہ دقت ہوگی اور تمہاری تجارت کی مشغولی سے مسلمانوں کا حرج ہوگا۔ اس مجبوری کی وجہ سے مجھے لینا پڑا۔ اس لیے اب میرا فلاں باغ اس کے عوض میں دے دیا جائے جب حضرت ابوبکرؓ کا وصال ہوگیا تو حضرت عائشہؓ نے حضرت عمرؓ کے پاس آدمی بھیجا اور والد کی وصیت کے موافق وہ باغ دے دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ جل شانہ تمہارے باپ پر رحم فرمائیں۔ انہوں نے یہ چاہا کہ کسی کو لب کشائی کا موقع ہی نہ دیں۔ (کتاب الاموال)

فائدہ:

غور کرنے کی بات ہے کہ اول تو وہ مقدار ہی کیا تھی جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے بطور وظیفہ لی۔ اس کے بعد لینا بھی اہل رائے صحابۂ کرامؓ کے اصرار سے تھا اور مسلمانوں کے نفع کی وجہ سے اس میں بھی جتنی ممکن سے ممکن احتیاط ہوسکتی تھی اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ بیوی نے تنگی اٹھا کر پیٹ کاٹ کر کچھ پیسے حلوا کے لیے جمع کیے تو جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو میٹھے کھانے کے بجائے ان کو بیت المال میں جمع فرمادیا اور اتنی مقدار مستقل کم کردی اس سب کے بعد یہ آخری فعل ہے کہ جو کچھ لیا اس کا بھی معاوضہ داخل کردیا۔

حضرت علی بن معبد رحمۃ اللہ علیہ کا کرایہ کے مکان سے تحریر کو خشک کرنا:

علی بن معبد ایک محدث ہیں۔ فرماتے ہیں میں ایک کرایہ کے مکان میں رہتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے کچھ لکھا اور اس کو خشک کرنے کے لیے مٹی کی ضرورت ہوئی۔ کچی دیوار تھی مجھے خیال آیا کہ اس پر سے ذرا سی کھرچ کر تحریر پر ڈال لوں، پھر خیال آیا کہ مکان کرایہ کا ہے (جو رہنے کے واسطے کرایہ پر لیا گیا نہ مٹی لینے کے واسطے) مگر ساتھ ہی خیال آیا کہ اتنی ذرا سی مٹی میں کیا مضائقہ ہے معمولی چیز ہے۔ میں نے مٹی لے لی اور رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک صاحب کھڑے ہیں جو یہ فرما رہے ہیں کہ کل قیامت کو معلوم ہوگا یہ کہنا کہ معمولی مٹی کیا چیز ہے؟

فائدہ......کل معلوم ہوگا، کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ تقویٰ کے درجات بہت زیادہ ہیں۔ کمال درجہ یہ یقیناً تھا کہ اس سے بھی احتراز کیا جاتا اگرچہ عرفاً معمولی چیز شمار ہونے سے جواز کی حد میں تھا۔ (احیاء)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک قبر پر گزر:

کمیل رضی اللہ عنہ ایک شخص ہیں کہتے ہیں کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ایک مرتبہ جا رہا تھا۔ وہ جنگل میں پہنچے پھر ایک مقبرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے مقبرہ والو! اے بوسیدگی والو! اے وحشت اور تنہائی والو! کیا خبر کہ کیا حال ہے؟ پھر ارشاد فرمایا کہ ہماری خبر تو یہ ہے کہ تمہارے بعد اموال تقسیم ہو گئے۔ اولادیں یتیم ہو گئیں۔ بیویوں نے دوسرے خاوند کر لیے یہ تو ہماری خبر ہے کچھ اپنی تو کہو۔ اس کے بعد میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کمیل اگر ان لوگوں کو بولنے کی اجازت ہوتی اور یہ بول سکتے تو یہ لوگ جواب میں یہ کہتے کہ بہترین توشہ تقویٰ ہے، یہ فرمایا اور پھر رونے لگے اور فرمایا، اے کمیل قبر عمل کا صندوق ہے اور موت کے وقت بات معلوم ہو جاتی ہے۔

فائدہ......یعنی آدمی جو کچھ اچھا یا برا کام کرتا ہے وہ اسکی قبر میں محفوظ رہتا ہے جیسا کہ صندق میں، متعدد احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ نیک اعمال اچھے آدمی کی صورت میں ہوتے ہیں جو میت کے جی بہلانے اور انس پیدا کرنے کے لیے رہتا ہے اور اس کی دل داری کرتا ہے اور برے اعمال بری صورت میں بدبودار بن کر آتے ہیں جو اور بھی اذیت کا سبب ہوتا ہے۔ایک حدیث میں وارد ہے کہ آدمی کے ساتھ تین چیزیں قبر تک جاتی ہیں اس کا مال جیسا کہ عرب میں دستور تھا، اسکے رشتہ دار اور اس کے اعمال۔ دو چیزیں مال اور رشتہ دار دفن کر کے واپس آجاتے ہیں۔عمل اس کے ساتھ رہ جاتا ہے۔

قبر میں صرف عمل ساتھ ہوتا ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری مثال اور تمہارے اہل وعیال اور مال واعمال کی مثال کیا ہے؟ صحابہ کے دریافت فرمانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص کے تین بھائی ہوں اور وہ مرنے لگے اس وقت ایک بھائی کو وہ بلائے اور پوچھے تجھے میرا حال معلوم ہے کہ مجھ پر کیا گزر رہی ہے، اس وقت تو میری کیا مدد کرے گا وہ جواب دیتا ہے کہ تیری تیمارداری کروں گا، علاج کروں گا، ہر قسم کی خدمت کروں گا اور جب تو مر جائے گا تو نہلاؤنگا، کفن پہناؤنگا اور کاندھے پر اٹھا کر لے جاؤں گا اور دفن کے بعد تیرا ذکر خیر کروں گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بھائی تو اہل وعیال ہیں پھر وہ دوسرے بھائی سے یہی سوال کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ تیرا میرا واسطہ زندگی کا ہے۔جب تو مر جائے گا تو میں دوسری جگہ چلا جاؤں گا۔یہ بھائی مال ہے پھر وہ تیسرے بھائی کو بلا کر پوچھتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں قبر میں تیرا ساتھی ہوں، وحشت کی جگہ تیرا دل بہلانے والا ہوں، جب

تیرا حساب کتاب ہونے لگے تو نیکیوں کے پلڑے میں بیٹھ کر اس کو جھکاؤں گا، یہ بھائی عمل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اب بتاؤ کون سا بھائی کار آمد ہوا۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہؐ یہی بھائی کار آمد ہے، پہلے دو تو بے فائدہ ہی رہے۔

حضرت عمرؓ کا اپنی بیوی کو مشک تولنے سے انکار:

حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک مرتبہ بحرین سے مشک آیا، ارشاد فرمایا کہ کوئی اس کو تول کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیتا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت عاتکہ نے عرض کیا، میں تول دوں گی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سن کر سکوت فرمایا۔

تھوڑی دیر میں پھر یہی ارشاد فرمایا کہ کوئی اس کو تول دیتا تاکہ میں تقسیم کر دیتا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے پھر یہی عرض کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سکوت فرمایا۔ تیسری دفعہ میں ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ تو اس کو اپنے ہاتھ سے ترازو کے پلڑے میں رکھے اور پھر ان ہاتھوں کو اپنے بدن پر پھیر لے اور مسلمانوں کے مقابلہ میں اتنی مقدار کی زیادتی مجھے حاصل ہو۔

فائدہ...... یہ کمال احتیاط تھی اور اپنے آپ کو محل تہمت سے بچانا، ورنہ جو بھی تولے گا اس کے ہاتھ کو تو لگے ہی گا۔ اس لیے اس کے جواز میں کوئی تردد نہ تھا۔ لیکن پھر بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کے لیے اس کو گوارہ نہ فرمایا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جن کو عمر ثانی بھی کہا جاتا ہے ان کے زمانہ میں ایک مرتبہ مشک تولا جارہا تھا تو انہوں نے اپنی ناک بند فرمالی اور ارشاد فرمایا کہ مشک کا نفع تو خوشبو ہی سونگھنا ہے۔

مسلمانوں کے حقوق غصب کرنے سے بچنا:

فائدہ...... یہ ہے احتیاط ان صحابہ اور تابعین کی اور ہمارے بڑوں کی، پیشواؤں کی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا حجاج کے حاکم کو حاکم نہ بنانا:

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک شخص کو کسی جگہ کا حاکم بنایا کسی شخص نے عرض کیا کہ یہ صاحب حجاج بن یوسف کے زمانہ میں اس کی طرف سے بھی حاکم رہ چکے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس حاکم کو معزول کردیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے تو حجاج بن یوسف کے یہاں تھوڑے ہی زمانہ کام کیا۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ برا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ تو اس کے ساتھ ایک دن یا اس سے بھی کم رہا۔

نیک صحبت کے اثرات

فائدہ...... مطلب یہ ہے کہ پاس رہنے کا اثر ضرور پڑتا ہے۔ جو شخص متقیوں کے پاس رہتا ہے اس کے اوپر غیر معمولی اور غیر محسوس طریقے سے تقویٰ کا اثر پڑتا ہے اور جو فاسقوں کے پاس رہتا ہے اس کے اوپر فسق کا اثر ہوتا ہے اسی وجہ سے بری صحبت سے روکا جاتا ہے۔ آدمی تو درکنار جانوروں تک کے اثرات پاس رہنے سے آتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فخر اور بڑائی اونٹ اور گھوڑے والوں میں ہوتی ہے اور مسکنت بکری والوں میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صالح آدمی کے پاس بیٹھنے والوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جو مشک والوں کے پاس بیٹھتا ہے اگر مشک نہ بھی ملے تب بھی اس کی خوشبو سے دماغ کو فرحت ہوگی اور برے ساتھی کی مثال آگ کی بھٹی والے کی سی ہے کہ اگر چنگاری نہ بھی پڑے تو دھواں تو کہیں گیا ہی نہیں ہے۔

صحابۂ کرامؓ کے تقویٰ سے متعلق یہ واقعات حکایات الصحابہ مؤلف حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے ماخوذ ہیں۔ اب آگے اس زمانہ میں مروج چند حرام اور ناجائز آمدنیوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

شراب نوشی حرام ہے

شرعاً جس طرح شراب نوشی حرام ہے۔ شراب کا کاروبار کرنا بھی حرام ہے۔ اور اس کاروبار میں کسی طرح کا حصہ دار بننا بھی حرام ہے۔

وعن أنس رضی الله عنه قال لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الخمر عشرة عاصرها ومعتصرها، وشاربها وحاملها والمحمولة إلیه وساقیها وبائعها وآكل ثمنها والمشتری لها والمشتری له. (رواه الترمذی)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے معاملہ میں دس آدمیوں پر لعنت فرمائی ہے:

(۱) ...... شراب کا بنانے والا۔

(۲) ...... شراب کشید کروانے والا۔

(۳) ...... شراب نوشی کرنے والا

(٤) ...... شراب کو ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھا کے پہنچانے جانے والا

(۵) ...... اور شراب اٹھوانے والا یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے والا۔

(٦) ...... شراب فروخت کرنے والا

(۷) ...... شراب پلانے والا

(۸) ...... شراب کی قیمت کھانے والا۔

(۹) ...... ایجنٹ بن کر دوسرے کے لیے خریدنے والا۔

(۱۰) ...... شراب کا تاجر، ڈیلر (ترمذی، ابن ماجہ)

قوله تعالیٰ: ﴿یاأیها الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب

والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ (مائدہ: ۹۰)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت کے پانسے (یہ سب) ناپاک کام اعمال شیطان سے ہیں سوان سے بچتے رہنا تاکہ نجات پاؤ۔''

شراب ملی ہوئی اشیاء کی خرید وفروخت

شراب شرعاً حرام ہے اور نجس ہے جس چیز میں شراب شامل ہوجائے وہ چیز حرام اور نجس ہوجاتی ہے۔ اگرچہ قلیل مقدار میں کیوں نہ ہو۔ اس بناء پر جن ادویات میں شراب شامل ہونے کا یقین یا ظن غالب ہو اور علاج دیگر متبادل دواؤں سے ممکن ہو تو ان کی خرید وفروخت اور استعمال ناجائز ہوگا۔ اور دیگر اشیاء کا حکم یہ ہے کہ شراب ملی ہوئی اشیاء کا استعمال حرام ہے۔

لما روى في الحديث : فقال صلى الله عليه وسلم: ياأباعامر إن الله قدحرم الخمر فلاحاجة لنا في خمرک قال خذها فبعها فاستعن بثمنها على حاجتک وقال ياأباعامر إن الله قدحرم شربها وبيعها واكل ثمنها. (مسند لامام الاعظم صـ۲۷۳، کتاب البيوع)

شراب کی حرمت نازل ہونے کے بعد ابو عامر رضی اللہ عنہ آپ علیہ السلام کی خدمت میں شراب ہدیہ لیکر حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اے ابو عامر اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام قرار دیا ہے ہمیں تمہاری شراب کی ضرورت نہیں۔ تو عرض کیا یا رسول اللہ! اسکو فروخت کر کے قیمت کام میں لائیں، تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب پینے سے اور اسکو فروخت کرنے اور اس کی قیمت استعمال کرنے کو بھی حرام قرار فرمادیا ہے۔ (مسند امام اعظم)

سودی کاروبار

اپنی آمدنی کو بڑھانے کا ایک ذریعہ سودی لین دین کو بھی سمجھا جاتا ہے اسلام سے قبل عرب میں خصوصًا یہودی معاشرے پر یہ نظام رائج تھا، لیکن سودی نظام چونکہ معاشرہ کے لیے تباہ کن ہے اور اس سے معاشی ناہمواری پیدا ہوتی ہے، دولت سمٹ کر چند افراد میں مرتکز ہوجاتی ہے۔ اور باقی دنیا غربت اور افلاس اور تنگی کی زندگی گزارنے میں مجبور ہوتی ہے اس نظام سے امیر امیر ترین ہوجاتا ہے، اور غریب قرضوں تلے دبتا چلا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن وحدیث نے سودخوری کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے۔ اور اس پر وعید بیان فرمائی:

قوله تعالیٰ: الذین یأکلون الربوا لایقومون إلا کمایقوم الذی یتخبطه الشیطٰن من المس، ذٰلک بأنهم قالوا إنما البیع مثل الربوٰ وأحل الله البیع وحرم الربوٰ. (بقرة:۲۷۵)

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قبروں سے اس طرح (ہواس باختہ) اٹھیں گے جیسے کسی کو جن نے لپٹ کر دیوانہ بنادیا ہو، یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں سودا بیچنا بھی تو (نفع کے لحاظ سے) ویسا ہی ہے جیسے سود (لینا) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام قرار دیا۔

قوله تعالیٰ: یٰایها الذین اٰمنوا اتقوا الله وذروا مابقی من الربوا إن کنتم مؤمنین. فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله وإن تبتم فلکم رءوس أموالکم لاتظلمون ولاتظلمون. (بقرة:۲۷۸-۷۹)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو۔ (کیونکہ ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ کی اطاعت کی جائے، پھر اگر تم (اس پر عمل) نہ کروگے، تو اعلان سن لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اسکے

رسول کی طرف سے۔ اگر توبہ کرلو گے (اور سود چھوڑ دو گے) تو تم کو اصلی رقم لینے کا حق ہے، جس میں نہ اوروں کا نقصان ہو نہ تمہارا نقصان ہو۔

سودخوری پر لعنت

لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه، قال هو وهم سواء (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود لینے اور کھانے والے پر، اور سود دینے اور کھلانے والے پر، سودی دستاویز لکھنے والے پر اور اس میں گواہ بننے والوں پر، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (گناہ کی شرکت میں) سب برابر ہیں۔

سود کا ایک درہم

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سود کا ایک درہم کھانا چھتیس مرتبہ بدکاری کرنے سے زیادہ سخت گناہ ہے۔ (مسند احمد، طبرانی)

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اور جب کسی قسم میں بدکاری اور سود کا کاروبار پھیل جائے تو اس نے اللہ کے عذاب کو اپنے اوپر دعوت دیدی۔ (مستدرک حاکم)

سود کی صورتیں

سود کی ایک صورت تو وہی ہے جو پرانے زمانہ سے چلی آرہی ہے کہ کسی کو مال ادھار فروخت کر کے، یا قرض دیکر اصلی رقم سے زیادہ وصول کرنا، اگر وقت پر قرض واپس نہ دے سکا تو مزید مہلت دیکر مزید رقم وصول کرنا۔ لیکن تجارت کی بہت سی شکلیں بھی ایسی نکل آتی ہیں جو شریعت کی نظر میں سودی تجارت بنتی ہیں جس طرح قرض پر سود لینا حرام

ہے خرید وفروخت کی وہ صورتیں جو شرعی نقطہ نظر سے سودی بنتی ہوں وہ بھی حرام ہیں۔ مثلاً گندم کو گندم کے بدلہ میں ادھار فروخت کرنا یا کمی زیادتی کے ساتھ فروخت کرنا۔ یہ دونوں صورتیں شرعاً ناجائز ہیں، ان کے علاوہ بھی تجارت کی نت نئی صورتیں وجود میں آرہی ہیں جن میں شرعی شرائط کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے وہ سودی لین دین میں داخل ہو کر حرام ہو جاتی ہیں اس لئے معاملہ کرنے کے لیے کسی مستند مفتیان کرام سے معلوم کر لینا ضروری ہے۔

بیمہ (انشورنس) کمپنی کی ملازمت کا حکم

بیمہ کی جو موجودہ صورتیں رائج ہیں، وہ شرعی نقطہ نگاہ سے صحیح نہیں ہیں، بلکہ سود اور جوا کی ترقی یافتہ شکلیں ہیں، اس لیے اپنے اختیار سے بیمہ کرانا جائز نہیں ہے اور بیمہ کمپنی میں ملازمت اختیار کرنا بھی جائز نہیں، اور اس سے ملنے والی تنخواہ حرام ہے۔ اگر کوئی غلطی اور ناواقفیت کی وجہ سے ایسے ادارے میں ملازمت اختیار کر لے تو اس پر لازم ہے کہ فوری طور پر کوئی حلال ذریعہ معاش کا بندوبست کرے اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے رہیں کہ اس حرام خوری کی لعنت سے نجات عطا فرمائے، جیسے ہی کوئی حلال ذریعہ میسر آجائے تو فوراً چھوڑ دیں اور اس وقت تک اپنے آپ کو گناہگار سمجھتے ہوئے استغفار کرتے رہیں۔

گاڑی کا بیمہ

سوال: امریکہ میں ہر گاڑی رکھنے والا شخص قانونی طور پر اس بات کا ذمہ دار ہے کہ اپنی کار کے لیے کم از کم ضرور انشورنس کرائے کہ اگر کبھی کار کا حادثہ ہوا اور حادثہ میں اس کی غلطی ہوئی تو وہ دوسرے شخص کی کار کے نقصان اور متاثرہ لوگوں کے علاج کا پورا ذمہ دار یہ شخص ہوگا اور وہ اپنی انشورنس کمپنی کی مدد سے دوسرے کا پورا نقصان ادا کرے

گا، کیا اس صورت میں ضرورت کے تحت انشورنس جائز ہے؟ بینوا توجروا

جواب: چونکہ گاڑی کے مالک کی طرف سے بیمہ کا معاہدہ بطیب خاطر نہیں ہے بلکہ حکومت کی طرف سے یکطرفہ جبر وظلم ہے، لہٰذا بوقت ضرورت گنجائش ہے، لیکن بصورت حادثہ جمع کردہ رقم سے زائد وصول شدہ رقم واجب التصدق ہے۔ (احسن الفتاوٰی: ۷/ ۲۵)

انعامی بانڈ خریدنا

فی زمانہ آمدن بڑھانے کے ذرائع میں ایک انعامی بانڈ کی خرید وفروخت بھی ہے۔

بعض لوگ نادانی سے انعامی بانڈز کو بھی ایک تجارت سمجھتے ہیں، جبکہ انعامی بانڈز سود اور جوا کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے شرعاً حرام ہے، اگر کسی نے انعامی بانڈ خرید لیا تو اس پر شرعاً لازم ہے کہ اسکو واپس کر کے اپنی اصل رقم لے لے۔ اگر انعام نکل آیا تو اصل رقم رکھ کر بقیہ رقم کسی فقیر کو بلا نیت ثواب دیدینا ضروری ہے۔

بیمہ زندگی (انشورنس)

بعض لوگ اپنی زندگی کا یا جسم کے بعض حصہ کا خاص مدت کے لیے بیمہ کرواتے ہیں پھر کمپنی میں قسط وار رقم جمع کرواتے ہیں۔ اگر وقت سے پہلے کوئی حادثہ پیش آ گیا تو جمع کردہ رقم سے کافی زائد رقم ملتی ہے، اور اگر کوئی حادثہ پیش نہیں آیا تب بھی مدت پوری ہونے پر کئی گنا سود کے ساتھ رقم واپس ملتی ہے۔ بہت سے مسلمان اس گناہ عظیم میں مبتلا ہیں اور اسکو بھی آمدنی کا ذریعہ سمجھتے ہیں حالانکہ شرعاً زندگی کا بیمہ کروانا قطعاً ناجائز اور حرام ہے، اگر کسی نے غلطی سے کروالیا تو اس پر لازم ہے کہ اس سے توبہ کرے اور اپنی اصل رقم واپس لے۔ اگر کسی نے اپنی اصل رقم سے زائد سود بھی وصول کر لیا تو سود کو استعمال

کرنا حرام ہونے کی وجہ سے فقراء ومساکین کو دیدینا واجب ہے۔ آج کل بیمہ کی نئی نئی صورتیں سامنے آرہی ہیں تو ایک مسلمان پر بحیثیت مسلمان ہونے کے لازم ہے کہ ہر معاملہ کا شرعی حکم معلوم کر کے عمل کرے۔ ناجائز اور حرام کاروبار سے اجتناب کرے۔

جواء کھیلنا

دور جاہلیت میں مال حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ جوا کھیلنے کو بھی سمجھا جاتا ہے۔ اس میں بھی معاشی ناہمواری ہوتی ہے۔ کبھی آدمی دوسرے کے مال کا بڑا حصہ حاصل کر لیتا ہے، اور کبھی ا تمام تر سرمایہ گنوا کر مقروض ہو جاتا ہے، بلکہ ایسے بھی دیکھنے میں آیا کہ اپنی بیوی بچوں تک کو گروی رکھوا دیتا ہے پھر ان کو چھڑانے میں کافی خرچہ ہو جاتا ہے اسی وجہ سے شریعت مطہرہ نے جوا کو حرام قرار دیا۔

قوله تعالیٰ : ﴿يٰاايها الذين امنوا ، إنما الخمر و الميسر والأنصاب والازلام رجس من عمل الشيطان، فاجتنبوه لعلكم تفلحون. إنما يريد الشيطان أن يوقع بينكم العداوة والبغضاء في الخمر والميسر ويصدكم عن ذكر الله وعن الصلوٰة فهل أنتم منتهون.

(مائدہ: ۹۰،۹۱)

اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت پرستی وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں سو ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم کو کامیابی ملے، شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کر دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو (بتلاؤ) اب بھی باز آؤ گے؟

ان آیات میں شراب، جوا، لاٹری، بت پرستی کو شیطانی عمل قرار دیا۔ کہ یہ انسان میں بغض وعداوت پیدا کرتا ہے۔ اور آدمی کو اللہ کی یاد اور نماز جیسی اہم عبادت سے غافل بنا دیتی ہے۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض عرب کی عادت تھی کہ جوئے میں اپنے اہل وعیال اور مال وسامان سب کو ہرا کر انتہائی رنج وغم کی زندگی گزارتے تھے،

بہر حال ان قبیح اعمال میں دنیا وآخرت دونوں کی بربادی ہے اس لئے شریعت مطہرہ نے جوا اور مذکورہ دیگر افعال کو حرام قرار دیا، اوران سے اپنے کو بازرکھنے کا حکم دیا۔

تاش کھیلنے کی ممانعت

اسی طرح تاش کھیلنا، لوڈو، ویڈیو گیم اور دیگر کھیل تماشے جن میں ہار جیت کی شرط پر آدمی مال کو ہارتا ہے یا جیت لیتا ہے، وہ بھی جوا کے حکم میں داخل ہوکر حرام ہے، اس لئے ان امور سے بھی بچنا لازم ہے۔

بہت افسوس کی بات ہے کہ بہت سے سمجھدار لوگوں کو بھی دیکھا جاتا ہے کہ نماز روزے سے غافل دنیا کی دیگر ذمہ داریوں سے بے پرواہ ہوکر ان بے فائدہ کھیلوں میں مشغول رہتے ہیں اور دین ودنیا دونوں کا نقصان اٹھاتے ہیں۔ تو ان کھیلوں سے ہار جیت کے ذریعہ ہونے والی رقم کا استعمال بھی حرام ہے۔

کیرم بورڈ

آج کل بعض نوجوان مختلف ٹولیوں میں جمع ہوکر کیرم بورڈ نامی کھیل بڑے شوق سے کھیلتے ہیں، اس کھیل میں نہ تو صحت کا فائدہ ہے نہ ہی دنیا وآخرت کا کوئی اور فائدہ سوائے قیمتی اوقات اور دولت کو ضائع کرنے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا اور نوجوان کھیل میں اس قدر منہمک ہوتے ہیں کہ انہیں نماز اور دیگر حقوق شرعیہ کا کوئی خیال تک نہیں ہوتا جبکہ شریعت مطہرہ نے بے فائدہ کھیل سے منع فرمایا، ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ، یعنی آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ لایعنی اور بے فائدہ کام

اور باتوں کو چھوڑ دے، اس لئے کھیلنے والوں کو کیرم جیسے بے فائدہ کھیل سے بچنا لازم ہے۔

اسی طرح والدین اور سرپرستوں پر لازم ہے کہ ایسے بے فائدہ کھیل سے اپنے بچوں کو دور رکھیں۔

نیز بعض لوگ ایسے کھیلوں کی دکان لگا لیتے ہیں اور کھیلنے والوں سے اجرت وصول کر کے کمائی حاصل کرتے ہیں گویا کہ یہ بھی آمدنی کا ذریعہ ہے، اس میں بعض جوا بھی کھیلتے ہیں۔ یاد رکھیں، یہ ناپاک کمائی ہے، یہ کوئی حلال ذریعہ معاش نہیں ایسی ناپاک کمائی سے بچنا لازم ہے۔ لہٰذا اس کو چھوڑ کر کوئی حلال ذریعہ معاش اختیار کرنا چاہیئے۔

گانے کے سامان کی تجارت کی ممانعت

وعن علی رضی اللہ عنہ قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المغنیات والنواحات وعن شرائھن وبیعھن والتجارۃ فیھن قال وکسبھن حرام. (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجۃ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا گانے اور نوحہ کرنے والی عورتوں سے (یعنی ان کے پاس بیٹھنے سے) اور ان کی خرید وفروخت کرنے سے اور ان کی تجارت کرنے سے اور فرمایا ان کی کمائی حرام ہے۔ (ترمذی)

فائدہ...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس جگہ پر گانے بج رہے ہوں وہاں بیٹھنا جائز نہیں، چاہے کسی کا گھر ہو یا کوئی شادی بیاہ کی تقریب اسی طرح گانے بجانے کے آلات، ڈھول، باجے، ٹی وی، وی سی آر، کیبل وغیرہ یا ان کی تجارت کو ذریعہ آمدنی بنانا جائز نہیں، یہ بھی ناپاک اور حرام آمدنی میں داخل ہے۔

لہٰذا ایسی چیزوں کی تجارت کو آمدنی کا ذریعہ بنا کر اپنے لئے جہنم کا سامان کرنا کوئی عقل عقلمندی کی بات نہیں اس لئے اس سے اجتناب کیا جائے۔

گانا موسیقی کو مٹانا بعثت نبوی کے مقاصد میں شامل ہے

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إن الله عزوجل بعثني هدى ورحمة للمؤمنين وامرني بمحق المزامير والاوتاروالصليب وامر الجاهلية. (احمد وابوداود ،)

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے لیے ہدایت ورحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے اور باجے، شرکیہ تعویذ گنڈے، صلیب اور زمانۂ جاہلیت کے غلط کاموں کے مٹانے کا حکم فرمایا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گانا بجانے کو پیشہ بنانے کی اجازت سے انکار

وعن صفوان ابن امية أن عمروبن قرة. قال: كتبت على الشقوة فلاارى ارزق الامن دن فاذن لى فى الغناء من غيرفاحشة فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم لااذن لک فلاكرامة ولانعمة عين كذبت اى عدو الله، لقدرزقک الله حلالا طيبا واخترت ماحرم الله عليک من رزقه مكان ماأحل الله لک من حلاله. (رواه البيهقى والطبرانى فى حديث طويل وفيه واعلم ان عون الله مع صالحى التجار)

صفوان بن امیہ روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن قرہ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا مجھ پر بدبختی لکھ دی گئی ہے کہ مجھے شراب فروشی کے علاوہ کسی اور طریقہ سے روزی نہیں مل سکتی۔ لہٰذا مجھے ایسے گانا گانے کی بھی اجازت دے دیں جس میں فحش باتیں شامل نہ ہوں (یعنی تا کہ میں اس کو بھی ذریعہ معاش بناؤں)

توجناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا کہ تجھے ہرگز اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ نہ تجھے کبھی اس کام میں عزت نصیب ہو نہ تیری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہو۔ اے اللہ کے دشمن تو جھوٹ بولتا ہے، اللہ تعالیٰ نے تجھے پاکیزہ حلال روزی عطا فرمائی ہے۔ تو نے اللہ تعالیٰ کی حلال روزی کو چھوڑ کر حرام روزی کو اختیار کیا ہے۔ دوسری کتب میں اتنا اضافہ اور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد نیک اور صالح تاجروں کے ساتھ ہے۔ (یعنی حلال ذریعۂ معاش اختیار کرنے والوں کے ساتھ)

گانا گانے کی اجرت حرام ہے

عن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعا ثمن القینۃ سحت وغنائھا حرام.

(نیل الاوطار بحوالہ طبرانی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت ہے کہ گانے والی عورت کی اجرت حرام ہے اور اس کا گانا بھی حرام ہے (یعنی گلوکار، گلوکارہ اور اداکار یا اداکارہ وغیرہ ان کی کمائی حرام ہے)

نوٹ:

موجودہ زمانہ کی قوالی جس کے ساتھ ساز باجا ہوتا ہے اس کی اجرت کا بھی یہی حکم ہے۔

افسوس بعض ناعاقبت اندیش مسلمانوں نے اس قبیح فعل کو ذریعہ معاش بنالیا ہے، جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا بلکہ اب تو یہ قبیح وحرام دین کے نام پر ہونے لگا ہے۔ اللہ ہی سب کو ہدایت دے۔

گانے سننے والوں کے کانوں میں سیسہ ڈالا جائے گا

عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:

من قعد إلی قینۃ یستمع منھا صب اللہ فی اذنیہ الأنک یوم القیامۃ.

(رواه ابن صصری فی امالیه وابن عساکر فی تاریخه)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص گانے والی عورت کے پاس گانا سننے کی غرض سے بیٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالے گا۔

مراد مطلقاً گانا سننا ہے خواہ کسی بھی شکل میں ہو۔

ویڈیو فلم بنانے کا پیشہ

سوال: ویڈیو فلم بنانے کا پیشہ اختیار کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں اس سے کمائی ہوئی رقم کا استعمال بھی حرام ہے۔

قال العلامة الصابونی :أن لایکون العمل المستاجر له معصية فلایجوز الاستئجار علی النوح علی المیت، ولاعلی الملاهی والرقص، الغناء الماجن، وسائرالمنکرات، وماا خذمن الأجرة علی ذلک فحرام، یجب رده الی صاحبه ان علم والافیجب انفاقه لتلخص من اثمه، لانه کسب خبیث. (فقه المعاملات)

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر معقود علیہ عین معصیت ہو، جیسے ناچ، گانا بجانا، زنا، چوری، جعل سازی، چغل خوری، تعزیہ بنانا، بت سازی، تصویر سازی، شراب کشی، شرک وکفر اور حرام کاموں کی ترویج اور بدعات وفسق وفجور، یہ اجارہ بالاتفاق ناجائز اور حرام ہے، اس کی اجرت لازم نہیں اس لیے احتراز کرنا واجب ہے اور ان گناہوں کی انجام دہی سے جو اجرت یا نفع حاصل ہو وہ ملک خبیث ہے، اگر مالک معلوم ہو تو اسی کو واپس کرنا ورنہ بلانیت ثواب صدقہ کر دینا واجب ہے۔ ان کا استعمال حلال نہیں۔

یأتی علی الناس زمان ان لایبالی المرء ماا خذمنه امن الحلال أم

من الحرام (بخاری کتاب البیوع رقم الحدیث ۳۰۵۹)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ کھانے میں حلال وحرام کی تمیز باقی نہیں رہے گی۔ (پس جو ملا کھالیا اس کی کوئی پرواہ نہیں حلال ہے یا حرام)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعیس عبدالدینار والدرھم. القطیفة والخمیصة، ان اعطی رضی وان لم یعط لم یرض.

(بخاری: ۲۸۸۶)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا شخص ہلاک اور ناکام ہو جو درہم و دینار اور لباس اور کھانے پینے کا غلام بنا رہتا ہے، اگر ملی تو خوش ہے۔ اگر محروم رہے تو ناراض رہتا ہے۔ (بخاری)

لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ حلال وحرام کی پہچان حاصل کرے تا کہ اپنے کو حرام کاری اور حرام خوری سے بچا سکے، تجارت میں حلال طریقہ اختیار کرے حرام چیزوں کی تجارت یا حرام طریقہ تجارت سے اجتناب کرے کہیں ایسا نہ ہو دن بھر محنت کر کے شام کو حرام لقمہ پیٹ میں ڈالنا پڑے، جبکہ حدیث میں آتا ہے کہ جسم کا جو حصہ حرام غذا سے پرورش پائے وہ جہنم کی آگ میں جلنے کے زیادہ لائق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی حفاظت فرمائے۔ بہت خطرناک بات ہے۔ دنیا کی چند روزہ زندگی تو جیسی تیسی گزر ہی جائے گی، اصل فکر تو آخرت کی کرنی ہے، اللہ تعالیٰ سب کو رزق حلال نصیب فرمائے۔ اور حرام غذا سے بچائے۔

ٹی وی، وی سی آر وغیرہ کی مرمت کا پیشہ

موجودہ زمانہ میں بعض لوگ ٹی وی وغیرہ کی تجارت کرتے ہیں اور بعض ان کی

مرمت وغیرہ کا پیشہ اختیار کرتے ہیں۔ چونکہ اس میں گناہ کے کام میں تعاون ہے جبکہ شرعًا گناہ کے کام میں تعاون بھی ناجائز ہے۔اسی لیے فقہاء کرام نے فرمایا کہ ٹیلی ویژن کی تجارت اسی طرح اسکی مرمت وغیرہ کا پیشہ اختیار کرنا مکروہ تحریمی ہے، اجتناب کرنالازم ہے۔

فان من قال بكراهة بيع الجارية المغنية والامرد ممن يعصى به وامثاله فقداصاب (الى قوله) ومن قال بجوازها اراد جواز العقد بمعنى الصحة لاالجواز بمعنى رفع الإثم (الى قوله) ومن صرح برفع الإثم أيضا كمافى عبارة المبسوط اولافهو مقيد بما اذالم يعلم من شرائه واستيجاره لفعل المعصية قصدا كاجاره البيت من الذمى والفاسق فان الإجارة وقعت على نفس السكنى قصدا ولا إثم فيه الخ

(جواهر الفقه : ج ۲،ص ۴۵۴)

فائدہ مند مشورہ

حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا حتی الامکان ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی تجارت اور مرمت کا پیشہ اختیار کرنے سے اجتناب کیجئے۔اگر خدانخواستہ کسی مجبوری سے آپ اس میں مبتلا ہیں تو اپنے خالق کے سامنے گناہوں پر ندامت کے ساتھ اعتراف جرم کر کے توبہ واستغفار کرتے رہیے اور اس کی بجائے کسی جائز پیشہ کی دعا اور کوشش جاری رکھئے ،فقط واللہ الموفق۔(احسن الفتاوٰی: ج۶/۵۴۴)

فوٹوگرافی کی اجرت کا حکم

مصوری یا فوٹوگرافی کا پیشہ اختیار کرنا شرعًا ناجائز ہے اور اس سے حاصل ہونے والی آمدن بھی حرام ہے، البتہ بے جان چیزوں کی تصویر کشی شرعًا جائز اور اس کی اجرت

بھی حلال ہے۔

عن سعید بن ابی الحسن قال کنت عندابن عباس اذجاءہ رجل فقال یاابن عباس انی رجل انما معیشتی من صنعة یدی وانی اصنع هذه التصاویر فقال ابن عباس لااحدثک الا ماسمعت من رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من صور صورة فان الله معذبه حتی ینفخ فیه الروح ولیس بنافخ ابدا فربا الرجل ربوة شدیدة واصفر وجهه فقال ویحک ان أبیت الا ان تصنع فعلیک بهذا الشجروکل شئ لیس فیه روح. (رواه البخاری مشکٰوة باب التصاویر)

حضرت سعید ابن ابوالحسن رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر تھا کہ اتنے میں ایک شخص نے آ کر عرض کیا اے ابن عباس! میں ایک ایسا شخص ہوں کہ ہاتھ کی محنت سے گزراوقات کرتا ہوں اور میں تصویر سازی کا عمل کرتا ہوں (کیا میری یہ آمدنی حلال ہے؟) تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہمانے جواب میں فرمایا کہ اس سلسلہ میں آپ کوایک حدیث سناتا ہوں۔

چنانچہ روایت بیان کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جوشخص بھی جاندار کی کوئی تصویر بنائے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کواس وقت تک عذاب دے گا کہ وہ اس تصویر میں روح پھونکے لیکن وہ شخص کبھی اس تصویر میں جان ڈالنے پر قادر نہ ہوگا۔

یہ حدیث سن کر سائل پرخوف طاری ہوااس کا چہرہ زرد پڑ گیا، پھرابن عباس رضی اللہ عنہمانے فرمایا کہ اگر مجبوری ہوتو بے جان اشیاء کی تصویر سازی کا عمل اختیار کرو، جیسے درخت وغیرہ۔ (صحیح بخاری)

ناجائز ملازمت چھوڑنے کا آسان نسخہ

گانے بجانے کا پیشہ یا گانے کے آلات (ٹی وی ، وی سی آر، موسیقی وغیرہ) مرمت کرنے یا بنانے کا پیشہ یا سینما وغیرہ میں ملازمت جیسے ناجائز ذریعہ آمدن کو چھوڑ کر جائز اور حلال ذریعہ آمدن اختیار کرنا بظاہر مشکل معلوم ہوتا ہے، کیونکہ پیشہ اختیار کر لینے کے بعد ایک تو اس گناہ کے کام سے آدمی مانوس ہو جاتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ گناہ کی نفرت دل سے نکل جاتی ہے۔ جس گناہ کی نفرت دل میں بیٹھ جائے اس کو چھوڑنا آسان ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا واقعہ مذکور ہے کہ ان کو ایک مرتبہ نگون کے تاجر برادری نے وعظ کی دعوت دی انہوں نے شروع میں خطبہ کے بعد ارشاد فرمایا کہ آپ حضرات کا معمول ہے کہ ہر ماہ کسی نہ کسی عالم کو دعوت دے کر وعظ کہلواتے ہیں، اس سلسلہ میں مجھے بھی بلوایا گیا۔ آج میں ایک عجیب بات کہتا ہوں وہ یہ کہ یہاں آ کر ہر واعظ آپ حضرات کو سود چھوڑنے کی ترغیب دیتے ہیں اس کی مذمت بیان کرتے ہیں، لیکن میں آپ لوگوں سے کہتا ہوں کہ خوب سود کھایا کریں، اب میری بات سن کر آپ لوگوں کو تعجب تو ہو رہا ہوگا، لیکن میں نے یہ بات اس لیے کی کہ میں آپ لوگوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ کے اس مجمع میں کوئی ایسا تاجر ہے جس نے کسی عالم کی تقریر سن کر سود خوری سے توبہ کر لی ہو اور اپنی تجارت کو سود سے پاک کرنے کا عزم کر لیا ہو اگر ہے تو کھڑے ہو کر زیارت کروائیں کوئی بھی کھڑا نہیں ہوا تو فرمایا یہ بڑی فکر کی بات ہے کہ مسلمان ہو کر سودی کاروبار کرے کیونکہ قرآن وحدیث میں اس پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، لیکن مسلمان ہونے کے باوجود تاجر اس کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں، اس کی وجہ یہی ہے کہ اس عظیم گناہ کی قباحت دل میں نہیں اس بدترین گناہ کو ہلکا سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے آج میں یہ بات کہہ رہا ہوں کہ

جب تک سود سے آپ کی تجارت پاک نہ ہو جائے، اس وقت تک یہ عمل کرلیا کریں کہ رات سوتے وقت دو چار مرتبہ اللہ میاں سے کہہ لیا کریں۔ یااللہ دن بھر پاخانہ کا کاروبار کرتا رہا اور پاخانہ ہی کھاتا رہا یااللہ تو معاف فرمادے۔ اس طرح جب گناہ کی نفرت دل میں پیدا ہوجائے گی تو اس کو چھوڑنا آسان ہوگا، ہر گناہ کا یہی معاملہ ہے کہ گناہ کو گناہ نہیں سمجھا جاتا اسلیے ہر ناجائز ملازمت اور ناجائز پیشہ والے افراد بھی اس نسخہ کو استعمال کریں تو انشاءاللہ بہت جلد گناہ چھوڑنے کی ہمت پیدا ہوگی اور حلال کھانے کی فکر پیدا ہوگی۔

شیرز کی خرید وفروخت

اس وقت ایک کاروبار شیرز کا بھی چل رہا ہے، مسلم ممالک میں بھی یہ کاروبار زوروں پر ہے، کیا شیرز کی خرید وفروخت جائز ہے؟ نیز شیرز کی مارکیٹ اسٹاک ایکسچینج میں ایک دلال یعنی بروکر (broker) کی حیثیت سے کام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ شیرز کے کاروبار کی آمدنی حلال ہے یا نہیں، اس کی تفصیلی حکم یہ ہے کہ

۱۔ جس کمپنی کا اصل کاروبار حرام ہو، مثلاً سودی بینک، انشورنس کمپنی یا شراب کی خرید وفروخت جیسا حرام کاروبار کرنے والی کمپنی، اس کے شیئرز خریدنا حرام ہے، البتہ اگر کمپنی کا اصل کاروبار تو حلال ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ ضمنی طور پر سودی لین دین بھی کرتی ہے، مثلاً بینک میں پیسہ رکھ کر سود حاصل کرتی ہے اور اسے حلال نفع میں شامل کرتی ہے (آج کل شاید ہی کوئی کمپنی اس سے محفوظ ہو) تو ایسی کمپنی نے ابتداء جو شیئرز جاری کئے انہیں دو شرطوں سے خریدنا جائز ہے:

(۱)...... شیئرز خرید کر اس کمپنی کا حصہ دار بننے والا (شیئر ہولڈر) چونکہ اس سودی معاملے میں کمپنی کا معاون ومددگار بن رہا ہے اور اس کا پیسہ بھی اس گناہ میں استعمال ہورہا ہے لہٰذا اس پر واجب ہے کہ اپنی استطاعت کے بقدر اس کمپنی کے شرکاء

کے سالانہ اجلاس(Annual generl Meeting) میں سود کے خلاف آواز ضرور اٹھائے یا کم از کم ہر مرتبہ کے اجلاس میں ایک بار اس بات کا اظہار ضرور کرے کہ وہ اس سودی معاملے پر راضی نہیں یا ای میل کے ذریعے سے کمپنی کو خط لکھا کرے کہ وہ سودی لین دین کو یکسر ختم کردے۔ اگرچہ اس کی اس رائے اور آواز پر کان نہ دھرا جائے مگر یہ اپنا فرض ادا کرتا رہے۔

(۲)...... شیئر ہولڈر کمپنی کی ویب سائٹ پر انکم اسٹیٹمنٹ کے ذریعے یہ جاننے کی کوشش کرے کہ اس کمپنی نے کل نفع میں سے کتنے فی صد نفع سود کی مد میں حاصل کیا ہے؟ چنانچہ شیئر ہولڈر نفع وصول کرنے کے بعد اپنے حصے کے تناسب سے اپنے نفع میں سے سودی نفع کے بقدر رقم فقراء پر بلانیت ثواب صدقہ کردے، اگر سودی نفع کی مقدار کے بارے میں تحقیق وجستجو کے باوجود بھی علم نہ ہو سکے تو اندازے سے رائے قائم کرے اور جتنی مقدار کا گمان غالب ہو، وہ صدقہ کرے۔

یہ شرائط تو اس شخص کے بارے میں تھیں جو کمپنی کی طرف سے جاری کردہ شیئر اس سے براہ راست لے کر گھر بیٹھے نفع حاصل کرنا چاہتا ہو البتہ جب کمپنی نے ایک مرتبہ تمام شیئرز جاری (Subscribe) کردیئے اور اب کوئی شخص ان کی خرید وفروخت کے ذریعے نفع کمانا چاہتا ہے تو اس کاروبار کے جواز کے لئے مزید تین شرطیں ہیں:

(۱)...... کمپنی نے شیئرز جاری کرکے حاصل ہونے والی رقم سے کچھ خام مال یعنی عمارت وغیرہ خرید لی ہو، یعنی کمپنی کے منجمد اثاثے(Fixed Assets) وجود میں آچکے ہوں، کل اثاثے محض نقد (کرنسی) کی صورت میں نہ ہوں، بصورت دیگر شیئرز کی اصل قیمت پر خرید وفروخت تو جائز ہوگی، کمی بیشی پر نہیں، نیز شیئر کی قیمت پر قبضہ بھی اس مجلس میں ضروری ہوگا، ادھار پر معاملہ جائز نہ ہوگا۔

(۲)...... شیئرز سرٹیفکیٹ پر قبضہ (Delivery) ہو چکا ہو، یا کسی بھی طرح یقینی طور پر شیئر ہولڈر کی بقدر حصص ملکیت کمپنی میں ثابت ہو چکی ہو، جس کی علامت یہ ہے کہ کمپنی کو اگر بالفرض نقصان ہو تو اس نقصان کا ضمان قانوناً شیئر ہولڈر پر بھی آتا ہو، چنانچہ شیئرز پر حقیقۃً قبضہ کے بغیر یا یقینی طور پر ملکیت ثابت ہوئے بغیر انہیں آگے بیچنا جائز نہیں۔

بعض حضرات کا شیئرز کی خرید فروخت سے متعلق پورے معاملے میں درحقیقت خریدنا اور بیچنا بالکل مقصود ہی نہیں ہوتا، لہٰذا ان کے پیش نظر سرٹیفکیٹ وصول کرنا ہوتا ہی نہیں اور نہ ہی یہ حضرات سرٹیفکیٹ وصول کرتے ہیں، بلکہ محض زبانی کلامی اس پوری کاروائی سے مقصد انتہاء اور نتیجہ کے اعتبار سے فرق (Differnece) برابر کرنا ہوتا ہے، تو یہ صورت بھی جوا اور سٹہ بازی ہونے کی وجہ سے بالکل حرام ہے۔

(۳)...... سپاٹ سیل کرے، شارٹ سیل، فارورڈ اور فیوچر سیل اور ہجنگ (جن کی تفصیل نمبر۲ میں آرہی ہے) جائز نہیں۔

۲۔ اسٹاک ایکسچینج میں بحیثیت دلال (Broker) کام کرنا جائز ہے یا نہیں؟

اس کا مدار ان معاملات پر ہے جو ایک دلال انجام دیتا ہے، چنانچہ ہماری معلومات کے مطابق ایک Broke بحیثیت دلال شیئرز کی خرید وفروخت سے متعلق کاروبار میں شیئرز بیچنے والوں اور خریدار حصص کے درمیان پانچ طرح سے رابطے کا کام دیتا ہے۔

(۱) حاضر سودا (Spotsale):

خرید وفروخت کی دلالی کا عام اور سادہ طریقہ کہ دلال اپنے تعلقات اور معلومات کی بناء پر کسی شخص سے شیئرز کی قیمت وصول کر کے یا اس وصولی کے لیے آئندہ کوئی تاریخ معین کر کے اس کے لئے کسی شیئر ہولڈر سے شیئرز خرید کر اس کے حوالے کرتا ہے اور اس دلالی پر اس شخص سے متعین معاوضہ (کمیشن) وصول کرتا ہے۔

(۲) بعض اوقات خریدار کے پاس رقم نہیں ہوتی تو دلال کمیشن کے حصول کے

لئے اس کی طرف سے شیئرز کی قیمت کا کل یا بعض حصہ ادا کر کے اس کے لئے شیئرز خرید کر اس کے حوالے کر دیتا ہے، پھر کچھ دنوں تو خریدار کو قیمت کی ادائیگی کی مہلت بلا سود ہوتی ہے، اس کے بعد دلال اس سے سود وصول کرتا ہے، اسے اصطلاح میں (Sale on margin) کہتے ہیں۔

(۳) بیع غیر مملوک(Short Sale):

دلال خریدار کو کمیشن کے لالچ میں ایسے شیئرز فروخت کر دیتا ہے جنہیں اس نے خود بھی ابھی تک نہیں خریدا، محض اس توقع یا یقین پر کہ بعد میں خرید لوں گا۔

(٤) دلال اور خریدار کے درمیان خرید وفروخت سے متعلق معاملے کی نسبت مستقبل یعنی آیندہ آنے والی کسی مقررہ تاریخ کی طرف ہوتی ہے، یعنی دونوں کے درمیان خرید وفروخت کا معاملہ تو طے ہو گیا مگر اس مقررہ تاریخ سے قبل سودا وجود پذیر نہ سمجھا جائے گا، اسٹاک ایکسچینج کی اصطلاح میں اسے(Forward Sale:البیع المضاف الی المستقبل) کہتے ہیں۔

(٥) دونوں کے درمیان نمبر ۴ کی طرح خرید وفروخت سے متعلق معاہدے کی نسبت مستقبل کی طرف ہوتی ہے مگر مقررہ تاریخ پر قبضہ مقصود ہی نہیں ہوتا، مقررہ تاریخ آنے پر دونوں نفع ونقصان کا فرق برابر کر لیتے ہیں، مثلاً شیئرز کی قیمت مقررہ تاریخ پر اگر بڑھ گئی تو دلال خریدار کو شیئرز کی بجائے زائد رقم دے گا اور اگر قیمت گھٹ گئی تو اتنی رقم اس سے لے گا، اس معاملے کو اصطلاح میں(Future Sale) سٹہ کہتے ہیں۔

ان تمام صورتوں میں صرف پہلی صورت جائز ہے، بقیہ چاروں صورتیں بیع فاسد، جوا(سٹہ) یا سود پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہیں، لہٰذا اسٹاک ایکسچینج میں اگر کوئی شخص بروکر(Broker) کی حیثیت سے کام کر کے خود کو ان معاملات کا مرتکب ہونے سے بچا سکتا ہے جو ناجائز اور حرام ہیں تو اس کے لئے اس ادارے میں ملازمت

جائز ہے اور اگر ممکن نہیں تو حصص کی دلالی کا کام نہ کرے اور خود کو حرام میں مبتلا ہونے سے بچائے۔ (ماخوذ از رجسٹر نقل فتاویٰ، دارالافتاء والارشاد کراچی)

میراث کے مال پر اکیلا قبضہ کر لینا

حرام مال کے حکم میں یہ بھی داخل ہے کہ ورثا میں سے کوئی وارث یا غیر وارث میراث کے مال پر قبضہ کر کے دوسرے ورثا کو حق میراث سے محروم کردے۔ بعض علاقوں میں یہ غلط خلاف شرع رواج عام ہو گیا ہے کہ بہنوں کو میراث نہیں دیتے، بعض علاقوں میں بیوہ کو محروم کرتے ہیں، بعض دفعہ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ رشتہ دار نابالغ یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں۔ بہر حال کسی بھی طریقہ سے دوسرے ورثا کے حق میراث کو دبا لینا شرعاً یہ حرام ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس پر سخت وعید آئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إن الذين يأكلون أموال اليتمٰى ظلما إنما يأكلون في بطونهم نارا وسيصلون سعيرا﴾ (سورة النساء)

''بلاشہ جو لوگ یتیموں کا مال کھاتے ہیں اور کچھ نہیں، اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں، عنقریب دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔''

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''من قطع ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة.'' (رواه ابن ماجه والبيهقي في شعب الإيمان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اپنے وارث کا حق مارا، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے اس کے حصے سے محروم کریں گے۔

وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أخذ شبرا من الأرض

ظلما فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين. (رواه الشيخان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی کی زمین سے ظلما ایک بالشت جگہ غصب کرلی اس کو قیامت کے روز ساتوں زمینوں سے اس کا طوق پہنایا جائے گا۔ (بخاری ومسلم)

توان ارشادات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ میراث کا مال ناحق کھا جانا کس قدر خطرناک ہے، اس لئے اگر کسی نے یہ غلطی کرلی تو اس کی توبہ ہے کہ فوری طور پر ہر وارث کو اس کا شرعی حق دیدیا جائے۔ اب تک جو کوتاہی ہوئی اس پر اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگے اور ورثہ سے بھی اگر کسی وارث کا انتقال ہوگیا تو مال میراث کا اس مرنے والے کے شرعی ورثا کے حوالہ کیا جائے۔

ڈکیتی کا حرام ہونا

لوگوں نے مال حاصل کرنے کا ایک طریقہ ڈکیتی لوٹ مار کو بھی بنالیا ہے اب ڈکیتی معمولی نوعیت کی ہو مثلاً موبائل لے لیا، یا تھوڑی بہت رقم چھین لی، یا کسی بڑی نوعیت کی ہو، دونوں ہی بہت سنگین جرم ہے اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضگی کا سبب ہے اس سے حاصل ہونے والے مال کا استعمال قطعی طور پر حرام ہے۔ ایسے جرائم پیشہ افراد ہر حکومت کے باغی ہونے کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے بھی باغی ہیں، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ اسلام اور مسلمانوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

ترمذی شریف کی روایت ہے: "من نهب نهبة فليس منا" کہ جس شخص نے دوسرے شخص کی کوئی چیز لوٹ لی وہ ہم میں سے نہیں۔"

تو سوچنے کی بات ہے کہ ڈاکو، لوٹ مار کرنے والے کے متعلق جب رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے جرائم پیشہ افراد کا میری جماعت سے کوئی تعلق

نہیں تو اس کا تعلق کس جماعت سے ہوگا لہٰذا ایک مسلمان کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ دوسرے کے مال پر ناجائز طریقہ سے قبضہ نہ کرے، لوٹ کسوٹ جیسے بری حرکت سے پرہیز کرے۔

اب تک اگر کوئی شخص اس جرم کا ارتکاب کرتا رہا تو اسکے لئے توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے، اور جن لوگوں کا مال غصب کیا ان کے مال ان تک پہنچادے، اگر مالک معلوم نہ ہو یعنی یاد نہیں رہا کہ کس کس سے مال لیا تو جتنے لوگوں کا پتہ معلوم ہے ان تک اگر وہ نہ ملیں تو ان کے ورثا تک پہنچانا ضروری ہے۔ جن لوگوں سے مال غصب کیا تھا ان تک مال پہنچانا ممکن ہوتے ہوئے صدقہ کرنا کافی نہیں ہے، ہاں اگر مالک معلوم نہ ہو تو اس حرام مال سے بری الذمہ ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ جتنا مال غصب کر کے کھایا ان کا حساب لگا کر ثواب کی نیت کئے بغیر فقراء مساکین کو دیدیا جائے اکٹھا اگر نہ دے سکے تو تھوڑا تھوڑا کر کے کئی دفعہ میں دیدے یہ بھی درست ہے۔ بہر حال مال واپس کرنا ضروری ہے مال واپس کئے بغیر صرف زبانی توبہ کافی نہیں ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھے۔

جو اوروں پر ظلم کرتا ہے خود بھی جلتا ہے ضرور ہے
شمع جلتی رہے پروانے جل جانے کے بعد

حرام پیسوں سے تجارت کا حکم

اس دور میں کاروبار کی ایک شکل یہ ہے کہ حرام مال سے مثلاً سود کی رقم، یا بینک ملازم کی تنخواہ یا رشوت کی رقم وغیرہ جو حرام مال ہے اس سے خود کوئی جائز کاروبار شروع کرے، یا اسکی اولاد میں سے کوئی کاروبار کرے تو کیا اس حرام مال سے تجارت کے ذریعہ حاصل ہونے والی آمدنی حلال ہے یا نہیں؟ تو سمجھ لینا چاہئے چونکہ اس کی بنیاد حرام پر ہے اس لئے آمدنی بھی حرام رہے گی اگر چہ اس سے کوئی جائز کاروبار کیا گیا۔

لہٰذا اس سے حاصل ہونے والی آمدنی کا استعمال جائز نہیں بلکہ بلانیت ثواب صدقہ کردینا لازم ہے نیز اصل حرام مال جسکو تجارت میں لگایا، اگر اسکا مالک معلوم ہوتو اسکو ورنہ اسکے ورثا کو لوٹایا جائے گا، مالک نہ ملنے کی صورت میں بلانیت ثواب صدقہ کردینا لازم ہے، الغرض اصل حرام اور اس پر حاصل ہونے والی آمدنی دونوں کوملک سے نکال دینا ضروری ہے۔

وفی الهداية ۳/۳۷۵:

ومن غصب عبدا فاستغله فنقصته الغلة فعليه الضمان، ويتصدق بالغله لأنه حصل بسبب خبيث وهوللتصرف فى ملك الغير. فلوهلك العبد فى يدالغاصب حتى ضمنه له أن يستعين بالغلة فى اداء الضمان لإن الخبيث لأجل الضمان، ولهذا لوادى إليه يباح له التناول وينظر أيضا. ۳/۳۷۵، والبدائع ۶/۱۴۹، والكنزمع البحر ۸/۲۰۲)

سودی رقم سے کئے ہوئے کاروبار کو پاک کرنے کا طریقہ

ایک شخص نے سودی رقم سے کاروبار شروع کیا، کاروبار میں کچھ ترقی ہونے کے بعد پتہ چلا کہ اصل رقم کی طرح اسکی آمدنی بھی حرام ہے تو اب توبہ کا طریقہ کیا ہوگا؟ تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس پر لازم ہے کہ توبہ کرے نیز اصل اور آمدن دونوں بلانیت ثواب صدقہ کردے اگر ایک دم سارا صدقہ کرنا ممکن نہ ہوتو بقدر ضرورت مال اپنے پاس رکھ کر باقی صدقہ کردے۔ جتنا اپنے پاس رکھا ہے اسکی مالیت معلوم کریں آئندہ جونفع آتا رہے اس میں سے تھوڑا تھوڑا کرکے، صدقہ کرتا رہے جب وہ مالیت پوری ہوجائے تو کاروبار پاک ہوجائے۔ بشرطیکہ کاروبار خود حلال ہو۔

وفی الشامية قال: ویردونها علی اربهاإن عرفوهم وإلا تصدقوا بهالأن بسبیل کسب الخبیث التصدق إذا تعذر الرد علی صاحبه. (ردالمختار ۶/۳۸۵)

حرام کمائی والے کے ہاتھ مال فروخت کرنا

کسی دوکاندار کو یقینی طور پر معلوم ہوجائے کہ خریدار کے پاس قیمت ادا کرنے کے لیے حرام رقم کے سوا کوئی حلال رقم نہیں ہے تو کیا اس کے ہاتھ مال فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں تو خوب سمجھ لینا چاہئے اگر معلوم ہوجائے کہ خریدار قیمت میں حرام رقم ہی دے رہا ہے تو اس کے ساتھ معاملہ کرنا جائز نہیں الّا یہ کہ اس سے حلال رقم دینے کا مطالبہ کیا جائے۔ اگر مجبورًا مال فروخت کرنا پڑا اور رقم لے لی اب دکاندار کے لیے اس کا استعمال حرام ہے۔ اس کو صدقہ کردینا لازم ہے۔ باقی ہر گاہک سے یہ معلوم کرنا ضروری نہیں کہ آپ کی رقم حلال کی ہے یا حرام کی؟

وفی الدرالمختار قال: وفی الاشباه: الحرمة تنتقل مع العلم للوارث، تحته، ومانقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لایتعدی الی ذمتین سالت عنه الشهاب ابن الشبلی فقال هومحمول ماااذا لم یعلم بذلک امامن رأي المکّاس یاخذ من احدشیأ من المکس ثم یوطیه آخرثم یاخذمن ذلک اخرفهوحرام. (الذرالمختار مع الردالمحتار ۶/۳۵۵)

بینک سے سودی قرض لے کر تجارت کرنا حرام ہے

آج کل کاروبار کے لیے لوگ بینک سے بڑی تعداد میں سودی قرض لیتے ہیں اس

سے بڑے بڑے کارخانے، فیکٹریاں یا عمارتیں تعمیر کرتے ہیں اور سالوں سود ادا کرتے رہتے ہیں۔ تو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ جس طرح سود لینا حرام ہے دینا بھی حرام ہے لہٰذا اس طرح کا سودی معاملہ شرعًا ناجائز اور حرام ہے اور ابتک جو معاملات ہوتے رہے ہیں ان پر سچے دل سے توبہ واستغفار کرنا لازم ہے، اور جتنی جلدی ممکن ہوسکے قرض کو واپس کرنے کی کوشش کرے اور سودی معاملہ ختم کردے۔ باقی چونکہ یہ شخص قرض کی رقم کا مالک بن گیا ہے اس لئے اس سے حاصل ہونے والا نفع حلال رہے گا۔

ویملک المستقرض القرض بنفس القبض عندهمااى الإمام ومحمد وفيه والقرض لايتعلق بالجائز من الشروط فالفاسد منها لايبطله ولكنه يلغوشرط ردشيئ آخر، وكذا فى امدادالفتاوى ۳/۱۶۹

وقال لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم أكل الربوى ومؤكله وكاتبه وشاهديه وقال وهم سواء(مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے کھلانے والے سود لکھنے والے اس پر گواہ بننے والے پر فرمایا کہ گناہ میں سب برابر کے شریک ہیں۔ (مسلم)

رشوت ستانی

کسی صاحب منصب کا اپنے منصب سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے رشوت وصول کرنا اس کو بھی کمائی کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ انتہائی ناپسندیدہ فعل ہے اسی لئے رشوت لینے اور دینے کو حرام قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ:

﴿وترى كثيرا منهم يسارعون فى الإثم والعدوان واكلهم

السحت لبئس ما كانوا يعملون﴾(مائده: ٦٢)

تو دیکھے گا بہتوں کو ان میں سے کہ دوڑتے ہیں گناہ پر ظلم اور حرام کھانے پر بہت برے کام ہیں جو وہ کر رہے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حرام مال کھانے کی جو مذمت کی گئی ہے اس میں رشوت خوری بھی داخل ہے۔

لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم :الراشي والمرتشي ،رواه ابوداود وابن ماجة والترمذي و البيهقي واحمدعن ثوبان وزاد الرائش يعنى الذى يمشي بينهما

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور لینے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (ابوداود وابن ماجہ)

اور ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ بھی زیادہ ہے (اور لعنت فرمائی ہے) اس شخص پر جو ان دونوں کے درمیان ہو (معاملہ طے کرنے والا) ہو۔ (احمد وبیہقی)

رشوت کی تعریف:

رشوت بکسر راء وہ مال جو اپنے موافق فیصلہ کروانے کے لیے دیا جائے۔

حضرت ابن عطیہ نے رشوت کی جامع تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے:

اخذ الاموال على فعل مايجب على الاخذفعله اوفعل مايجب عليه تركه (تفسير بحر محيط :٥٣٣/٤، دستور العلماء : ١٣٦/٢)

یعنی جس کام کا کرنا اس کے ذمہ واجب ہے، اس کے کرنے پر معاوضہ لینا یا جس کام کا چھوڑنا اس کے ذمہ لازم ہے اس کے کرنے پر معاوضہ لینا رشوت ہے۔

رشوت کی جائز صورتیں:۔

سوال: آج کل ہر طرف رشوت کا بازار گرم ہے، کئی مواقع ایسے آتے ہیں کہ

شریف آدمی بھی رشوت دینے پر مجبور ہوجاتا ہے، جواز عدم جواز کے مواقع معلوم نہ ہونے کی وجہ سے سخت پریشانی ہوتی ہے اور بسا اوقات خاصا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

اس لیے کوئی ایسا جامع ضابطہ بیان فرمادیں جسے سامنے رکھ کر ہر موقع کا حکم معلوم ہوجائے تاکہ احکام شرعیہ کی پابندی اور نافرمانی سے بچنے کا اہتمام کیا جاسکے۔ حضرت مفتی رشید احمد رحمہ اللہ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

رشوت لینے دینے کی مختلف صورتیں ہیں، ہر ایک کا حکم لکھا جاتا ہے۔

1۔ حکومت سے قضاء یا اس جیسا کوئی منصب حاصل کرنے کے لیے۔

2۔ حاکم سے کوئی فیصلہ کروانے کے لیے۔

3۔ اعانت علی الظلم کے لیے۔

ان تینوں صورتوں میں رشوت لینا بھی حرام ہے اور دینا بھی۔

حاکم سے منع حق کا خطرہ ہو تو اس کو دفع ظلم کے لیے رشوت دینا بھی جائز نہیں، اس لیے کہ اس سے حاکم کی عادت بگڑے گی جو پوری قوم پر ظلم کا باعث بنے گی۔

فهذا داخل في قاعدة: "ان الضرر الخاص يتحمل لدفع الضرر العام."

4۔ جس سے ضرر کا اندیشہ ہو اسے رشوت دینا جائز ہے، البتہ اس کے لیے لینا حرام ہے۔

5۔ دفع مضرت یا جلب منفعت کے لیے درمیان میں واسطہ بننے والے یعنی صرف سفارش کرنے والے کو رشوت دینا جائز ہے، آخذ کے لیے لینا جائز نہیں، البتہ اگر درمیانی واسطہ کے ذمہ کوئی کام لگایا جائے تو اس کے لیے اس کام کی اجرت لینا جائز ہے، بشرطیکہ وہ یہ کام کرنے پر بنفس خود قادر ہو، بقدرت غیر کا اعتبار نہیں۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: وفي الفتح الرشوة اربعة: اقسام منها ما هو حرام على الاخذ والمعطي وهو الرشوة على

تقليدالقضاء والامارة الثاني: ارتشاء القاضي ليحكم وهو كذلك ولوالقضاء بحق لانه واجب عليه ،الثالث :اخذالمال ليسوى امره عندالسلطان دفعاللضرر اوجلبا للنفع وهوحرام على الاخذفقط وحيلة حلها ان يستأجره يوما الى الليل اويومين فتصيرمنافعه مملوكة ثم يستعمله فى الذهاب الى السلطان للامر الفلاني وفي الاقضية قسم الهدية وجعل هذا من اقسامها فقال حلال من الجانبين كالاهداء للتوددوحرام منهما كالاهداء ليعينه على الظلم وحرام على الاخذفقط وهوان يهدى ليكف عنه الظلم والحيلة ان يستأجره الخ قال اي في الاقضية هذا إذاكان فيه شرط اماإذاكان بلاشرط لكن يعلم يقينا أنه إنمايهدي ليعينه عندالسلطان فمشا يخنا على أنه لابأس به ولوقضى حاجته بلاشرط ولاطمع فاهدى اليه بعدذلك فهوحلال لابأس به ومانقل عن ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه من كراهيته فورع الرابع مايدفع من دفع الخوف من المدفوع إليه على نفسه او ماله حلال للدافع حرام على الأخذ لأن دفع الضررعن المسلم واجب ولا يجوزأخذ المال ليفعل الواجب اهـ مافى الفتح مخلصا.(ردالمحتار: ۴/۳۰۳)(ماخوذ ازأحسن الفتاوی)

رشوت دے کر نوکری حاصل کرنا

بعض لوگ رشوت دے کر نوکری حاصل کرتے ہیں، جبکہ رشوت لینا اور دینا دونوں حرام ہیں، لیکن بعض آدمی رشوت دینے پر مجبور ہوتے ہیں اس کے بغیر نوکری کا حصول مشکل ہو جاتا ہے، سرکاری افسران رکاوٹ ڈالتے ہیں، ایسی صورت میں دفع ظلم کے لیے

رشوت دی جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مواخذہ نہیں فرمائیں گے، باقی رشوت دے کر جو نوکری حاصل کی گئی ہو اس کی تنخواہ کا حکم یہ ہے کہ اگر اس ملازم میں کام کی اہلیت موجود ہے اور جو کام اس کے سپرد کیا گیا اس کو ٹھیک ٹھیک انجام دیتا ہے تو اس کی تنخواہ حلال ہے اگر وہ اس کا اہل ہی نہیں، یا کام ٹھیک انجام نہیں دیتا تو تنخواہ حلال نہیں ہوگی۔

مال حرام اور مخلوط مال سے نفع حاصل کرنے کا حکم:

جو مال حلال اور حرام سے اس طرح مخلوط ہو کہ ایک دوسرے سے ممتاز نہ ہو تو ایسی صورت میں خلط کرنے والا تمام مال کا مالک بن جاتا ہے، البتہ جتنا مال حرام کا ہے اس کا ضمان ادا کرنا اس پر واجب ہے۔ جب تک اس کا ضمان ادا نہ کرے یا ضمان کو اپنے ذمہ لازم نہ کرلے اس وقت تک اس مال مخلوط میں کسی قسم کا تصرف کرنا اور اس سے کسی طرح بھی نفع اٹھانا جائز نہیں اور جو مال خالص حرام ہے اس کا حکم بھی بطریق اولیٰ یہی ہے۔

اور اگر کوئی شخص اس غالب حرام والے مال مخلوط یا خالص حرام مال کے ذریعہ کاروبار کرکے نفع حاصل کرتا ہے تو وہ نفع چونکہ اس کے لیے حلال نہیں ہے اس لیے اس نفع کو اصل رقم کے ساتھ اصل مالک یا اس کے ورثا کو لوٹانا ضروری ہے، اصل مالک یا اس کے ورثا کے موجود نہ ہونے یا نہ ملنے کی صورت میں اس کی طرف سے صدقہ کرنا واجب ہے۔ للخبث فیہ۔

اور اگر مخلوط مال کی اکثریت حلال ہو تو پھر اس میں تصرف کرنا اور کاروبار کرکے نفع اٹھانا جائز ہے اور اس کے ذریعہ کاروبار کرکے اگر کچھ آمدنی حاصل کی ہے تو وہ بھی حلال ہے تاہم جس قدر مال حرام کا شامل ہوا ہے وہ اصل مالک کو واپس کرنا ضروری ہے معلوم نہ ہونے کی صورت میں صدقہ کرنا ہوگا اور جس قدر اس حرام مال میں نفع ہوا ہے اس نفع کو صدقہ کرنا بھی لازم ہے مثلاً: دس فیصد حرام مال شامل تھا تو نفع کا دس فیصد صدقہ کرنا لازم ہوگا۔

جس ملازمت میں موقع بموقع رشوت دینی پڑے اس کا حکم

ایک شخص ایک کمپنی میں کام کرتا ہے جو درآمد برآمد کا کام کرتی ہے، کمپنی کے اس ملازم کو اس کاروبار کے سلسلہ میں مختلف مراحل میں رشوت دینا پڑتی ہے، کیا ایسی ملازمت جائز ہے۔اور ایسے شخص کے ہاں کھانا کھانے کا کیا حکم ہے؟ تو شرعی حکم یہ ہے کہ رشوت لینا دینا حرام ہے جیسے ماقبل میں حدیث گزر چکی ہے لہٰذا اس ملازم پر فرض ہے کہ اگر رشوت کے معاملہ سے بچنا ممکن نہ ہوتو اس ملازمت کو ترک کردے۔ دوسرا کوئی حلال ذریعہ معاش اختیار کرے۔ جب تک کوئی حلال ذریعہ میسر نہ ہو اس وقت تک کام کرتا رہے استغفار بھی کرتا رہے اس شخص کے ہاں کھانا بہرحال جائز ہے باقی رشوت کی جائز اور ناجائز صورتوں کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

ملازمت برقرار رکھنے کے لئے رشوت دینا:

بعض لوگ کسی سرکاری یا غیر سرکاری ادارہ میں اس کے قواعد وضوابط کے مطابق نوکری حاصل کر لیتے ہیں، لیکن دوران ملازمت افسران بالا بعض ناجائز وجوہات کی بناء پر تنگ کرتے ہیں ملازمت سے نکال دینے کی دھمکیاں دیتے ہیں اور رشوت طلب کرتے ہیں، جبکہ ملازم کے لئے اس ملازمت کے علاوہ کوئی جائز ذریعہ معاش بھی نہ ہوتو ایسی مجبوری کی حالت میں ملازمت برقرار رکھنے کے لئے حکام بالا کو رشوت دینے کی گنجائش ہے، پھر بھی اس پر استغفار کرے، تاہم حکام کے لئے یہ رشوت ہے اور اس کا لینا حرام ہے، استعمال بھی حرام ہے نیز حکام بالا کے لئے ماتحت ملازم کو بلاوجہ تنگ اور پریشان کرنا ملازمت سے فارغ کرنے کی دھمکی دے کر رشوت طلب کرنا، یہ سب امور ناجائز اور حرام ہیں، اس لئے ان کو ایسی ناجائز باتوں سے بچنا ضروری ہے۔

کسٹم ڈیوٹی سے بچنے کے لئے رشوت دینا:

لوگ بیرون ملک سے سامان منگواتے ہیں یا اپنے ساتھ سامان لاتے ہیں تو کسٹم والے اس پر قانونی ٹیکس لیتے ہیں اور عموماً حکام اس موقع پر رشوت مانگتے ہیں اور رشوت نہ ملنے کی صورت میں سامان والے کو تنگ وپریشان کرتے ہیں اور زیادہ ٹیکس عائد کردیتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے آیا ان کو رشوت دیدی جائے یا نہیں؟ تو اس بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ اگر حکومت درآمد کردہ اشیاء پر مناسب شرح سے کسٹم ڈیوٹی وصول کرتی ہے جو کہ ظلم کے دائرہ میں نہیں آتی تو ایسی صورت میں کسٹم ڈیوٹی سے بچنے کے لئے کسٹم والوں کو رشوت دینا جائز نہیں لیکن اگر کسٹم حکام بہت زیادہ کسٹم ڈیوٹی وصول کرتے ہیں جو ظلم کی حد تک پہنچتی ہے تو ایسی صورت میں دفع ظلم کی نیت سے کسٹم حکام کو رشوت دینا تاکہ وہ مناسب شرح کے ساتھ کسٹم ڈیوٹی وصول کریں، اس کی گنجائش ہے، پھر بھی اس پر استغفار کرے، البتہ کسٹم حکام کے لئے یہ رشوت ہے، ان کے لیے لینا اور استعمال کرنا بہرحال ناجائز ہے۔ (ردالمحتار: ۶/ ۴۲۱)

ٹھیکہ حاصل کرنے کے لیے رشوت دینا:

بعض ٹھیکدار سرکاری کاموں کے ٹھیکے حاصل کرنے کے لئے بسا اوقات حکام کو رشوت دیتے ہیں اور بعض حکام خود بھی رشوت مانگتے ہیں، رشوت کے بغیر ٹھیکہ کی منظوری نہیں دیتے اور پھر بلوں کو پاس کرانے پر رشوت طلب کرتے ہیں، اس صورت میں بامر مجبوری رشوت دینا جائز ہے یا نہیں؟ تو اس طرح کے ٹھیکداروں کا افسروں سے رشوت کا لین دین کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ ٹھیکداری کا کام اگرچہ جائز ہے، مگر جس جائز کام کے لئے ناجائز کا ارتکاب کرنا پڑتا ہو ایسا کام کرنا جائز نہیں، لہٰذا اگر رشوت دیئے بغیر ٹھیکہ نہ ملے اور ٹھیکہ لینے کے بعد بھی بل پاس کرانے کے لئے رشوت دینی پڑتی

ہوتو ایسا ٹھیکہ لینا جائز نہیں ہے، کسی دوسرے جائز کاروبار کو اختیار کرنا چاہئے۔ ابتک جو ہو گیا اس پر توبہ استغفار بھی کرتا رہے۔

گاڑی والے کا پولیس کو رشوت دینا:

اگر کسی گاڑی والے کے پاس گاڑی کے صحیح کاغذات، لائسنس وغیرہ نہیں، یا سرکاری ٹیکس ادا نہیں کیا یا قانونی طور پر جتنے مسافر یا مال لانے کی اجازت ہے اس سے زیادہ مسافر یا مال لادلیا یا اس قسم کی کوئی اور قانونی خلاف ورزی کی وجہ سے پولیس والے گاڑی روک لیں اور پھر گاڑی والے چالان سے بچنے کے لئے پولیس والوں کو پیسے دیں تو یہ رشوت ہے جو ناجائز ہے، یہ رشوت دینے اور لینے والے دونوں سخت گناہ گار ہوں گے۔

لیکن اگر گاڑی والے کے پاس اپنی گاڑی کے صحیح کاغذات موجود ہیں اور سرکاری ٹیکس وغیرہ ادا کرنے کی رسید بھی موجود ہے اور کسی طرح کی قانونی خلاف ورزی بھی نہیں کی، پھر بھی بلاوجہ پولیس والے تنگ اور پریشان کریں اور پیسے لئے بغیر نہ چھوڑیں یا چالان کردیں تو ان حالات میں پولیس کے ظلم سے بچنے کے لیے مجبوراً ان کو رشوت دینی پڑے تو اس کی گنجائش ہے، دینے والا گناہ گار نہیں ہوگا، لیکن پولیس والے گناہ گار ہوں گے اور ان کے حق میں یہ پیسے رشوت کہلائیں گے جو کہ حرام ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ۳/۳۳۱)

سیاہ خضاب تیار کرنا اور فروخت کرنا

خالص سیاہ خضاب کا استعمال سر میں ہو یا ڈاڑھی میں مرد وعورت دونوں کے لئے حرام ہے۔ کیونکہ حدیث میں سیاہ خضاب استعمال کرنے والوں کے لئے وعید آئی ہے۔

وعن أبي الدرداء رضي الله عنه مرفوعا من خضب بالسواد سود الله وجهه يوم القيامة (رواه الطبراني وابن ابي عاصم، كنزالعمال

۶/۱۷۶ اوجز المسالک ۶/۳۳۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو سیاہ خضاب استعمال کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کا چہرہ سیاہ کردیں گے۔

باقی سیاہ خضاب تیار کرنا اور فروخت کرنا جائز ہے کیونکہ اس کا ایک محل جواز کا بھی موجود ہے، یعنی دشمن پر ہیبت بٹھانے کے لیے مجاہدین استعمال کریں لیکن اس کی تجارت خلاف اولیٰ ہے۔ اور ایسے شخص کے ہاتھ سیاہ خضاب فروخت کرنا جائز نہیں جس کے متعلق یقین ہو کہ یہ ناجائز طریقہ سے استعمال کرے گا۔

(کمافی ردالمحتار، احسن الفتاویٰ ۸/۳۷۴)

جدید ہیئر کلر کا حکم

آج کل ہیئر کلر کے نام سے جو مہندی کا رنگ آرہا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ جو ہیئر کلر بالوں کو خالص سیاہ کردیں، اس کا استعمال مکروہ تحریمی ہے، باعث لعنت اور جنت سے محرومی کا سبب بھی ہے۔ البتہ جو ہیئر کلر بالوں کو خالص سیاہ نہیں کرتے بلکہ سیاہی مائل سرخ کرتے ہیں ان کا استعمال بلا کراہت جائز ہے، واضح رہے کہ یہ اس ہیئر کلر کا حکم ہے جن میں حرام اشیاء نہ ہوں اگر حرام اشیاء ہوں تو ان کا استعمال مطلقاً حرام ہے خواہ بالوں کو سیاہ کریں یا نہ کریں۔ (ماخوذ از خضاب کا شرعی حکم، فتوی دارالافتاء بنوری ٹاؤن کراچی)

باقی ہیئر کلر کی تجارت کا حکم وہی ہے جو خضاب کا اوپر مذکور ہوا، فی نفسہ خرید وفروخت جائز ہے اور جس کے متعلق یقین ہو کہ ناجائز استعمال کرے گا۔ اسکے ہاتھ سیاہ خضاب فروخت کرنا جائز نہیں۔

ویڈیو گیم کا شرعی حکم

ویڈیو گیمز جو کہ مغربی ممالک کے بعد اب ہمارے ملک میں بھی رواج پذیر ہیں

ویڈیو گیم کھیلنے اور دیکھنے والوں کے مشاہدے سے جہاں تک پتہ چلا اور حقیقت معلوم ہوئی کہ کھیل چند وجوہات سے شرعاً جائز نہیں۔

۱۔　اس کھیل میں دینی اور جسمانی کوئی فائدہ مقصود نہیں ہوتا جو کھیل ان دونوں مقاصد سے خالی ہو وہ جائز نہیں۔

۲۔　اس میں وقت اور روپیہ ضائع ہوتا ہے اور ذکر اللہ سے غافل کرنے والا ہے۔ حتی کہ نماز جیسی اہم عبادت سے بھی غفلت برتی جاتی ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض نوجوان رمضان المبارک میں تراویح چھوڑ کر اس کھیل میں منہمک رہتے ہیں۔

۳۔ ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ اس کھیل کی عادت پڑ جانے کے بعد چھوڑنا مشکل ہوتا ہے۔

٤۔ بعض گیم تصویر اور فوٹو پر مشتمل ہوتے ہیں اور وہ تصاویر واضح اور نمایاں ہوتی ہیں جو کہ شرعاً ناجائز ہے۔

۵۔ اس کھیل سے بچوں کو دلی فرحت اور لذت حاصل ہوتی ہے جبکہ ناجائز چیزوں سے لذت حاصل کرنا بھی شرعاً حرام ہے بلکہ بعض فقہاء نے کفر تک لکھا ہے، علاوہ ازیں اس سے بچوں کا ذہن خراب ہوتا ہے اور اس سے بامقصد تعلیم میں خلل واقع ہوتا ہے پھر بچوں کو پڑھائی اور دوسرے فائدے والے کاموں میں دلچسپی نہیں رہتی وغیرہ۔ ان مذکورہ وجوہات کی بناء پر یہ کھیل اس ارشاد باری کا مصداق ہے۔ ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث الآية﴾

بعض لوگ اپنی جہالت سے کھیل تماشے اختیار کرتے ہیں اور اس میں پیسے خرچ کرتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو بھٹکا دیں اور جو لوگ دین کی باتوں کو کھیل تماشا بناتے ہیں، انہی لوگوں کے لیے اہانت والا عذاب ہے۔ (سورۂ لقمان آیت ٦)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ مذکورہ آیت مبارکہ "لہو الحدیث" کی تفسیر مین فرماتے

ہیں ہر وہ چیز مراد ہے، جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی یاد سے ہٹانے والی ہو، مثلاً فضول لہو لعب، فضول قصہ گوئی، ہنسی مذاق کی باتیں اور واہیات مشغلے اور گانا بجانا وغیرہ۔

واضح رہے کہ مذکورہ آیات کی شان نزول اگر چہ خاص ہے مگر عموم الفاظ کی وجہ سے حکم عام رہے گا یعنی جو کھیل فضول اور وقت و پیسہ ضائع کرنے والا ہے وہی آیت مذکورہ کی وعید میں داخل ہے، چونکہ ویڈیو گیم میں یہ ساری قباحتیں موجود ہیں، اس لیے یہ گیم ناجائز ہے اس میں وقت اور پیسہ لگانا بھی ناجائز ہے۔ (آپ کے مسائل کا حل ۷/۳۳۶)

دودھ کا کاروبار

آج کل دودھ کا کاروبار بھی عام ہو گیا ہے، بڑے پیمانے پر لوگ اس کاروبار کے ساتھ منسلک ہیں۔ اس کاروبار میں ایک بڑا اور اہم مسئلہ پانی کی ملاوٹ کرنے کا ہے۔ اسکی وجہ سے بہت سے دیندار لوگ اس کاروبار سے اجتناب کرتے ہیں۔ ایک دکان کے سامنے سے گزر ہوا تو گاہک دکاندار سے شکایت کر رہا تھا کہ آپ دودھ میں پانی ملا کر فروخت کرتے ہیں دکاندار کہنے لگے آپ نے غلط سنا میں تو ہمیشہ پانی میں دودھ ملا کر بیچتا ہوں ہو سکتا ہے اس نے یہ بات مذاق میں کہی ہو لیکن حقیقت یہی ہے کہ دودھ میں کچھ مقدار پانی ملا کر ہی فروخت کیا جاتا ہے۔ اس کاروبار کی آمدنی حلال ہے یا نہیں؟ تو مسئلہ یہ ہے کہ اگر دکاندار دکان پر یہ نہ لکھے کہ یہاں خالص دودھ دستیاب ہے اور گاہکوں کو زبانی بھی نہ بتائے، یعنی خالص کہہ کر دھوکہ نہ دے تو شہروں میں پانی کی ملاوٹ عام ہونے کی بناء پر خریدار کو بھی اس کو خالص خیال نہیں کرتے بلکہ اسی طرح کا دودھ اپنی رضا سے خریدتا ہے اس لئے آمدن حلال ہوگی، اور اگر دکان پر لکھ کر لگایا اور لوگوں کو اعلان بھی کرتا رہتا ہے کہ ہمارا دودھ خالص ہے، حقیقت میں پانی ملاتا ہے، تو آمدن مشکوک ہوگی، اور جتنی مقدار پانی ملایا ہے اسکی قیمت بھی حرام ہوگی، اور اس

کا تصدق واجب ہوگا۔

لہٰذا دھوکہ دہی سے بچنا لازم ہے حتی الامکان کوشش کرے کہ اپنی آمدن کو مشکوک نہ بنائے۔ بلکہ یہ کوشش کرے کہ ملاوٹ کے بغیر فروخت کرے۔

مرچی، ہلدی میں آٹے کی ملاوٹ کرنا

آج کل لوگ سرخ مرچی، اور ہلدی عموماً پسی ہوئی خریدتے ہیں، بعض دکاندار لوگ اس میں آٹا یا کوئی اور چیز ملاوٹ کر کے بیچتے ہیں یہ حرام عمل ہے۔ ملاوٹ کی بقدر آمدنی حرام ہوگی۔ اسی طرح آٹا، چائے پتی وغیرہ میں ملاوٹ کرنا بھی حرام ہے ان چیزوں میں بھی بقدر ملاوٹ آمدن حرام ہوگی، ایک مسلمان کو اس طرح کا دھوکہ ہرگز زیب نہیں دیتا، اس سے بچنا لازم ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من غشنا فليس منا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہمیں (یعنی کسی مسلمان کو) دھوکہ دے اس کا ہماری (مسلمانوں کی) جماعت سے تعلق باقی نہیں رہا۔

خط وکتابت کے ذریعہ خرید وفروخت

خرید وفروخت کا معاملہ جس طرح زبانی ایجاب وقبول کے ذریعہ انجام دیا جاسکتا ہے، اسی طرح بوقت ضرورت مراسلت، اور دیگر خط وکتابت کے ذریعہ بھی بیع وشراء کا معاملہ انجام دیا جاسکتا ہے، شرعاً یہ بیع منعقد ہو جائے گی، بشرطیکہ بیچی جانے والی چیز اور اس کی قیمت کسی ذریعہ مناسب طور پر متعین کر دی جائے اور معاملہ میں کوئی ایسا ابہام باقی نہ رہے کہ آئندہ نزاع کا اندیشہ رہ جائے، البتہ ضروری ہے کہ اس صورت میں خریدی اور بیچی جانے والی چیز سونے چاندی کے قبیل سے نہ ہو یا دونوں کی جنس ایک نہ ہو، کہ ہم جنس کی خرید وفروخت میں سامان اور قیمت ہر ایک ہی مجلس میں قبضہ ہونا ضروری ہے۔

تحریر کے ذریعہ خرید وفروخت کی بابت علامہ شامی کا بیان ہے:

"ویکون بالکتابة من الجانبین فإذا کتب اشتریت عبدک فلانا بکذا و کتب إلیه البائع قدبعت فهذا بیع." (ردالمحتار ۵۱۲/۴)

اورخرید وفروخت کا معاملہ فریقین کی جانب سے تحریری شکل میں ہوسکتا ہے تو اگر خریدار نے یہ لکھدیا کہ میں نے اتنے میں تیرے فلاں غلام کو خرید لیا اور بیچنے والے نے بھی تحریری شکل میں اپنی رضامندی کا اظہار کردیا تو اس معاملہ پر بیع کا اطلاق ہوگا۔ جو معاملہ شرعًا جائز قرار پائے اسکی آمدن حلال ہے۔

ٹیلیفون، انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید وفروخت

جس طرح تحریر کے ذریعہ خرید وفروخت درست ہے اسی طرح ٹیلیفون کا حکم بھی ہوگا، اس لئے تحریر اور ٹیلیفون دونوں میں قریبی مماثلت اور یکسانیت پائی جاتی ہے۔

ظاہر ہے اس طرح فیکس کے ذریعہ بھی معاملہ درست ہوگا۔ فی زمانہ فون، فیکس اور مراسلت کے ذریعہ بیرون ملک اور اندرون ملک ایک شہر سے دوسرے شہر جو خرید وفروخت کی جاتی ہے وہ جائز اور درست ہے۔

مصنوعات کی نقل تیار کر کے اصل نام کے ساتھ فروخت کرنا گناہ ہے

بعض لوگ کسی چالو کمپنی کا فارمولا لیکر مال تیار کر کے اسی نام سے فروخت کرتے ہیں تو اسکا شرعی حکم سمجھ لینا چاہئے کہ مصنوعات کی نقل تیار کر کے وہی نام رکھنا جو اصل کا ہے ایک دھوکہ ہے جو حرام ہے۔ مال چاہے کافروں کا بنا ہوا ہو لیکن اس کی وجہ سے بھی کسی کو دھوکہ دینا جائز نہیں اس لئے نقل تیار کر کے اسی نام پر فروخت کرنا جائز نہیں۔ ہاں

نام تبدیل کرلیں جس سے لوگوں کو دھوکہ نہ ہو اسکی شرعًا گنجائش ہے۔

۔ عن أبي هريرة رضي الله عنه رفعه، قال إن الله يقول انا ثالث الشريكين مالم يخن احدهما صاحبه فإذا خانه خرجت من بينهما.
(سنن ابی داود ۳/۲۵۶)

چرس اور ہیروئن کا کاروبار کرنا جائز نہیں

چرس کے استعمال سے اس طرح تو نشہ نہیں ہوتا کہ جس سے عقل زائل ہو جائے، لیکن اس میں ایک مخفی نشہ ہوتا ہے، حدت ہوتی ہے اس سے طبیعت متاثر ہوتی ہے، نیز اندرونی طور پر صحت گرنا شروع ہو جاتی ہے۔ قوی آہستہ آہستہ کمزور ہو جاتے ہیں۔ بہت سے لوگوں پر فوراً اثر بھی کرتی ہے۔ اس سے دل کا وال بند ہونے اور موت واقع ہونے کا مشاہدہ بھی ہوا ہے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ بعض لوگ شروع میں چرس کے عادی ہوتے ہیں پھر ہیروئن اور دیگر نشہ آور چیزوں کا استعمال شروع کر دیتے ہیں، اس سے زندگی کو جو نقصان پہنچتا ہے وہ آئے دن مشاہدہ ہوتا رہتا ہے، اس لئے چرس کا استعمال حرام ہے۔ اسی طرح ہیروئن کا استعمال بھی حرام اور سخت گناہ ہے، ہیروئن اور چرس کا کاروبار بھی ناجائز اور گناہ ہے۔ اس کاروبار سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی ناجائز ہے، اگر کسی نے غلطی سے چرس اور ہیروئن کا کاروبار کر کے آمدنی حاصل کی تو اس مال کو بلانیت ثواب صدقہ کرنا واجب ہے، اور آئندہ اس کاروبار سے مکمل اجتناب کرنا لازم ہے۔

قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: تحت قوله (ويحرم اكل البنج والحشيشة) اقول هذا غير ظاهر، لأن ما يخل العقل لايجوز أيضا بلاشبهة فكيف يقال أنه مباح، بل الصواب، أن مراد صاحب الهداية

وغیره اباحة قليله للتداوی، ونحوه، ومن صرح بحرمته اراد به قدرالمسکرمنه، يدل مافی غاية البيان عن شرح شيخ الإسلام: اكل السقمونيا والبنج مباح للتداوی، ومازادعلی ذلک إذا كان يقتل أويذهب العقل حرام اهـ فهذا صريح فيماقلناه ومويد لماسبق الخ (ردالمحتار ۴۵۷/۶ کتاب الاشربة)

اسمگلنگ کا شرعی حکم

حلال اور جائز کاروبار کے متعلق ہر شخص کو شرعا فی نفسہ یہ حق حاصل ہے کہ اپنی ضرورت اور پسند کا کاروبار جہاں چاہے کرے، لہٰذا کسی دوسرے ملک مال لیکر جانا، یا دوسرے ملک سے مال اپنے ملک لاکر بیچنا شرعا فی نفسہ جائز ہے۔ لیکن اگر عام مسلمانوں کے مفاد کی خاطر مسلمان حکمران کسی امر مباح پر پابندی عائد کرے تو ملک کے باشندوں کے لئے اس کی پابندی کرنا بھی شرعًا لازم ہے کیونکہ اس کی خلاف ورزی کرنے میں بہت سے گناہوں کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے مثلاً اکثر جھوٹ بولنا پڑتا ہے، رشوت دینی پڑتی ہے جان، مال عزت وآبرو کو خطرے میں ڈالنا پڑتا ہے جبکہ شریعت نے ان کی حفاظت کا حکم دیا ہے، اسمگلنگ میں تو بسا اوقات جسمانی تکلیف اور قید بند کی صعوبت بھی برداشت کرنی پڑتی ہے، اس لئے حکومت کے قانون کی پابندی کرتے ہوئے ایسے کاروبار سے اجتناب کرنا چاہئے، تاہم اسمگل ہو کر آنے والی حلال اور مباح چیزوں کی خرید وفروخت سے حاصل ہونے والی آمدنی حلال ہے۔ نیز ان چیزوں کا استعمال بھی درست ہے۔

تجارت کے چند آداب

تجارت میں دیانتداری سے کام لیناضروری ہے، گاہکوں سے ایسامعاملہ نہ کیا جائے جس سے وہ کسی دھوکہ میں مبتلا ہوں، مثلاً جس چیز کوفروخت کرنا ہے حقیقت سے زیادہ اس کی تعریف نہ کی جائے، اگر اس میں کوئی عیب ہوتو خریدنے والے کو اس کی اطلاع کردی جائے۔ کسی سادہ آدمی کودیکھ کراس سے زیادہ قیمت وصول نہ کی جائے اسکے علاوہ موقع محل کے اعتبار سے شرعی احکام کو پورا کرناضروری ہے مثلاً جب زکوٰۃ واجب ہواسکی ادائیگی کی جائے، اسی طرح اوقات نماز میں مسجد میں باجماعت نماز کااہتمام کیا جائے۔ اسی طرح اگر دکان پر عورتیں آئیں تو ان کی طرف نظر کئے بغیر ضرورت کی حدتک گفتگو کی جائے اور ہرقسم کی ہنسی مذاق اور بے تکلفی کی بات سے مکمل اجتناب کیا جائے۔

قال النبي صلى الله عليه وسلم: إن اطيب الكسب كسب التجار الذين إذا حدثوا لم يكذبوا وإذا ائتمنوا لم يخونوا وإذا وعدوا لم يخلفوا وإذا اشتروا لم يذمو. وإذا باعوا لم يمدحوا وإذا كان عليهم لم يمطلوا وإذا كان لهم لم يعسروا. (ترغيب ۳/۵۸۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین کمائی ان تاجروں کی ہے جوجھوٹ نہیں بولتے، امانت میں خیانت نہیں کرتے، وعدہ خلافی نہیں کرتے اورخریدتے وقت اس چیز کی مذمت نہیں کرتے (تاکہ بیچنے والا قیمت کم کردے) اور جب خود بیچتے ہیں تو چیز کی بہت زیادہ تعریف نہیں کرتے، اگران کے ذمہ کسی کا کچھ نکلتا ہے تو دینے میں ٹال مٹول نہیں کرتے۔ اورخودان کا کسی کے ذمہ میں ہوتو وصول کرنے میں تنگ نہیں کرتے۔

آزادانسانوں کی خریدوفروخت

اس وقت انسانی اسمگلنگ (یعنی انسانوں کی خریدوفروخت) میں بہت سے لوگ ملوث ہیں بلکہ بہت سے بین الاقوامی گروہ باقاعدہ اس گھناؤنے کاروبار میں ملوث ہیں، اس کے سدباب کے لیے بین الاقوامی قانون کے باوجود روک تھام مشکل ہوگئی ہے۔جبکہ شرعًا کسی بھی آزاد آدمی کی خریدوفروخت حرام ہے،عورت ہو یامرد، جوان ہو یابچہ،اگرکسی نے ایسامعاملہ کیاتواس کےعوض ملنے والی رقم کااستعمال حرام ہے۔

ارشادِباری تعالیٰ ہے:﴿ولقد کرمنا بنی اٰدم﴾

''ہم نے بنی آدم کو باعزت بنایا''

علامہ صابونی صاحب اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ہم نے بنی نوع انسان کو آزاد پیدا کیا اوروہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا غلام نہیں، اب اگرکوئی انسان اس کو گرفتار یااغوا کر کے تاوان وصول کرتاہے یادوسرے کے ہاتھ فروخت کر کے قیمت وصول کرتاہےتو شرعایہ ناقابل معافی جرم ہےاوروہ مال حرام ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: قال الله تعالىٰ أي في الحديث القدسي ،ثلاثة أناخصمهم يوم القيامة ومن كنت خصمه خصمته. رجل اعطى بي ثم غدرأي عاهدوحلف بالله ثم نقض عهده. ورجل باع حرافأكل ثمنه، ورجل استاجرأجيرا فاستوفى منه ولم يعطه أجره.(بخاري كتاب البيوع رقم:۲۲۲۷ باب اثم من باع حرا)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں قیامت کے دن تین آدمیوں کی طرف سے مخاصمت کروں گا

جس کی طرف سے میں مخاصمت کروں گا اس کو غالب کروں گا:

(۱) وہ شخص جس نے میرا نام لے کر عہد کیا، یعنی اللہ کے نام کی قسم اٹھائی اور پھر اس عہد کو توڑ دیا۔

(۲) اور وہ شخص جس نے کسی آزاد آدمی کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھائی۔

(۳) اور وہ شخص جس نے کسی شخص کو بطور مزدور لیا اور اس سے کام کروایا لیکن اس کو اجرت نہیں دی۔

لہٰذا مسلمانوں کو ایسی ناجائز اور حرام آمدن سے بچنا لازم ہے۔ اگر کوئی خود اس میں ملوث ہے یا کسی ملوث شخص کی کسی طرح معاون و مددگار رہا تو اس پر لازم ہے کہ فوراً توبہ کر کے اپنے آپ کو اس گناہ عظیم سے پاک صاف کر لے، تاکہ دنیا و آخرت کے مواخذہ سے بچ جائے، بعض لوگ انسانی خدمت کے نام پر لوگوں کو دھوکہ دے کر بھی انسانیت دشمن اس گھناونے کاروبار میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان کے شر سے بھی بچائے۔

مسجد میں خرید وفروخت کرنا

معتکف کے لیے مسجد میں اپنی اور اپنے گھر والوں کی ضرورت کی چیزیں خریدنا جائز ہے البتہ کوئی بڑی چیز ہو جو جگہ گھیرے تو اس کو مسجد میں لانا جائز نہیں، ہاں کوئی ایسی چھوٹی چیز جو زیادہ جگہ نہیں گھیرتی، مثلاً: کوئی کتاب، درہم وغیرہ تو اس کو مسجد میں لانا جائز ہے، لیکن مسجد کے اندر تجارت کرنا تو معتکف کے لیے بھی جائز نہیں اور معتکف کے علاوہ لوگوں کے لیے تو مسجد کے اندر ہر قسم کی خرید وفروخت مکروہ تحریمی ہے۔ چاہے اپنے اور گھر والوں کی ضرورت کی چیزیں ہوں یا کوئی تجارتی سامان نیز سامان مسجد میں لا کر بیچا جائے یا سامان لائے بغیر مسجد میں بیٹھ کر خرید وفروخت کا معاملہ طے کیا جائے تو ہر صورت

میں یہ بیع مکروہ تحریمی ہوگی اور ایسے معاملے کو ختم کرنا شرعًا واجب ہے۔

لقوله عليه السلام: إذا رأيتم من يبيع او يبتاع في المسجد فقولوا: لاأربح الله تجارتک. (أخرجه الترمذي رقم: ١٣٢١)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مسجد میں خرید وفروخت کرنے والوں کو دیکھو تو یوں بددعا دو "کہ اللہ تعالیٰ تیری تجارت میں برکت نہ دے۔"

ذلک لأن المساجد بيوت الله عزوجل، بنيت للعبادة وليست اسواقا للبيع والشراء والتجارة. (فقه المعاملات)

وعقد احتاج إليه لنفسه أوعياله فلولتجارة كره أي وإن لم يحضر السلعة واختاره قاضيخان ورجحه الزيلعي لأنه منقطع إلى الله فلاينبغي له أن يشتغل بأمور الدنيا.

(وكره) أي تحريمالأنها محل اطلاقهم احضار مبيع فيه كما كره فيه مبايعة غير المعتكف مطلقانهى، (قوله مطلقا) أي سواء احتاج إليه لنفسه أوعياله أوللتجارة احضره اولا كما يعلم مماقبله من الزيلعي والبحر. (ردالمحتار: ٢/٤٤٨، ٤٤٩ كتاب الاعتكاف)

مجسمہ فروشی کا حکم

کسی جاندار کی تصویر بنانا، وہ مجسمہ، مورتی کی شکل میں ہو جس کو عربی میں "تمثال" کہا جاتا ہے یا ایسی تصویر جو کسی کپڑے، کاغذ یا دیوار وغیرہ میں بنی ہوئی ہو، چاہے ہاتھ سے بنائی ہو یا جدید مشینی آلات سے بنی ہو جس کو عربی میں "صورۃ" کہا جاتا ہے سب حرام ہیں۔

حرمت کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ دنیا میں بت پرستی کی بنیاد تصویر سازی اور اس

کا احترام ہی ہے جس کی تفصیل کتب تاریخ میں موجود ہے اور بت پرستی ہی شرک کی بنیاد ہے جبکہ شرک کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نا قابل معافی جرم قرار دیا ہے:

لقوله تعالی: ﴿إن الله لا یغفر أن یشرک به ویغفر مادون ذلک لمن یشاء﴾

یعنی اللہ تعالیٰ شرک کے گناہ کو ہرگز معاف نہیں فرمائیں گے اس کے علاوہ جو گناہ چاہیں گے معاف فرمادیں گے۔ اور فرمایا: قوله تعالیٰ: ﴿إن الشرک لظلم عظیم﴾

''شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''

حرمت کی دوسری وجہ ''تشبہ بخلق اللہ'' یعنی صفت تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی مشابہت اختیار کرنا، یہ بھی جرم عظیم ہے۔

تصویر سازی پر عذاب

قوله علیه السلام: إن من اشد الناس عذابا یوم القیامة المصورون. (صحیح بخاري ومسلم)

یعنی قیامت کے روز سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو دیا جائے گا۔

قال ابوذرعه: دخلت مع أبي هریرة رضی الله تعالیٰ عنه في دارمروان، فرای فیها التصاویر، فقال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول قال الله عزوجل ومن أظلم ممن ذهب یخلق خلقا کخلقي، فلیخلقوا ذرة ولیخلقوا حبة أو یخلقوا شعیرة. (صحیح بخاري باب نقض الصور)

حضرت ابوذرعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

کے ساتھ مروان کے گھر داخل ہوا، انہوں نے اس کے گھر تصاویریں دیکھیں تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو میرے پیدا کرنے کی طرح پیدا کرتا ہے، پس اس کو چاہیئے کہ وہ ایک چیونٹی پیدا کر کے دکھائے کوئی دانہ پیدا کر کے دکھائے یا کوئی جو پیدا کر کے دکھائے۔

وقوله عليه السلام: لاتدخل الملائكة بيتا فيه تماثيل اوتصاوير. (صحيح مسلم)

یعنی جس گھر میں مورتی یا تصویر ہو، اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

چونکہ تصویر سازی حرام ہے، اس کی خرید وفروخت بھی حرام ہے لہٰذا جانداروں کی مجسمہ سازی یا فوٹو گرافی کا پیشہ، اسی طرح پروگراموں کی مووی وغیرہ بنانا اس کو پیشہ کے طور پر اختیار کرنا حرام ہے اور اس سے حاصل ہونے والی کمائی بھی حرام ہے، لہٰذا اس سے اجتناب لازم ہے۔

مولانا فتح محمد لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

خلاصہ یہ ہے کہ تصویر بنانا، بنوانا، خریدنا، فروخت کرنا، قلمی ہو یا عکسی، منقش ہو یا مجسمہ، صرف چہرہ ہو یا پوری یہ بڑے گناہ کا کام ہے اور حرام ہے، لہٰذا اگر کسی نے تصویریں بنالیں تو اس کے لیے حکم یہ ہے کہ ان کو ختم کر دیا جائے۔ (عطر: صـ۱۶۱)

عن عبدالله بن عباس رضي الله عنهما قال: سمعت محمدا صلى الله عليه وسلم يقول: من صور صوزة في الدنيا كلف يوم القيامة أن ينفخ الروح وليس بنافخ. (صحيح بخارى، باب من صور صورة الخ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ جو شخص دنیا میں کوئی تصویر بنائے گا تو قیامت

کے روز اس کو اس بات کا مکلّف کیا جائے گا کہ وہ اس کے اندر روح ڈالے اور وہ اس کے اندر روح نہیں ڈال سکے گا۔

قال سعیدبن أبي الحسن: کنت عندابن عباس إذ جاء ہ رجل فقال یاابن عباس إني رجل إنما معیشتي من صنعة یدي وإني أصنع هذه التصاویر، فقال ابن عباس: لاأحدثک إلا ماسمعت من رسول الله صلی الله علیه وسلم، سمعته یقول: من صور صورة فإن الله معذبه حتی ینفخ فیهاالروح ولیس بنافخ فیها .فربا الرجل ربوة شدیدة واصفر وجهه، فقال: ویحک ان أبیت إلا أن تصنع فعلیك بهذا الشجر، کل شيئ لیس فیه روح.(صحیح بخاری، کتاب البیوع باب بیع التصویر)

حضرت سعید بن ابی الحسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا، اتنے میں ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آ کر کہا کہ اے ابن عباس! میری معیشت کا دارومدار میرے ہاتھ کی صنعت پر ہے اور میں یہ تصاویر بناتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے وہ بات بیان کرتا ہوں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنی ہے، میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے کوئی تصویر بنائی تو اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دینے والے ہیں یہاں تک کہ وہ اس تصویر میں روح ڈال دے اور وہ شخص کبھی بھی اس میں روح نہیں ڈال سکے گا، یہ سن کر اس شخص نے ایک لمبی سانس لی اور اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ارے بھائی! اگر بنانا ہی چاہتا ہے تو اس جیسے درخت کی تصویر بنا اور ہر اس چیز کی تصویر بنا جس میں روح نہ ہو۔

’’نجش‘‘ یعنی گاہک کو دھوکہ دینے کی حرمت

بعض تاجر مال کی نیلامی کے وقت یا کسی کے ساتھ سودا طے کرتے وقت کچھ دلال رکھتے ہیں اوران دلالوں کا مقصد خریداری نہیں ہوتا بلکہ وہ محض گاہک کو دھوکہ دے کر چیز کوزیادہ قیمت پرفروخت کروانے کے لیے رکھے جاتے ہیں، شرعاً یہ فعل حرام ہے۔

روي ابن عمر رضي الله عنهما : ’’نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن النجش‘‘ (بخاری رقم: ۲۱۴۴، مسلم: ۱۵۱۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ’’نجش‘‘ سے منع فرمایا ہے، ’’نجش‘‘ کا مفہوم یہی ہے جواوپر مذکور ہوا۔

البتہ اگرکسی نے دلال سے دھوکہ کھا کر زیادہ قیمت پرخریدلیا تو (دھوکہ حرام ہونے کے باوجود) یہ بیع نافذ ہوگی، بعد میں خریدار کومعلوم ہونے کے باوجودسوداواپس کرنے کاحق نہ ہوگا کیونکہ اس نے خود دیکھ کرسوداطے کیا ہے۔

دوسرے کا سودا خراب کرنے کی ممانعت

دوآدمیوں میں سوداطے ہورہاہو بائع نے ایک قیمت پر رضامندی ظاہرکردی ہو، درمیان میں ایک تیسراآدمی آ کر کہے میں اس مال کو اس سے زیادہ قیمت پرخریدوں گا، اس طرح دونوں کاسوداخراب کردے چاہے بعد میں خودخریدے یانہ خریدے،اس کوعربی میں ’’سوم علی سوم الغیر‘‘ کہاجاتاہے، دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کوئی مال خریدلیاابھی قیمت کی ادائیگی باقی تھی، ایک تیسراشخص آکرگاہک سے کہتاہے کہ میں ایسی چیزاس سے کم قیمت پردیتاہوں، اب مشتری پہلاسوداختم کرکے اس تیسرے شخص سے خریدتاہے، یہ دونوں فعل حرام ہیں۔

عن ابن عمر رضی الله تعالىٰ عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: لايبيع بعضكم على بيع بعض، ولايخطب بعضكم على خطبة بعض، ولايسوم الرجل على سوم أخيه.(أخرجه الترمذي رقم:۱۲۹۲ والبخاري ۲۱۴۰ باب لايبيع على بيع أخيه.

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے اور دوسرے کے پیغام پر پیغام نہ بھیجے اور دوسرے کے بھاؤ پر بھاؤ نہ کرے۔(بخاری/ترمذی)

کتے کی خرید وفروخت کا حکم

کتا ایک نجس جانور ہے، اس کو گھر میں رکھنا اس کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرنا۔اس کو اپنے ساتھ گھمانا پھرانا جیسا کہ آج کل مغرب زدہ طبقہ میں رائج ہے۔ یہ شرعاً ممنوع ہے، اس مقصد کے لئے کتے کی خرید وفروخت بھی حرام ہے اور اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے، البتہ گھر یا کھیتی وغیرہ کی حفاظت یا شکار کے لیے کتا رکھا جائے تو شرعاً اس کی اجازت ہے اور اس مقصد کے لئے خرید وفروخت بھی جائز ہے اور قیمت بھی حلال ہے۔

روي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: من اقتنى كلب إلا كلب صيد أو ماشية، نقص من أجره كل يوم قيراطان. (بخاري ۲/۷ ا مسلم ۱۲۰۱)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جس نے کتا پالا (سوائے شکاری اور چوکیداری کے کتے کے) روزانہ اس کے ثواب میں سے دو قیراط کم ہوجائیں گے۔(بخاری ومسلم)

عن ابن عباس رضی الله تعالىٰ عنه قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ثمن الكلب وقال إن جاء يطلب ثمن الكلب فاملأ كفه

ترابا. (ابو داود رقم: ۳۴۸۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت کھانے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ اگر وہ قیمت کا مطالبہ کرنے آئے تو اس کے منہ پر مٹی ڈالدو۔

عن عكرمة عن ابن عباس قال: رخص رسول الله صلى الله عليه وسلم في ثمن كلب الصيد. (مسند إمام اعظم باب الرخصة في ثمن كلب الصيد)

کاسمٹیکس کی دکان کا حکم

کاسمٹیکس کی دکان جس میں تقریباً ہر چیز پر جاندار کی تصویر ہوتی ہے ایسی چیزیں فروخت کرنے کا کیا حکم ہے واضح ہو کہ تصویر بت پرستی کا ایک ذریعہ ہے بلکہ بت پرستی کی ابتداء ہی تصاویر اور مورتی کی پوجا سے ہوئی ہے جیسا کہ پہلے تفصیل گزر چکی ہے چونکہ بت پرستی حرام ہے تو جو چیز بت پرستی کا ذریعہ ہے وہ بھی حرام قرار پایا ہے، اسی لیے کسی جاندار کی تصویر کشی یا اس کو گھروں، دکانوں وغیرہ میں نمایاں طور پر رکھنے پر احادیث میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

إن أشد الناس عذابا يوم القيامة المصورون. (صحيح بخاری)

مذکورہ بالا وضاحت کے بعد صورت مسئولہ میں حکم یہ ہے کہ جن چیزوں پر کسی جاندار کی شکل صورت اور اس کے نمونے واضح طور پر معلوم ہوں تو ان کو بنانا اور گھروں میں رکھنا جائز نہیں اور جب خود ان تصاویر ہی کی خرید وفروخت مقصود ہو تو ان کو خریدنا فروخت کرنا دونوں ناجائز ہیں کیونکہ معصیت ان کے عین کے ساتھ قائم ہے، ان سے حاصل ہونے والی آمدن بھی حلال نہیں۔

اور اگر خرید وفروخت میں تصاویر مقصد نہ ہوں، بلکہ دوسری چیز کے تابع ہو کر

آجائیں، جیسے کپڑوں، برتنوں اور مختلف اشیاء کے ڈبوں اور دیگر جدید مصنوعات جن میں اس کا عام رواج ہے، اگرچہ تصاویر کی اس طرح نمائش واشاعت شرعاً جائز نہیں ہے تاہم اس طرح تصاویر والی اشیاء کی خرید وفروخت جائز ہے اور آمدنی بھی حلال ہوگی۔

البتہ دکاندار کوشش کرے کہ ان اشیاء کی تصاویر کو حتی الامکان چھپائے یا ممکن ہو تو اس پر مارکر پھیر دے، نیز ان کو نماز کی جگہ پر نہ رکھے غرضیکہ تصاویر کو مقصود نہ بنایا جائے۔ کاروبار کی گنجائش ہے۔

وجاز بيع عصير عنب ممن يعلم أنه يتخذ خمرا لأن المعصية لاتقوم بعينه بل بعدتغيير وقيل يكره لإعانته على المعصية بخلاف بيع امردممن يلوط به بيع سلاح من اهل الفتنة لأن المعصية تقوم بعينه. (ردالمحتار ٦/ ٣٩١ كتاب الكراهية)

شینل کمپنی کا حکم

سوال: ایک کمپنی شینل کے نام سے موسوم ہے وہ ہیلتھ مشین جسکی قیمت تقریبا دس ہزار روپے ہے فروخت کرتی ہے، اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ جو شخص یہ مشین خریدے گا اس کو کمپنی اپنا ممبر بنائے گی اور یہ ممبر بلاواسطہ صرف دو یا تین گاہک لانے کا مجاز ہوگا اس کو ہر گاہک پر تقریبا ایک ہزار چالیس روپے کمیشن دیا جائے گا چونکہ اس کے لائے جانے والا گاہک بھی خریداری کے بعد ممبر اور ایجنٹ بن جائیں گے۔ وہ بھی اول کی طرح گاہک لانے کے مجاز اور کمیشن کے حق دار ہوں گے، اور ان کے لائے ہوئے گاہکوں کی وجہ سے اول کو بھی کمپنی کمیشن دیتی ہے، اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے، ممبر اور ایجنٹ دوبارہ آنے کی وجہ سے ممبر اور ایجنٹ کا منصب بھی بڑھتا رہتا ہے جسکو کمپنی مختلف ناموں سے موسوم کرتی ہے، مثلاً: ایڈوانس مینیجر وغیرہ، اسی منصب کی وجہ سے ان کو موبائل فون

گاڑی وغیرہ کی صورت میں انعامات بھی خاص اصول کے تحت ملتے ہیں، مندرجہ بالا تفصیل کے پیش نظر درج ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں:

(۱) ''ہیلتھ مشین'' کی پوری قیمت اداء کرنا اور ممبر بننا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کمپنی کی رعایت کے مطابق ''ہیلتھ مشین'' کی قیمت میں سے تقریبا ساڑھے چھ ہزار روپے نقد ادا کرنا ہوتا ہے اور بقیہ ساڑھے تین ہزار روپے بعد میں جب اس خریدار کو محنت کی وجہ سے بونس اور کمیشن ملتا ہے اس سے وصول کئے جاتے ہیں، یہ نقد، ادھار کا معاملہ کرنا اور اس صورت میں ممبر بننا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) ہر ممبر کو بلاواسطہ گاہک لانے پر جو کمیشن ملتا ہے وہ جائز ہے یا نہیں؟

(٤) ہر ممبر کو بالواسطہ ممبروں کی وجہ سے جو کمیشن ملتا ہے وہ جائز ہے یا نہیں؟

(۵) منصب کے لحاظ سے موبائل فون وغیرہ کی شکل میں جو انعامات ملتے ہیں وہ جائز ہیں یا نہیں؟ (متعدد سائلین)

جواب: شریعت میں تجارت وکاروبار کے مشروع ہونے کی اصل حکمت و فلسفہ یہ ہے کہ روپے کی گردش سے حقیقی اثاثے اور خدمات وجود میں آئیں تا کہ معاشرے میں ہر فرد کے لیے ذریعہ معاش فراہم ہوسکے اور حقیقی اثاثوں وخدمات کی لین دین سے صحت مند معاشی سرگرمیاں وجود میں آسکیں، صرف ظاہری ہیر پھیر پر جس سے کوئی عملی فائدہ حاصل نہ ہو نفع کمالینا تجارت کے اصل منشاء کے خلاف ہے اور اس کی وجہ سے معیشت پر انتہائی منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

''دشینل کمپنی کے کاروبار میں بھی یہی صورتحال ہے، ایک تو بنیادی عقد میں کئی خرابیاں ہیں اور اس کے علاوہ بالواسطہ ممبر بننے پر پہلے گاہک کو رقم ملنا اور اس کو ایک مستقل منصوبہ بندی کے تحت تشکیل دینا شرعی تجارت کے مقاصد کے خلاف ہے اور اس جیسی تجارت کے لیے جو ایک بین الاقوامی کمپنی کی مصنوعات کو مہنگے داموں فروخت کرنے کا

ایک سرمایہ دارانہ حربہ ہے، جسکے صحیح محمل تلاش کرنا اور جواز کی صورتیں نکالنا بھی شریعت کے مزاج کے خلاف ہے کیونکہ یہ سارے وصول الی الحرام اور اکتناز دولت کے حیلے ہیں جو کہ اسلامک فائنانسنگ کے اغراض کے قطعاً خلاف ہیں اور سرمایہ دارانہ نظام کے حصے ہیں جس سے معاشرے کے افراد کی صلاحیتیں تعمیری سرگرمیوں سے ہٹ کر ایک محدود مانگ کی چیز کو عام کرنے اور ترغیبات کے زور سے زیادہ سے زیادہ فروخت کرنے میں صرف ہوتی ہیں، جو معاشرے کے لیے نقصان دہ اور ضرر عام کا باعث ہونے کی وجہ سے شرعاً غیر مستحسن ہے، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"لا یجوز للمفتی تتبع الحیل المحرمه والمکروهه ولاتتبع الرخص لمن اراد نفعه، فان تتبع ذلک فسق و حرم استفتاؤه"

(اعلام المواقعین : ۲ ۵۳۵، ذار البیان السعودیه)

وفی الطحطاوی علی الدر :"ویحرم التساهل فی الفتوی واتباع الحیل ان فسدت الا غراض "(۳ : ۱۷۵)

مندرجہ بالا امور کی روشنی میں سوالات کے جوابات ملاحظہ ہوں:

(۱) کمپنی کے پورے حالات کا جائزہ لینے اور بار بار غور وفکر کرنے کے بعد یہ ظاہر ہوا کہ "شینل" کمپنی کا موجودہ کاروبار اور اس کا طریقہ کار شرعی نقطۂ نظر سے صحیح نہیں لہٰذا اس سے اجتناب لازم ہے۔

یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ جو لوگ وہاں جاتے ہیں ان کا اصل مقصد کمپنی کا ایجنٹ بن کر مقررہ اصول کے تحت کمیشن حاصل کرنا ہوتا ہے، لہٰذا اس کا شرعی حکم بھی اس مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے لگایا جائے گا۔ لان الامور بمقاصدها

کسی کمپنی کا ایجنٹ بننا اور شرعی اصول کے مطابق دیانتداری سے محنت کر کے اجرت حاصل کرنا بلاشبہ جائز ہے، لیکن اس جیسے عقود و معاملات کیلئے شریعت نے کچھ

خاص قوانین مقرر فرمائے ہیں، جن کی رعایت انتہائی ضروری ہے اور ان میں کسی ایک شرط میں خلل آنے سے پورا معاملہ اور کاروبار ناجائز ہو جاتا ہے۔

ایجنٹ و دلال کی اجرت

ایجنٹ بن کر کمیشن حاصل کرنا شریعت کے رو سے "عقد اجارہ" ہے اس کی بہت سی شرائط ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس میں خاص ایسی شرط نہ لگائی جائے جو اس معاملے کا حصہ نہ ہو بلکہ خارجی چیز ہو اور اس میں ایک طرف یا دونوں کا فائدہ ہو، لہٰذا اگر کوئی ایسی شرط لگائی جائے تو یہ معاملہ اور اس سے حاصل شدہ کمیشن وغیرہ شرعی رو سے ناجائز ہوگا۔

"شینل" کمپنی میں ایجنٹ بننے کے لیے کمپنی کی طرف سے "ہیلتھ مشین" خریدنا شرط اور ضروری قرار دیا گیا ہے جس کے بغیر کمپنی ایجنٹ بنانے پر تیار نہیں اور ظاہر بات ہے کہ ایجنٹ بنانے میں مشین خریدنے کی شرط لگانا شرعاً نہ اس معاملے کا حصہ ہے اور نہ اس کا تقاضا ہے اور اس سے کمپنی کا فائدہ ہے لہٰذا ایجنٹ بننے کا یہ معاملہ شرعی رو سے ناجائز ہے، واضح رہے کہ اس صورت میں یہ تاویل صحیح نہیں کہ اجارہ اس وقت محقق ہی نہیں ہوتا اس لیے وہ مشین کی خریداری سے مشروط نہیں، کیونکہ کمپنی مشین خریدنے کے بعد گاہک کو اس وقت ایجنٹ نہیں بناتی بلکہ اس کو ایک حق اختیار دے رہی ہے کہ اگر آپ چاہیں تو ہمارے ایجنٹ بن سکتے ہیں۔

یہ کہنا اس لئے صحیح نہیں کہ یہ بات تو اس شخص کے بارے میں ٹھیک ہے جو علاج وغیرہ کے لئے مشین خریدنا چاہتا ہو لیکن جو شخص اس غرض سے جائے کہ مشین خرید کر ایجنٹ بننا چاہتا ہوں تو وہ مشین خریدتے ہی عملی طور پر ان کا ایجنٹ بن جاتا ہے اس پر کئی قرائن وشواہد موجود ہیں، مثلاً:

۱۔ اگر مقصود صرف ایجنٹ بننے کا حق لینا دینا ہے تو پھر شرعی رو سے بھی اور عقلی اعتبار سے بھی ایجنٹ بنتے وقت ایجاب وقبول ضروری ہے جبکہ یہاں کام اور محنت شروع

کرتے وقت کمپنی اور ملازم کے درمیان الگ ایجاب وقبول نہیں ہوتا بلکہ خریدتے ہی طے شدہ معاہدہ کی بناء پر وہ کام شروع کردیتا ہے اور کمپنی اسے بونس دینا شروع کردیتی ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسی وقت سے یہ اجیر اور ایجنٹ ہے نہ کہ بعد میں کسی مرحلے پر ایجنٹ بنے گا۔

۲۔ یہ پہلے واضح کیا جاچکا ہے کہ لوگوں کا وہاں جانے سے مقصد ایجنٹ بن کر کمیشن حاصل کرنا ہوتا ہے اور ظاہر بات ہے کہ یہ جس مقصد سے وہاں جاتے ہیں یعنی ایجنٹ بننے کے لئے، تو ایجنٹ بن کر ہی واپس ہوتے ہیں نہ کہ صرف ایجنٹ بننے کا حق حاصل کرکے۔

۳۔ کمپنی ہر اس شخص کے ساتھ ادھار کی رعایت کرتی ہے جو وہاں کا ایجنٹ بننے کی غرض سے حاضر ہو کر مشین خریدے اور طرفین یہ عقد اس بناء پر کرتے ہیں کہ خریدار محنت کرکے بونس کما کر بقیہ رقم ادا کردے گا، تو اگر کمپنی کا مقصد ایجنٹ بنانا نہیں بلکہ ایجنٹ بننے کا حق دینا ہے تو پھر ہر ایک گاہک کے ساتھ ادھار کی رعایت کا کیا مطلب ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ عملی طور پر ایجنٹ بنے ہی نہیں تو بقیہ رقم کہاں سے وصول کی جائے گی؟ لہٰذا ہر ایک گاہک کو ادھار کی رعایت دینا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کمپنی اسے عملی طور پر مشین خریدتے ہی ایجنٹ بنادیتی ہے، ورنہ اس کی بقیہ رقم وصول ہونے کی کوئی معقول صورت نہیں ہوگی۔

۴۔ وہاں جانے والے عام طور پر بے روزگار اور پیسہ کمانے کے خواہشمند لوگ ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ وہاں جاکر محنت کرکے کچھ کمانے کیلئے جاتے ہیں نہ صرف ایجنٹ بننے کا حق اور کاغذی دستاویز حاصل کرنے کیلئے۔

۵۔ ہر آدمی کو ایک (opp) کلاس میں بٹھایا جاتا ہے، جس میں اسے ایجنٹ بننے کے فوائد وثمرات کے ساتھ ساتھ اصول وضوابط سے آگاہ کیا جاتا ہے، اگر صرف وہ

ایجنٹ بننا چاہے گا تو اس وقت آ کر اصول وضوابط معلوم کر کے کام شروع کرے گا، لہٰذا اسی وقت کلاس میں شرکت کرنا کروانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ابھی سے ایجنٹ بن کر آگے محنت شروع کرے گا۔

مذکورہ بالا وجوہ سے واضح ہوگیا کہ اس کاروبار کے جائز ہونے کے لئے جو تاویل کی جاتی ہے وہ درست نہیں۔

(۲) اس میں مذکورہ مفاسد کے علاوہ بعض صورتوں میں جہالت اجل کی قباحت بھی ہے جو بیع کو فاسد اور ناجائز بنا دیتی ہے۔

(۳) جائز نہیں کیوں کہ جس کام پر کمیشن دیا جارہا ہے وہ بذات خود ایک ناجائز کام ہے لہٰذا اس پر ملنے والا کمیشن یا اجرت بھی جائز نہیں۔

(٤) یہ بھی ایک گناہ کے کام (کمپنی کے کلائنٹ بنانے) پر دیا جاتا ہے جو کہ جائز نہیں۔

(۵) اس کا بھی یہی حکم ہے۔

حاصل یہ کہ کمپنی کے اس کاروباری ڈھانچہ میں بعض چیزیں تو فی نفسہ ناجائز ہیں اور بعض میں اگرچہ بذات خود جواز کا پہلو ہے لیکن اسلامی تجارت کے نقطۂ نظر کے ہم آہنگ نہیں، لہٰذا اس کی کسی طرح بھی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

(ماخوذ از رجسٹر نقل فتوی: دارالافتاء والارشاد کراچی)

ٹریڈ مارک (TRAD MARK) خرید وفروخت کا حکم

ٹریڈ مارک یا تجارتی ناموں کی خرید وفروخت اس وقت یورپی ممالک کے علاوہ اسلامی ملکوں میں بھی جاری ہے کیا شرعاً بھی ٹریڈ مارک کو تجارتی طور پر فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم کی تحقیق

پیش خدمت ہے:

تجارتوں کی ترقی کے ساتھ ساتھ تجارتی نام اور تجارتی علامت کا مسئلہ پیدا ہوا۔ ایک تاجر یا ایک تجارتی کمپنی مال تیار کرتی ہے اور اپنے تیار کردہ مال بہت سے لوگوں کو فراہم کرتی ہے اور بہت سے ممالک کو ایکسپورٹ کرتی ہے ایک ہی قسم کی مصنوعات اوصاف کے اختلاف کی بنیاد پر بہت مختلف ہوگئی ہیں اور یہ اوصاف مال تیار کرنے والی کمپنیوں یا افراد کے نام سے جانے جاتے ہیں، جب صارفین دیکھتے ہیں کہ منڈی میں فلاں کمپنی کے تیار کئے ہوئے مال کی اچھی شہرت ہے تو کمپنی کا نام سنتے ہی یا سامان پر اس کا ٹریڈ مارک دیکھتے ہی اسے خرید لیتے ہیں۔

اس طرح مصنوعات پر تجارتی نام اور ٹریڈ مارک گاہکوں کی زیادہ رغبت یا بے رغبتی کا سبب بن گیا ہے، اس لئے تاجروں کی نظر میں تجارتی نام اور ٹریڈ مارک کی قیمت ہوگئی ہر وہ تجارتی نام جس نے لوگوں میں اچھی شہرت حاصل کرلی اس کے نام سے منڈی میں آئے ہوئے مال کی طرف خریداروں کا جھکاؤ زیادہ ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے جو تاجر اس نام سے منڈی میں مال لاتا ہے اس کا نفع بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔

جب سے یہ بات شروع ہوئی کہ لوگ ان کمپنیوں کے نام کو استعمال کرنے لگے جنہیں صارفین میں اچھی شہرت حاصل ہے تاکہ اس نام سے ان کی مصنوعات بازار میں کھپ جائیں اور اس کی وجہ سے عامۃ الناس کے دھوکہ کھانے کا مسئلہ پیدا ہوا اس وقت سے حکومت کی طرف سے تجارتی ناموں اور ٹریڈ مارکوں کی رجسٹریشن ہونے لگی اور تاجروں کو دوسروں کے رجسٹرڈ کرائے ہوئے ناموں اور ٹریڈ مارکوں کے استعمال کرنے سے منع کردیا گیا۔ تاجروں کے عرف میں رجسٹریشن کے بعد ان تجارتی ناموں اور ٹریڈ مارکوں کی مادی قیمت ہوگئی اور تاجران ناموں کو مہنگے داموں بیچنے اور خریدنے لگے کیونکہ انہیں ان تجارتی ناموں اور ٹریڈ مارکوں سے یہ امید ہوتی ہے کہ ان کیوجہ سے

لوگ ان کی مصنوعات کی خریداری کی طرف زیادہ راغب ہوں گے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا تجارتی نام یا ٹریڈ مارک کی بیع جائز ہے؟ ظاہر ہے کہ نام یا علامت مادی چیز نہیں ہے بلکہ یہ اس نام یا علامت کے استعمال کا حق ہے اور یہ حق اصالۃً صاحب حق کے لئے اسبقیت اور حکومتی رجسٹریشن کی وجہ سے ثابت ہوا ہے یہ حق فی الحال ثابت ہے مستقبل میں متوقع نہیں ہے نیز یہ ایک ایسا حق ہے جو ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف منتقل ہوسکتا ہے لیکن یہ ایسا حق نہیں ہے جو پائیدار مادی چیز کے ساتھ متعلق ہو، لہٰذا فقہاء کے کلام سے ہم نے جو قواعد نکالے ہیں ان کی روشنی میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دست برداری کے طور پر اس کا عوض لینا جائز ہونا چاہیے، فروختگی کے ذریعہ جائز نہ ہونا چاہیے، کیوں کہ یہ حق ثابت اور مادی چیز میں استقرار پانے والی منفعت نہیں ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی رائے

ہمارے شیخ المشائخ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے یہی فتوی دیا ہے اور انہوں نے اس مسئلہ کو مال کے بدلہ میں وظائف سے دستبرداری کے مسئلہ پر قیاس کیا ہے اور اس سلسلہ میں ابن عابدین رحمہ اللہ علیہ کی وہ عبارت نقل کی ہے، جس کو ہم نزول عن الوظائف کے مسئلہ میں پیچھے نقل کر چکے ہیں پھر انہوں نے فرمایا:

اور کارخانے کا نام بھی مشابہ حق وظائف کے ہے کہ ثابت علی وجہ الاصالہ ہے نہ کہ دفع ضرر کے لیے اور دونوں بالفعل امور اضافیہ سے ہیں اور مستقبل میں دونوں ذریعہ ہیں تحصیل مال کے پس اس بنا پر اس عوض کے دینے میں گنجائش معلوم ہوتی ہے، گو لینے والے کے لئے خلاف تقوٰی ہے مگر ضرورت میں اس کی بھی اجازت ہو جائے گی۔

(امداد الفتاوٰی:۳/۸۷)

احقر کا خیال یہ ہے کہ تجارتی نام کا حق اور ٹرید مارکوں کا حق اگر چہ اصل میں حق مجرد ہے جو کسی مادی محسوس چیز میں ثابت نہیں لیکن حکومتی رجسٹریشن جس کیلیے بڑی بھاگ دوڑ کرنی پڑی ہے اور بے تحاشا مال خرچ کرنا پڑتا ہے اور جس کے بعد اس نام پر ٹریڈ مارک کی قانونی حیثیت ہو جاتی ہے جس کا اظہار اس تحریری سرٹیفکیٹ کے ذریعہ ہوتا ہے جو رجسٹریشن کرانے والے کو حکومت کے کاغذات میں اندراج کے بعد حاصل ہوتا ہے ان تمام مراحل کے بعد تجارتی نام اور ٹریڈ مارک کا حق اس حق کے مثل ہو گیا جو کسی مادی چیز میں مستقر ہو اور تاجروں کے عرف میں یہ حق اعیان (مادی اشیاء) کے حکم میں ہو گیا لٰہذا بیع کے ذریعہ اس کا عوض لینا جائز ہونا چاہیے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ بعض اشیاء کو اعیان میں داخل کرنے میں عرف کا بڑا دخل ہے کیونکہ علامہ ابن عابدین کے بیان کیمطابق مالیت لوگوں کے مال بنانے سے ثابت ہوتی ہے اس کی مثال بجلی اور گیس ہے جو گزشتہ زمانوں میں اموال واعیان میں شمار نہیں ہوتی تھیں کیونکہ یہ دونوں ایسی مادی چیز نہیں ہیں، جو قائم بالذات ہوں اور ان کا قبضہ میں کرنا بھی انسان کی طاقت میں نہیں تھا لیکن اب یہ دونوں چیزیں ان اہم قیمتی اموال میں سے ہیں جن کی خرید وفروخت کے جواز میں کوئی شبہ نہیں کیوں کہ ان دونوں چیزوں میں حد درجہ نفع ہے اور ان کا احراز بھی ممکن ہے لوگوں کے عرف میں بھی یہ دونوں چیزیں مال اور قیمتی چیز مانی جاتی ہیں۔

اسی طرح تجارتی نام ٹریڈ مارک رجسٹریشن کے بعد تاجروں کے عرف میں بڑی قیمتی چیزیں ہوتی ہیں اور ان پر یہ بات بھی صادق آتی ہے کہ حکومت کی طرف سے تحریری سرٹیفکیٹ حاصل کرنے سے ان پر قبضہ ہو جاتا ہے اس لئے کہ ہر چیز کا قبضہ اس کے حسب حال ہوتا ہے اور ان پر یہ بات بھی صادق ہے کہ وقت ضرورت کے لئے ان کا ذخیرہ کیا جاسکتا ہے غرض یہ کہ کسی چیز کی مالیت پیدا کرنے کے لئے جو عناصر لازمی ہیں وہ سب تجارتی ناموں اور ٹریڈ مارکوں میں موجود ہیں صرف اتنی بات ہے کہ یہ ایسی مادی چیز

نہیں جو قائم بالذات ہو اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس میں شرعاً کوئی مانع موجود نہیں ہے کہ ان کی خرید فروخت کے جائز ہونے میں ان پر اموال کا حکم لگایا جائے لیکن اس جواز کی دو شرطیں ہیں:

۱۔ پہلی شرط یہ ہیکہ وہ تجارتی نام یا ٹریڈ مارک حکومت کے یہاں قانونی طور پر رجسٹرڈ ہو کیونکہ جو نام ٹریڈ مارک رجسٹرڈ نہیں ہوتا اسے تاجروں کے عرف میں مال نہیں شمار کیا جاتا۔

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ تجارتی نام یا ٹریڈ مارک کی بیع سے صارفین کے حق میں التباس اور دھوکہ لازم نہ آئے مثلاً اس کی صورت یہ ہو کہ خریدار کی طرف سے یہ اعلان کر دیا جائے کہ اب اس سامان کو بنانے والا وہ فرد یا وہ ادارہ نہیں ہے جو پہلے اس نام سے سامان تیار کرتا تھا اور اس نام یا ٹریڈ مارک کو خریدنے والا اس نیت سے اس کو خریدے کہ وہ حتی الامکان کوشش کرے گا کہ اس کی مصنوعات سابقہ مصنوعات کے معیار کے برابر ہوں گی یا اس سے بہتر ہوں گی۔ لہٰذا اس اعلان کے بغیر تجارتی نام یا ٹریڈ مارک کا دوسرے شخص کی طرف منتقل ہونا چونکہ صارفین کے حق میں التباس اور دھوکہ کا باعث ہوگا اور التباس اور دھوکا حرام ہے، جو کسی حال میں بھی جائز نہیں۔ (فقہی مقالات:۱/۲۲۰)

تجارتی لائسنس کی خرید فروخت کا حکم

حضرت شیخ الاسلام دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

ہم نے تجارتی نام اور ٹریڈ مارک کا جو حکم اوپر بیان کیا ہے کہ ان دونوں کا عوض لینا جائز ہے بالکل یہی حکم تجارتی لائسنس پر بھی جاری ہوگا اس لائسنس کی حقیقت یہ ہے کہ عصر حاضر میں اکثر ممالک اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ حکومتی لائسنس کے بغیر

ایکسپورٹ یا امپورٹ کیا جائے بظاہر یہ چیز تاجروں پر ایک طرح کی پابندی ہے جسے اسلامی شریعت شدید ضرورت کے بغیر پسند نہیں کرتی لیکن واقعہ یہ ہے کہ اکثر ملکوں میں یہی ہو رہا ہے لہٰذا یہاں بھی یہی بات آئے گی جو ہم نے تجارتی نام کے بارے میں ذکر کی ہے کہ حق اصالۃً ثابت ہے لہٰذا مال کے بدلے میں اس سے دست برداری جائز ہوگی نیز حکومت کی طرف سے یہ لائسنس حاصل کرنے میں بڑی کوشش وقت اور مال صرف کرنا پڑتا ہے اور اس لائسنس کے حامل کو ایک قانونی پوزیشن حاصل ہو جاتی ہے جس کا اظہار تحریری سرٹیفکیٹ میں ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے حکومت یہ لائسنس رکھنے والے کو بہت سی سہولتیں مہیا کرتی ہے اور تاجروں کے عرف میں یہ لائسنس بڑی قیمت رکھتا ہے اور اس کے ساتھ اموال والا معاملہ کیا جاتا ہے لہٰذا یہ بات بعید نہیں ہے کہ خرید و فروخت کے جائز ہونے میں اسے مادی اشیاء کے ساتھ شامل کر دیا جائے لیکن یہ سب کچھ اس وقت ہے جب کہ حکومت یہ لائسنس دوسرے آدمی کے نام منتقل کرنے کی اجازت دیتی ہو اگر لائسنس کسی مخصوص فرد یا مخصوص کمپنی کے نام ہو اور قانون دوسری کمپنی کی طرف اس کی منتقلی کی اجازت نہیں دیتا ہو تو اس لائسنس کی بیع جائز نہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں، کیوں کہ اس صورت میں لائسنس کی فروختگی سے جھوٹ اور دھوکہ لازم آئے گا اس لئے کہ لائسنس خریدنے والا بیچنے والے ہی کے نام سے استعمال کرے گا، نہ کہ اپنے نام سے، لہٰذا ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا، البتہ اگر لائسنس یافتہ شخص کسی کو اپنی طرف سے بیچنے اور خریدنے کا وکیل بنا دے تو اس صورت میں اس وکیل کے لئے اس لائسنس کے ذریعہ خرید و فروخت جائز ہوگی۔ (فقہی مقالات: ۱۱/۲۲۳)

حضرت مفتی اعظم مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ یہ لائسنس مال نہیں ہے جبکہ مبیع کا مال ہونا انعقاد بیع کے لئے شرط لازم ہے لہٰذا تجارتی اجازت نامہ (لائسنس مال کی بیع جائز نہیں۔ (ماخوذ از احسن الفتاویٰ: ۶/۵۲۶)

لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ اس کی خرید فروخت نہ کی جائے۔

جمعہ کی اذان اول کے بعد خرید وفروخت ممنوع ہے

جس مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے کا ارادہ ہو اس میں جمعہ کی پہلی اذان ہو جانے کے بعد فوراً جمعہ کی تیاری شروع کر دینا شرعاً واجب ہے جمعہ کی تیاری کے علاوہ خرید و فروخت اور دیگر کاروبار جاری رکھنا ناجائز اور بڑا گناہ ہے۔حتی کہ نفل نمازیں اور تلاوت وغیرہ بھی گھر بیٹھ کر نہ کرے بلکہ یہ کام بھی مسجد میں آ کر انجام دے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿یٰا یھا الذین اٰمنو ااذا نودی للصلوٰہ من یوم الجمعۃ فاسعو ا الی ذکر اللّٰہ و ذروا البیع ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون.﴾ (سورۂ جمعہ ۹:)

"اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز نماز (جمعہ) کے لئے اذان کہی جایا کرے تو تم اللہ کی یاد کی طرف چل پڑا کرو، اور خرید وفروخت چھوڑ دیا کرو، یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم کو کچھ سمجھ ہو"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بلا ضرورت جمعہ کی نماز چھوڑ دیتا ہے وہ ایسی کتاب میں منافق لکھ دیا جاتا ہے جو تغیر وتبدل سے بالکل محفوظ ہے۔(مشکوٰہ)

یعنی اسکے نفاق کا حکم ہمیشہ رہے گا مگر یہ کہ وہ توبہ کر لے یا اللہ رب العزت خود ہی محض اپنی عنایت سے معاف فرما دیں تو دوسری بات ہے(بہشتی گوہر)

دوسری حدیث میں ہے جو شخص تین جمعہ سستی کی وجہ سے یعنی بلا عذر (شرعی) ترک کر دیتا ہے اسکے دل پر اللہ تعالیٰ مہر ثبت کر دیتا ہے(ترمذی)

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ جمعہ کی نماز کا خاص اہتمام کرے، اور دنیا کے چند ٹکوں کی خاطر اپنی آخرت تباہ نہ کرے اور جمعہ کی پہلی اذان سے بھی پہلے جمعہ کی تیاری کر کے مسجد پہنچ جائے اور اذان کے بعد کسی صورت میں بھی کاروبار جاری نہ رکھے۔

جمعہ کی نماز کے بعد تجارت کی برکات

جمعہ کی اذان کے بعد تو سارے کاروبار ممنوع ہیں، لیکن نماز جمعہ سے فارغ ہوکر کاروبار کرے تو اس میں بڑی برکت ہوتی ہے اس لئے نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنی روزی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

حضرت عراک بن مالک رضی اللہ عنہ جب نماز جمعہ سے فارغ ہوکر باہر آتے تو مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہوکر یہ دعا کرتے تھے۔

اللھم انی اجبت دعوتک و صلیت فرضتک و انتشرت کما امرتنی فارزقنی من فضلک وانت خیر الرازقین ، (رواہ ابن ابی حاتم)

''اے اللہ میں نے تیرے حکم کی اطاعت کی اور تیرا فرض ادا کیا اور جیسا کہ تو نے حکم دیا نماز پڑھکر میں باہر جاتا ہوں تو اپنے فضل سے مجھے رزق عطا فرما اور تو تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے''

اور بعض سلف صالحین سے منقول ہے کہ جو شخص نماز جمعہ کے بعد تجارتی کاروبار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکے لئے ستر مرتبہ برکات نازل فرماتے ہیں (تفسیر ابن کثیر)

ناپ تول میں کمی کرنا حرام ہے

خرید وفروخت کے معاملہ میں ایک بڑا گناہ جو سرزد ہوتا ہے وہ ناپ تول میں کمی ہے جسکو اصطلاح میں ''ڈنڈی مارنا'' کہتے ہیں قرآن وحدیث میں اس پر مذمت وارد ہوئی ہے۔

قولہ تعالی :﴿ویل للمطففین الذین اذا کتالو اعلی الناس یستوفون واذا کالوھم اووزنوھم یخسرون ،الایظن اولئک انھم مبعوثون لیوم عظیم یوم یقوم الناس لرب العٰلمین ﴾ (سورۃ التطفیف :۱تا۶)

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے (اپنا حق) ناپ کرلیں تو پورا لے لیں اور جب ان کو ناپ کریا تول کردیں تو گھٹا دیں کیا ان لوگوں کو اسکا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے جس دن تمام آدمی رب العلمین کے سامنے کھڑے ہونگے۔

حق پورا پورا ادا کیا جائے

مذکورہ بالا آیات میں ناپ تول میں کمی کو حرام قرار دیا کیونکہ عام طور سے معاملات میں لین دین انہی دو طریقوں سے ہوتا ہے انہی کے ذریعہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ حقدار کا حق ادا ہوگیا یا نہیں۔ لیکن یہ معلوم ہے کہ مقصود اس سے ہر ایک حقدار کا حق پورا پورا دینا ہے اس میں کمی کرنا حرام ہے تو معلوم ہوا کہ یہ صرف ناپ تول کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر وہ معیار جس سے کسی کا حق پورا کرنا نہ کرنا جانچا جاتا ہے اسکا یہی حکم ہے خواہ ناپ تول سے ہو یا عدد شماری سے یا کسی اور طریقہ سے ہر ایک میں حقدار کے حق سے کم دینا تطفیف کے حکم میں داخل ہونے کی بناء پر حرام ہے موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز کے رکوع سجدے وغیرہ پورے ادا نہیں کرتا جلدی جلدی نماز ختم کر ڈالتا ہے تو اسکو فرمایا ''لقد طففت'' تو نے اللہ کے حق میں تطفیف کردی۔

ڈیوٹی پوری نہ کرنا حرام ہے

اب اس حکم کے تحت یہ بھی داخل ہے کہ مزدور ملازم نے جتنے وقت خدمت انجام دینے کا معاہدہ کیا ہے اس میں سے وقت چرانا کم کرنا، مثلاً، آٹھ سے چار بجے تک ڈیوٹی کرنے کا معاہدہ ہے، اب وہ کام پر آتا ہے تو ساڑھے آٹھ پونے نو، جاتے وقت کبھی ساڑھے تین کبھی وقت پر اسی طرح درمیان میں متعلقہ کام چھوڑ کر ذاتی کاموں میں لگا دیتا

ہے اس کے علاوہ چائے پینا، گپ شپ کرنا ڈیوٹی کے علاوہ دیگر کاموں میں وقت گزار دینا ہے یہ سب تطفیف میں داخل ہو کر حرام ہے ڈیوٹی کے اوقات میں ڈیوٹی پوری کرنے کے بجائے جو اوقات فالتو کاموں میں گزارے گا اسکی بمقدار تنخواہ بھی حرام ہے۔

ناپ تول میں کمی کی دنیاوی سزاء

گزشتہ آیات میں ناپ تول میں کمی پر اخروی سزاء کا بیان تھا کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں عظیم دن یعنی قیامت کے دن تمام مخلوق کے سامنے پیشی ہوگی اور باز پرس ہوگی اسکے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیاوی سزا کا بھی فرمایا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں پانچ چیزوں کے بدلہ میں صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! پانچ چیزیں پانچ چیزوں کے بدلہ میں کیا مطلب؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔

۱۔ جب بھی کسی قوم نے کیا ہوا عہد توڑا اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا۔

۲۔ اور جب بھی کسی قوم نے اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے فیصلہ کے علاوہ فیصلہ کیا تو ان میں محتاجگی (غربت) عام ہوگئی۔

۳۔ اور جب بھی کسی قوم میں برائیاں (زنا) عام ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ ان پر طاعون مسلط کر دیتا ہے۔

٤۔ اور جب بھی ناپ تول میں کسی قوم نے کمی کی اللہ تعالیٰ نے خوش حالی ختم کر دی اور قحط سالی میں مبتلا کر دیا۔

۵۔ اور جب بھی کسی قوم نے زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کی اللہ تعالیٰ نے بھی بارش روک دی۔

چند حکایات

حضرت مالک بن دینار نے فرمایا کہ میں اپنے ایک پڑوسی کے پاس گیا جو نزع کی حالت میں تھا اور وہ کہہ رہا تھا آگ کے دو پہاڑ، آگ کے دو پہاڑ ہیں۔ میں نے کہا یہ کیا کہہ رہے ہو، اس نے کہا کہ میرے پاس دو پیمانے تھے ایک سے ناپ کر لیتا اور دوسرے سے ناپ کر دیتا تھا اور یہ آپس میں چھوٹے بڑے تھے مالک بن دینار فرماتے ہیں۔ میں ان دونوں کو لیکر دوسرے پر مارنے لگا تو اس نے کہا کہ تمہارے اس مارنے سے میرا عذاب اور زیادہ سخت اور بڑا ہو گیا۔ پھر وہ اسی مرض میں مر گیا، مطفف وہ ہے جو ناپنے اور تولنے میں کمی کرتا ہے اس کو مطفف اس لئے کہا جاتا ہے وہ اس طرح سے شی طفیف یعنی معمولی سی ہی چیز چرا سکتا ہے۔ یہ کمی کرنا چوری اور خیانت اور حرام کھانے کی قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے "ویل" یعنی شدت عذاب کی وعید ارشاد فرمائی، بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے اگر اس میں ساری دنیا کے پہاڑ بھی جلائے جائیں تو اس کی گرمی کی شدت سے پگھل جائیں۔ بعض سلف کا ارشاد ہے کہ میں ہر ناپنے والے اور تولنے والے کے بارے میں دوزخ میں جانے کا یقین رکھتا ہوں کیونکہ یہ مشغلہ رکھے ہوئے کوئی کمی بیشی کرنے سے نہیں بچ سکتا۔ سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ ہی محفوظ کرے۔

زبان سے کلمۂ شہادت ادا نہ ہونا

بعض حضرات نے ذکر فرمایا کہ میں ایک مریض کے پاس گیا وہ مرض الموت میں مبتلا تھا میں اسے کلمۂ شہادت کی تلقین کرنے لگا لیکن اس کی زبان کلمہ کی ادائیگی پر نہیں چلتی تھی۔ جب اسے کچھ ہوش آیا تو میں نے کہا کہ اے میرے بھائی کیا بات ہے۔ میں تم سے کلمۂ شہادت کی تلقین کرتا ہوں اور تمہاری زبان نہیں چلتی وہ کہنے لگا میری زبان پر

ترازو آڑے آجاتی ہے جو مجھے بولنے نہیں دیتی میں نے کہا کیا تو کم تولتا تھا اس نے کہا نہیں۔ ہاں اتنی بات کہ میں تولنے لگتا تھا تو ترازو درست کرنے کے لئے توقف نہیں کرتا تھا پس یہ اس شخص کا حال ہے جسے ترازو درست کرنے کا اہتمام نہ تھا، پھر اس کا کیا حال ہوگا جو کم تولنے والا ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان

حضرت نافع نے بیان فرمایا کہ حضرت ابن عمر سوداگر کے پاس سے گذرتے تھے تو فرماتے تھے کہ تو اللہ تعالیٰ سے ڈر اور ناپ تول پورا کرنے کا اہتمام کر کیونکہ ان دونوں میں کمی کرنیوالے میدان قیامت میں اس حال میں کھڑے کئے جائیں گے کہ ان کا پسینہ نیچے سے لیکر ان کے کانوں کے آدھے حصہ تک ہوگا اور یہی حال اس تاجر کا ہے جو ناپ تول کر کپڑا وغیرہ بیچتا ہو جو بیچتے وقت خوب اچھی طرح ہاتھ سخت کر دیتا تا کہ ذرا سا بھی زیادہ نہ جائے اور اپنے لئے ناپ کر خریدتا تھا تو اس خیال سے ہاتھ ڈھیلا کر دیتا تھا کہ کچھ زیادہ آجائے بعض سلف کا ارشاد ہے کہ ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو ایک ناقص دانہ کے بدلہ اتنی بڑی جنت چھوڑ دے جس کا عرض آسمان وزمین کے برابر ہے اور سخت افسوس ہے اس شخص کے لئے جو ایک دانہ زیادہ لینے پر اپنے لئے ہلاکت خریدتا ہو۔

جی پی فنڈ پر بیمہ کمپنی یا بینک سے سود لینے کا حکم

اگر کوئی سرکاری ملازم درخواست دے کر اپنے جی پی فنڈ کی رقم کسی بینک یا بیمہ کمپنی کے حوالہ کر دے تو وہ کمپنی اس کی وکیل بن جائے گی، چونکہ وکیل کا قبضہ مؤکل کا قبضہ ہوتا ہے، لہٰذا بیمہ کمپنی یا بینک میں رقم منتقل ہونے کے بعد ملازم اس رقم کا مالک بن جائے گا؛ اب اس رقم پر جو سود ملے گا وہ شرعاً سود ہی ہے، اس کا استعمال ملازم کے لئے حرام ہے،

چنانچہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے اس دوسری صورت کے بارے میں تحریر فرمایا کہ "اگر بینک یا کمپنی وغیرہ اس رقم پر کچھ سود دے تو شرعاً وہ سود ہی ہوگا جس کا لینا ملازم کے لئے قطعاً حرام ہے"۔ (پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ اور سود کا مسئلہ: ص۔۲۶)

اختیاری جی پی فنڈ کا حکم

کوئی ملازم بلا جبر واکراہ اپنی مرضی سے کچھ رقم جی پی فنڈ میں کٹوائے اور پھر اختتام ملازمت پر اصل رقم مع سود وصول کرے شرعاً اس کا حکم یہ ہے کہ اصل رقم تو حلال ہے، اس پر حکومت کی طرف سے سود کے نام پر جو اضافی رقم ملے گی، اس میں تشبہ بالربوا ہے آیندہ سودخوری کا ذریعہ بنا لینے کا بھی خطرہ ہے اس لئے اس سے اجتناب کیا جائے۔
(پراویڈنٹ فنڈ اور سود کا مسئلہ: ص۴)

بینک میں رقم جمع کروانے کا حکم

فی زمانہ کمائی کا ایک ذریعہ اسکو سمجھا جانے لگا ہے کہ بینک میں کھاتہ کھولکر اس سے نفع کے نام پر سود وصول کیا جائے خصوصی طور پر سرکاری یا نیم سرکاری ملازمین یہ کام زیادہ کرتے ہیں کہ ریٹائرمنٹ کے وقت جو رقم ملتی ہے اسکو بینک میں جمع کرواتے ہیں یا کسی اور صورت سے اکٹھی کوئی رقم ملجائے اور اس رقم سے کاروبار کی ہمت نہ ہو تو بس آمدنی حاصل کرنے کا آسان ذریعہ اسکو سمجھا جاتا ہے کہ بینک میں رقم جمع کروا کر نفع کے نام پر سود وصول کر کے گزر اوقات کیا جائے، حالانکہ سود کھانا حرام ہونا قرآن وحدیث میں مصرح ہے لیکن زمانہ کے حالات کے اعتبار سے لوگ دھوکہ میں مبتلا ہیں کہ اسکو بھی حلال ذریعہ آمدن سمجھتے ہیں۔

سودخوری کے بارے میں جہالت کا واقعہ

ایک ہمارے جاننے والے تھے بظاہر بڑے دیندار نماز روزے کا پابند اور باشرع بھی، ہر وقت ذکر میں مشغول رہتے اور اکثر مجھ سے دینی مسائل معلوم کر کے عمل کرتا تھا ایک دفعہ دوران گفتگو میں نے کہا کہ بینک میں ملازمت کرنا حرام ہے بلکہ ظاہری اور باطنی گناہوں کی ایک فہرست میں اسکا تذکرہ تھا۔ بس یہ لفظ سننا تھا آگ بگولہ ہوگیا مفتی صاحب آپ نے کیا کہہ دیا کیا پوری دنیا حرام کھا رہی ہے میرا ایک داماد بھی تو برسوں سے بینک منیجر ہے سینکڑوں لوگ ہیں جنکا گزارہ ہی بینک پر ہے میں نے کہا ٹھنڈے ہو کر بات کریں جب آپ کو دین کے دیگر مسائل کے بارے میں مجھ پر اعتماد ہے یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ مروج بینک کا اکثر کاروبار سودی لین دین پر مشتمل ہے اگرچہ بینک بعض جائز کاروبار بھی کرتا ہے تاہم چونکہ غالب کاروبار سودی ہے اور اسلام میں سود کا لین دین حرام ہے اس لئے ایسے ادارے میں ملازمت بھی حرام ہے اور ملنے والی تنخواہ بھی حرام سینکڑوں کیا ہزاروں لاکھوں لوگ بھی ایسے حرام کام کر کے روزی حاصل کر لیں تو اس سے وہ حرام کام حلال نہیں ہوگا مسئلہ یہی ہے عمل کرنا نہ کرنا آپکا کام ہے باقی غصہ ہونے پر توبہ کریں کیونکہ دین کا کوئی مسئلہ سن کر خوش ہونا چاہئے اور اپنی جہالت پر نادم ہونا چاہیے نہ یہ کہ دین کے مسائل بتانے والے پر چڑھائی کریں جیسا کہ آپ نے ابھی کیا وہ اس وقت خاموش تو ہوگئے لیکن بینک ملازمت حرام ہونے کو شاید ان کے دل نے تسلیم نہیں کیا یہ آج سے تقریباً پندرہ بیس سال پہلے کی بات ہے اب تو بینک کے ساتھ لین دین اور بھی عام ہوگیا۔

بہرحال بینک میں رقم جمع کروانے کی چار صورتیں ہیں:

(۱) سودی کھاتہ (سیونگ اکاونٹ)

(۲) ڈیپازٹس

(۳) غیر سودی کھاتہ (کرنٹ اکاونٹ)

(٤) لاکرز

فکسڈ ڈیپازٹ اور سیونگ اکاونٹ کا حکم

فکس ڈیپازٹ اور سیونگ اکاونٹ میں اکاونٹ ہولڈر کو منافع کے نام پر جو رقم ملتی ہے چونکہ یہ بات طے ہے کہ ان اکاونٹس میں رکھی جانے والی رقوم بالاتفاق قرض ہوتی ہے لہٰذا بینک اکاونٹ ہولڈر کو اصلی رقم سے زیادہ جو رقم بھی ادا کریگا وہ صراحتاً سود ہو گی جس کے جائز ہونے کی کوئی صورت نہیں لہٰذا ان دونوں اکاونٹس میں رقم جمع کروانا اور منافع کے نام پر سود وصول کرنا حرام ہے

کرنٹ اکاونٹ (غیر سودی کھاتہ)

سودی بینک کے کرنٹ اکاونٹ میں رقم جمع کروانے کے بارے میں علماء کی دو اراء ہیں بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اگر چہ اکاونٹ ہولڈر کو سود نہیں ملتا لیکن یہ رقم سودی لین دین میں استعمال ہوتی ہے اسطرح بینک ہولڈر کی طرف سے گناہ کے کام میں تعاون ہوتا ہے اس لئے کرنٹ اکاونٹ میں بھی رقم جمع کروانا جائز نہیں جبکہ دوسرے بعض علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ اس زمانہ میں کاروبار کی وسعت اور دیگر لین دین میں کسی نہ کسی صوت میں بینک کو واسطہ بنانے کی ضرورت پیش آجاتی ہے بینک میں کھاتہ کھولے بغیر دشواری پیش آتی ہے اس لئے ضرورت کے پیشِ نظر کرنٹ اکاونٹ بینک میں (غیر سودی کھاتہ) کھولنے کی شرعاً گنجائش ہوگی۔

لاکرز کا حکم

بینک میں ''لاکر'' کے نام سے ایک خانہ ہوتا ہے لوگ اسکو کرایہ پر لیکر اس میں اپنی رقم رکھتے ہیں اور ضرورت کے وقت نکال لیتے ہیں اس میں بینک سے کوئی سودی معاہدہ نہیں ہوتا اور بینک اس رقم کو استعمال کرنے کا مجاز بھی نہیں ہوتا صرف اتنی بات ہے کہ بینک کی ملکیت کا ایک خانہ کرایہ پر لیا گیا بعض علماء نے فرمایا کہ اس میں بھی گناہ ہوگا کیونکہ اگرچہ اس میں سودی لین دین یا تعاون علی الاثم تو نہیں ہے مگر بینک کے حرام پیسے سے بنے ہوئے خانے کے استعمال کا گناہ ہے تاہم مجبوری کے وقت اسکو استعمال کرنے کی گنجائش ہے اس میں پہلی دونوں صورتوں کی نسبت گناہ کم ہے لیکن پھر بھی توبہ و استغفار کرنا چاہئے۔

تفصیل کے لیے بندہ کی کتاب ''جدید معاملات کے شرعی احکام'' کا مطالعہ فرمالیں۔

مروجہ اسلامی (یا غیر سودی) بینکوں کا حکم

مروجہ اسلامی بینکوں میں رقم جمع کروانا اور جمع شدہ رقم پر زائد رقم وصول کرنا شرعا اسکا کیا حکم ہے، عام سودی بینکوں اور اسلامی بینکوں کے حکم میں کچھ فرق ہے یا ایک ہی ہے اس بارے میں معاصر علماء کرام کے دو اراء بالکل واضح ہیں ایک طبقہ دونوں کا حکم ایک ہی طرح قرار دیتا ہے کہ نام کی تبدیلی ہے کام دونوں کا ایک ہے جو اوپر مذکور ہوا اور دوسرا طبقہ دونوں میں فرق کرتا ہے، عام سودی بینکوں سے نفع کے نام پر ملنے والی رقم حرام ہے اور اسلامی بینکوں سے ملنے والی رقم جائز ہونا چاہیے اب جبکہ واضح طور پر علماء کی رائیں سامنے آگئیں تو عوام کو کیا کرانا چاہیے کس پر عمل کرنا چاہیے۔ اس سلسلہ میں استاذ محترم ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب زید مجدہم کی رائے نہایت وقیع اور قابل عمل ہے

چنانچہ وہ مروجہ اسلامی بینکاری کے ناجائز ہونے پر جو کتاب لکھی گئی ہے اسکے پیش لفظ میں تحریر فرماتے ہیں۔

بس آخری گزارش کے طور پر میں عوام الناس سے صرف دو باتیں عرض کرنے پر اکتفاء کرتا ہوں:

ایک بات یہ ہے کہ "مروجہ اسلامی بینکاری" کیساتھ کاروباری تعلقات کو بعض علماء کرام جائز قرار دیتے ہیں، جبکہ علماء کرام کا ایک طبقہ جس میں ہر صوبے کے مشہور و معروف اہل فتوی شامل ہیں وہ حرام قرار دے رہے ہیں، ایسی صورتحال میں ایک عام مسلمان کا شرعی فرض یہ بنتا ہے کہ وہ اس طرح کے معاملات سے اجتناب کرے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

"ترکنا تسعة اعشار الحلال مخافة الربا "(کنز العمال ۱۱/۲۳۱)

یعنی ہم نے نوے فیصد حلال کو ربا کے خوف سے چھوڑ رکھا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ

......"فدعو ا الربوا والریبه" مشکوٰه ص ۲۴۶ باب الرباء

یعنی سود بھی چھوڑ دو اور ان چیزوں کو بھی چھوڑ دو جن میں سود کا شائبہ ہو۔

اس وقت مروجہ اسلامی بینکوں کو بعض اہل علم سودی بینک کہتے ہیں اور دوسرے بعض بھی شائبہ سود پر مشتمل مانتے ہیں۔ لہذا اہل علم کو چاہیے کہ وہ امت کی رہنمائی کرتے ہوے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان ارشادات کو ضرور سامنے رکھیں اور امت مسلمہ اخلاص کے ساتھ ان کے فتوؤں پر عمل کرے۔

دوسری بات یہ کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمارا عقیدہ ہے۔ اور یہ جذبہ بھی ہمارے پیش نظر رہنا چاہیے کہ تھوڑا سا حلال بہت زیادہ حرام سے بدرجہا بہتر ہے، اسی

میں ہماری نجات اور فلاح ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قل لا یستوی الخبیث والطیب ولو اعجبک کثرۃ الخبیث فاتقوا اللہ یا اولی الالباب لعلکم تفلحون﴾(مائدہ ۱۰۰)

ترجمہ : تو کہہ کہ برابر نہیں ناپاک اور پاک اگر چہ تجھ کو بھلی لگے ناپاک کی کثرت، سوڈرتے رہو اللہ سے اے عقلمندو تا کہ تمہاری نجات ہو"۔

چنانچہ اس آیت مبارکہ کے پیش نظر ایک ادنی سے ادنی غریب اور محدود آمدنی والے معمولی مسلمان مزدور کا امتحان لینے کے لئے ایک طرف بکرے کا ایک کلو حلال گوشت رکھ دیا جائے، اور دوسری طرف گدھے کا ایک من گوشت رکھ دیا جائے اور ساتھ یہ شرط بھی رکھی جائے کہ آپ کو ہزار روپے کا نوٹ بھی ملے گا تم دونوں میں سے کون سا گوشت کھانا پسند کرو گے؟ وہ مسلمان غریب مزدور، اپنی غربت اور افلاس کے باوجود ایک من حرام گوشت کی کثرت اور ہزار روپے کے شرطیہ نفع سے مرعوب ہونے کی بجائے ایک کلو حلال ہی کو اپنے حق میں بہتر سمجھے گا۔

اس لئے میں اپنے تاجر پیشہ مسلمان بھائیوں کو یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ محض اپنے کاروبار کو وسعت دینے کیلئے، زراندوزی اور معاشرے میں مصنوعی معیار زندگی بلند رکھنے کی نفسانی خواہشات کی خاطر مروجہ اسلامی اور غیر اسلامی بینکوں کے ساتھ تمویلی کاروباری تعلقات استوار کرنے سے قبل حق تعالیٰ شانہ کے اس ارشاد گرامی کو ضروری سامنے رکھیں۔اور اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر جو"ہدایت کرنے والا" بٹھایا ہے، اور ہر مسلمان کے دل اور ضمیر کے اندر جو"مفتی" بٹھایا ہے، اسے جھنجھوڑ کر سوال کریں کہ آپ کیسے معاملات کررہے ہیں؟ اور کیوں کررہے ہیں؟ اور آپ کو کیا کرنا چاہئے؟

واضح رہے کہ حدیث شریف کی رو سے ہر مسلمان کا اپنے ضمیر سے یہ سوال ان صورتوں کے لئے بتایا گیا جہاں معاملات کے جائز اور ناجائز کی کشمکش میں اہل فتوی نے

کسی چیز کو جائز قرار دیا ہو، اس کے بعد بھی حضور نے ''ضمیر'' کے ''مفتی'' سے رجوع کرنے کے لئے فرمایا ہے، لہٰذا مسلمان تاجر پر لازم ہے کہ وہ مذکورہ آیت مبارکہ اور حدیث شریف کی روشنی میں اپنے معاملات پر ضرور نظر ثانی کریں، اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو حلال وحرام کی پہچان نصیب فرمائیں۔ ہمارے اندر صرف حلال کھانے کا جذبہ اور حرام سے بچنے کا حوصلہ پیدا فرمائیں، اور شریعت پر پوری طرح عمل کرنیکی توفیق عطا فرمائے آمین۔ (ماخوذ از مروجہ اسلامی بینکاری کا تجزیاتی مطالعہ ص ۳۷)

دعوت فکر، توجہ طلب

سطور بالا کا حاصل یہ ہے کہ انسان کو کھانے پینے میں احتیاط کرنا چاہیے، آمدن کے جن ذرائع کو اللہ تعالیٰ نے ناجائز حرام قرار دیا ہے ان سے اجتناب کیا جائے، نیز مشتبہات سے بھی پرہیز کیا جائے اور حلال صرف حلال غذا استعمال کی جائے اگر چہ وہ قلیل ہو وہی بابرکت غذا ہے حلال روزی عبادت اور دعا کی قبولیت میں مؤثر ہے اور حرام روزی دعا کی قبولیت سے مانع ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی تعلیم دی ہے کہ روزی کمانے میں اعتدال سے کام لیا جائے اسکی خاطر اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض کو نہ چھوڑے کیونکہ روزی تو اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کئے بغیر مل نہیں سکتی، گناہگاروں کو جو روزی ملتی ہے وہ ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے، اس سے ان کی نافرمانی اور سرکشی میں اضافہ ہوتا ہے اور آخرت میں یکبارگی عذاب میں مبتلاء ہونگے۔ دنیا میں بھی اسکو قلبی سکون نصیب نہیں ہوتا۔

مال حرام سے ہدیہ یا دعوت قبول کرنا:

اگر کسی کی آمدن حرام وحلال سے مخلوط ہو تو اس کے ہاں دعوت کھانے یا اس سے

ہدیہ قبول کرنے کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اس بارے میں حضرت مفتی اعظم مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے:

اگر حرام مال جدا ممتاز نہ ہو، یعنی خالص حرام یا حلال وحرام کا یقین نہ ہو اور حلال مال زیادہ ہو تو اس سے ہدیہ یا دعوت قبول کرنا جائز ہے۔

اگر حرام زیادہ ہے یا دونوں برابر ہیں یا حرام جدا ممتاز ہے تو اسے قبول کرنا جائز نہیں۔

قال فی الهندیه: اهدی الی رجل شیئا او اضافه ان کان غالب ماله من الحلال فلاباس، الاان یعلم بانه حرام فان کان الغالب هو الحرام فینبغی ان لا یقبل الهدیة ولا یاکل الطعام الا ان یخبره بانه حلال ورثه او استقرضه من رجل کذا فی الینا بیع.

و ایضا فیها اکل الربواو کاسب الحرام اهدی الیه او اضافه وغالب ماله حرام لا یقبل ولا یاکل مالم یخبره ان ذلک المال اصله حلال ورثه او استقرضه وان کان غالب ماله حلالا لا باس بقبول هدیة والا کل منه کذافی الملتقط. (عالمگیریه کتاب الکراهیة:۴)

وفی الاشباه فی القاعدة الثانیة من النوع الثانی: اذا اجتمع عند احد مال حرام و حلال فالعبرة للغالب مالم یتبین. (الاشباه والنظائر: ۱/۱۴۷)

مال مخلوط کا حکم مذکور اس صورت میں ہے کہ خلط متعین نہ ہو، اگر خلط کا یقین ہو تو بہرحال حرام ہے خواہ حلال غالب ہو یا مغلوب۔ (احسن الفتاوٰی: ۸/۱۰۳)

البتہ اگر حرام آمدن والا کہیں سے حلال مال قرض لے کر کسی کو بطور چندہ دے یا کسی کی دعوت کرے یا کسی کو ہدیہ دے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اگر مشترک کھانے میں حرام مال کو ملالیا جائے تو سب کا کھانا حرام ہو جائے گا، جیسا کہ ایک کلو دودھ میں ایک

قطرہ پیشاب کا ملانے سے سارا دودھ ناپاک ہو جاتا ہے، اس لئے جہاں حرام آمدنی والے کو شریک کرنا پڑے تو یہ حیلہ اختیار کر لیا جائے اس سے کہا جائے کہ کہیں سے حلال رقم قرض لے کر شرکت کریں، نیز قربانی کے جانور میں شرکت کا بھی یہی طریقہ ہے کہیں سے حلال رقم قرض لے کر شرکت کرے ورنہ حرام آمدن والے کی شرکت کی وجہ سے سب کی قربانی خراب ہو جائے گی۔

روزی حاصل کرنے کے بارے میں ہدایات

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انى لا اعلم شيئا يقربكم من الجنة ويبعد كم من النار الا امرتكم به ولا اعلم شيئا يبعد كم من الجنه و يقربكم الى النار الا نهيتكم عنه . و ان الروح الامين نفث فى روعى ان نفسالن تموت حتى تستوفى رزقها وان ابطاء عنها ، فاتقواالله و اجملوا فى الطلب ، ولا يحملنكم استبطاء شئ من الرزق ان تطلبوه بمعصية الله تعالى ولا ينال ما عنده من الرزق وغيره بموصيته ، (رواه ابو الدنياء فى القناعة، والبيهقى فى المدخل)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک جس چیز کے متعلق مجھے علم ہے کہ وہ تمہیں جنت کے قریب اور جہنم سے دور کر دے گی اسکا میں نے تمہیں ضرور حکم دیا، (یعنی جنت میں داخل کرنے والے دوزخ سے دور کرنے والے سب اعمال میں نے تمہیں بتلا دیئے ہیں اور میں ایسی کوئی چیز نہیں جانتا جو تمہیں جنت سے دور کر دے اور جہنم کے قریب کر دے مگر یہ بات ہے کہ میں نے تم کو اس سے منع کر دیا۔ (یعنی دوزخ میں داخل کرنے والے جنت سے ہٹانے والے اعمال سے تم کو روک چکا ہوں کہ ایسے کام مت کرو۔

ہر شخص پوری روزی کھا کر ہی مرے گا

اور ارشاد فرمایا کہ روح الامین، جبرائیل علیہ السلام نے میرے دل میں ڈالا ہے کہ بے شک کوئی نفس ہرگز نہیں مرے گا یہاں تک کہ اپنا پورا رزق کھالے، (یعنی ہر مخلوق کے لئے تقدیر میں جو رزق لکھا جاچکا ہے وہ اسکو ملے بغیر اسکو موت نہیں آسکتی) اگرچہ وہ رزق دیر سے ملے (یعنی ملنا ضرور ہے جس وقت کے لئے لکھدیا اسی وقت ملے گا) نیت خراب کرنے اور حرام کمانے سے جلدی نہیں مل سکتا، اللہ سے ڈرو اس پر بھروسہ کرو اور اسکے وعدہ پر یقین کرو۔

روزی کمانے میں اعتدال

اور ارشاد فرمایا کہ روزی کمانے میں اعتدال سے کام لو (یعنی دنیا کمانے میں بے حد مشغول نہ ہو حرص نہ کرو کہ خلاف شرع کمائی سے پرہیز کرو۔

روزی کمانے کیلئے حرام طریقہ اختیار نہ کیا جائے

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزی ملنے میں دیر لگنا تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے تم آمدنی کا حرام ذریعہ اختیار کرنے لگو (یعنی روزی ملنے میں تاخیر کہ نوکری نہیں مل رہی ہے یا آمدنی کم ہے گذارہ مشکل ہورہا ہے تو اس سے پریشان ہوکر کوئی حرام نوکری یا حرام تجارت اختیار مت کرو کیونکہ وقت سے پہلے ہرگز نہیں ملے گا، خواہ مخواہ گناہ بے لذت میں مبتلا ہوگے) اس لئے بے شک اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو چیز ہے روزی وغیرہ وہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرکے (گناہ کے ذریعہ حاصل نہیں کی جاسکتی۔ (بیہقی)

مال کمانے میں میانہ روی اختیار کرنا

کمانے میں اعتدال سے کام لینا چاہیے کہ اتنا کمائے جس سے اپنی ضروریات اور اپنے گھر والوں کی ضروریات پوری ہوسکیں کمانے میں حد سے آگے نہ بڑھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی ترغیب دی ہے:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم :الا قتصاد جزء من خمس وعشرین جزء من النبوۃ (ابو داؤد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میانہ روی نبوت کے پچیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

یعنی ہر عمل میں اعتدال ہو کمانے میں بھی اعتدال ہونا چاہیے تجارت، زراعت، ملازمت جو بھی دنیا کمانے کا ذریعہ ہو اس میں اعتدال یہ ہے کہ آدمی شریعت کی پابندی کرے، حرص اور لالچ سے بچے، بقدر کفاف ہو دنیا کی خاطر فرائض، نماز روزے زکوٰۃ وغیرہ احکام میں کمی نہ آئے کہ نمازیں وقت پر جماعت کے ساتھ ادا ہوں تلاوت وتسبیحات، دعا اپنے نفس کے حقوق رشتہ داروں کے حقوق بیوی بچوں کے حقوق پورے ہوں، اسکے ساتھ مال کے حقوق بھی ادا ہوں کہ زکوٰۃ وقت مقررہ پر پوری ادا کی جائے اور صدقات و خیرات حسب موقع بقدر وسعت کرتا رہے غرضیکہ مال اپنے دین پر قائم رہنے کا یا دین اسلام کو قائم رکھنے کا ایک ذریعہ ہو لہٰذا نہ کمانے میں غلو ہو نہ ہی خرچ کرنے میں۔

مال خرچ کرنے میں میانہ روی

خرچ میں بھی کفایت شعاری سے کام لینا ضروری ہے اگر آدمی خرچ کرنے میں اعتدال سے کام لے تو بہت سے پریشانیوں سے بچا رہتا ہے۔

یعنی آمدنی کے حساب سے خرچ کرنا چاہئے۔ یہ نہیں کہ آمدنی سے زیادہ خرچ کرکے دوسروں کے قرض کا بوجھ سر پر اٹھائے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم :الاقتصاد فی النفقه نصف المعیشة و التودد الی الناس نصف العقل ، و حسن السوال نصف العلم ، (رواه البیهقی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، کفایت شعاری اور انتظام سے خرچ کرنا گویا آدھی معاش ہے، لوگوں کی نظروں میں محبوب رہنا گویا نصف العقل ہے، اچھا سوال کرنا گویا نصف علم ہے۔

فضول خرچی کرنا شیطانی عمل ہے

ضرورت کے موقع پر خرچ کرنا شرعًا مطلوب ہے مال کا مقصد یہی ہے کہ اس سے ضروریات پوری کی جائیں ، کیونکہ مال بذات خود مقصود نہیں بلکہ مقصود تک رسائی کا ذریعہ ہے مال خرچ کر کے اپنی ضروریات آسانی کے ساتھ پوری کر سکتے ہیں باقی اس میں اعتدال کا راستہ یہی ہے کہ بقدر ضرورت خرچ کیا جائے ضر ورت سے زائد خرچ کرنا اسی طرح گناہ کے کاموں میں خرچ کرنا دونوں شرعًا ناجائز اور حرام ہے،

قوله تعالی :﴿وات ذا القربی حقه والمسکین و ابن السبیل ولا تبذر تبذیرا ، ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین، و کان الشیطٰن لربه کفورا﴾ (بنی اسرائیل :۲۶،۲۷)

اور رشتہ داروں کو اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق ادا کرو اور فضول خرچی سے مال نہ اڑاؤ ، کہ فضول خرچی کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار (کی نعمتوں) کا ناشکرا ہے۔

ضرورت کا تعین کس طرح ہو؟

ہر آدمی یہ شکوہ کرتا ہے کہ ضرورت بڑھ گئی اور آمدن کم ہے گزارہ مشکل ہورہا ہے اگر کوئی سمجھائے کہ خرچہ کچھ کم کرلو تو یہی جواب دیتا ہے کہ کس طرح کم کریں ضرورت کی چیز ہی تو خرید کرتے ہیں خرچہ کے سلسلہ میں اصل مسئلہ ضرورت کے تعین کا بھی ہے اس بارے میں حضرت اقدس مفتی رشید رحمہ اللہ کا ایک ارشاد یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آپ کے گھر میں رہتے ہوئے بار بار جس چیز کی ضرورت پڑے اور اس چیز کے گھر میں نہ ہونے کی وجہ سے تنگی پیش آئے پھر اس کو خریدنے کے لیے آپ بازار جائیں یہ تو آپ کی ضرورت کی چیز ہے اور بازار میں چلتے ہوئے کسی چیز پر نظر پڑ گئی اور اس خیال سے خرید لی کہ گھر میں کام آئے گا یہ ضرورت سے زائد ہے، یعنی اس کے بغیر بھی آپ کا گزارہ ہوسکتا ہے، اس لئے آمدن کم ہو تو اس اصول کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

عباد الرحمٰن کی ایک خاص صفت

اللہ تعالیٰ نے ''سورۃ الفرقان'' کے آخر میں عباد الرحمٰن کے اوصاف بیان فرمائے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے کس طرح زندگی گذارتے ہیں جس سے راضی ہو کر اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے خاص بندوں میں شمار فرمایا: ''والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلك قواما'' کہ جب وہ خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ اسکے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔

قیامت کے روز سوال ہوگا

روز قیامت دوسرے اعمال کی طرح مال سے متعلق بھی سوال ہوگا۔

قوله عليه السلام: لاتزول قدم ابن ادم يوم القيامة حتى يسئل عن خمس (ومن الخمس) وعن ماله من اين اكتسبه و فيما انفقه (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن کوئی شخص اس وقت تک (حساب کی جگہ سے) آگے نہ بڑھ سکے گا جب تک اس سے پانچ چیزوں کا سوال نہ ہو جائے (ان پانچ چیزوں میں سے دو یہ ہیں مال کے متعلق سوال ہوگا کہاں سے کمایا، (یعنی حلال ذرائع سے یا حرام سے) اور کہاں خرچ کیا؟ یعنی جائز کاموں میں ناجائز کاموں میں الخ (ترمذی)

مال کمانے میں ناجائز طریقے استعمال نہ کرے

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ مال کمانے کیلئے کوئی خلاف شرع طریقہ استعمال نہ کرے:

(۱) جیسے سود لینا۔

(۲) رشوت لینا۔

(۳) کسی کا حق دبانا یا لینا۔

(٤) کسی کی زمین پر ناجائز قبضہ جما لینا۔

(٥) کسی کی زمین پر ناجائز طور پر وراثت کا دعوی کرنا۔

(٦) کسی کا مال لینا یعنی قرض لے کر مکر جانا۔

(۷) کسی کو میراث کا حصہ نہ دینا جیسے بعض لوگ لڑکیوں کو میراث کا حصہ نہیں دیتے۔

(۸) مال کمانے میں اس طرح منہمک ہو جانا کہ نماز کی پرواہ ہی نہ رہے یا آخرت ہی کو بھول جائے۔

(۹) زکوٰۃ ادا نہ کرنا۔

(۱۰) دکانداری اور دیگر کاروبار میں اس طرح مشغول ہو جائے کہ دین کی باتیں سیکھنا اور بزرگوں کے پاس آنا جانا چھوڑ دے۔ (حیاۃ المسلمین)

مال کو ناجائز موقعوں پر خرچ نہ کریں

اسی طرح مال خرچ کرنے میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ کسی ناجائز جگہ مال خرچ نہ کیا جائے جیسے اوپر مذکور ہوا کہ اسراف اور فضول خرچی بڑا گناہ ہے۔اس طرح گناہ کے کام میں خرچ کرنا بھی اسراف میں داخل ہے۔اب اسراف اور فضول خرچی کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

شادی بیاہ کی رسموں میں خرچ کرنا

شادی کے موقع پر مناسب مہر ادا کرنا اور اپنی استطاعت کو دیکھتے ہوئے سنت کے مطابق ولیمہ کرنا مسنون ہے لیکن اس موقع پر ضرورت سے زیادہ روشنی کا اہتمام کرنا اس کی خاطر بجلی چوری کرنا، ضرورت سے زیادہ کھانا پکانا نام نمود کی خاطر قرضہ لے کر بڑی دعوت سی کرنا فائرنگ کر کے خوف ہراس پھیلانا اور روپے پیسے برباد کرنا اور دیگر علاقائی رسم ورواج میں فضول پیسے خرچ کرنا گانا بجانا مووی بنوانا اور اسی قسم کے خلاف شرع کاموں میں رقم خرچ کرنا سب اسراف اور گناہ ہے نیز شادی کے موقع پر گلی میں ٹینٹ نصب کر کے محلہ والوں کو تکلیف پہنچانا، بھی گناہ ہے ایسے موقع پر بے اعتدالی یہ ہوتی ہے کہ لوگ خوشی کے موقع خیال کر کے خوب خرچ کر ڈالتے ہیں بعد میں عرصہ دراز تک پریشان رہتے ہیں کہ ادھر سے دکاندار ادھار کی وجہ سے تنگ کر رہا ہے شادی ہال والے الگ پریشان کر رہے ہیں اور جن لوگوں سے قرضہ لیا وہ الگ مطالبہ کر رہے ہیں، ایک عرصہ تک ان پریشانیوں اور شرمندگیوں کا سامنا رہتا ہے اگر آدمی خرچ میں اعتدال رکھے

سنت اور شریعت کی پابندی کرے اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے تو ان تمام پریشانیوں سے بچا جاسکتا ہے۔

جہیز کا بوجھ

رخصتی کے وقت لڑکی کو بہت زیادہ جہیز دینے کا اہتمام کرتے ہیں اور اسکو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں اور کم دینے کو اپنے لئے عار سمجھتے ہیں نیز کم جہیز لانے پر سسرال والے لڑکی کو مختلف قسم کے طعنے دیتے ہیں حالانکہ جہیز کی کمی وزیادتی شرعاً نہ باعث فخر ہے نہ ہی باعث عار ہے بلکہ حسب توفیق جو میسر ہو دیدے، اب اسکی خاطر قرضہ لینا اسکو اپنے اوپر بوجھ بنالینا پھر رخصتی کے موقع پر لڑکی والوں کی طرف سے دعوت کا اہتمام کرنا تو شریعت میں ثابت ہی نہیں اسکے لئے بھیک مانگنا قرضہ لینا نہایت قبیح فعل ہے۔

بہت سے گھرانوں میں جوان لڑکیوں کو اس لئے بٹھا رکھتے ہیں کہ اتنی مقدار میں جہیز کا انتظام ہوگا تو شادی دیں گے ورنہ بٹھا کے رکھیں گے اس سے بہت سی برائیاں پھیلتی ہیں کبھی لڑکی دل برداشتہ ہو کر گھر سے بھاگ جاتی ہے کبھی کسی برائی میں مبتلاء ہو جاتی ہے کبھی گھر میں بیٹھے بیٹھے مختلف بیماریوں کا شکار ہو جاتی ہے ایسا بھی دیکھنے میں آیا کہ شروع شروع میں جب رشتہ آنے لگا مختلف بہانہ کر کے انکار کیا بعد میں رشتہ آنا ہی بند ہو گیا اب لڑکی کے علاوہ پورے گھر والے پریشان، کئی دفعہ دیکھنے میں آیا لڑکی کے رشتہ نہ آنے کی وجہ سے ماں پریشانی کے عالم میں موت کے منہ میں چلی گئی کبھی نیم پاگل ہوگئی اسی طرح باپ کی حالت بھی کہ ہر وقت سوچ سوچ کر بیمار ہو جاتا ہے اس لئے جہیز کی خاطر لڑکی کو بٹھا کر رکھنا درست عمل نہیں نیز دولہا کی طرف سے زیادہ جہیز کا مطالبہ کرنا یہ بھی بے غیرتی ہے اس لئے رشتہ تو لڑکی کا ہوا اب جہیز کے نام کچھ سامان دینا یہ تو لڑکی والوں کی طرف سے ہدیہ ہے ہدیہ کی کوئی مقدار تو متعین نہیں نہ یہ کوئی ان پر شرعی حق اور

ذمہ داری ہے اس میں مطالبہ کا کیا معنی ہے،

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم :ان اعظم النکاح برکة ایسرہ معونة (شعب الایمان للبیھقی ، مشکوٰہ ، ج۲ ص۲۶۸)

سب سے زیادہ بابرکت نکاح وہ ہے جس میں اخراجات کم ہوں۔

قال رسو ل اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم :اذا خطب الیکم من ترضون دینہ و خلقہ فزوجوہ ان لا تفعلوہ تکن فتنة فی الارض و فساد عریض ، رواہ الترمذی . (مشکوٰہ ج ۲ ص ۲۶۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی ایسا لڑکا پیغام نکاح لیکر آئے (یعنی رشتہ مانگے) جس کی دینداری اور اخلاق تمہیں پسند ہوں تو ضرور نکاح کر دو اگر آپ ایسا نہیں کرو گے تو فریقین میں وسیع پیمانہ پر فتنہ فساد پھیلے گا۔(ترمذی)

بہر حال کہنا یہ ہے کہ شادی کے موقع پر سنت کی پیروی کی جائے سادگی اپنائی جائے نام ونمود اور خلاف شرع رسم و رواج اسراف اور فضول خرچی سے اجتناب کیا جائے اعتدال اور میانہ روی سے کام لیا جائے تو بڑی پریشانی سے بچا جا سکتا ہے۔

نفسانی خواہشات سے بچنا

ضرورت کے بقدر کھانا پینا لباس اور سواری رہائش اختیار کرنا شرعاً ممنوع نہیں ہے بلکہ شریعت نے انسان کو اسکا حکم دیا ہے چنانچہ ننگا رہنا یا کھانا ہوتے ہوئے بھوکا رہنا اپنے کو ہلاک کرنا شرعاً حرام ہے اسی طرح وسعت ہو تو کسی قدر اس میں وسعت سے بھی کام لینا چاہیے یہ بھی شرعاً مطلوب ہے کہ مالدار کی مالداری کا اثر اس کے لباس و پوشاک میں ظاہر ہونا چاہیے لیکن اس کے لئے بہت زیادہ پریشان ہونا اپنی قوت و طاقت سے زیادہ خرچ کرنا، ہر وقت کھانے پینے کی فکر میں لگا رہنا مکان کی تعمیر سجاوٹ کی فکر میں گھلتے

رہنا یہ شرعاً ناپسندیدہ فعل ہے تین جوڑے سے ضرورت پوری ہو رہی ہے تو دس دس جوڑے کپڑے سلوانا اور ہر شادی میں نیا جوڑا ہر تقریب میں نیا جوڑا گھر میں، صوفہ اعلیٰ قسم کا ہو کارپٹ، قالین بھی ہو، طرح طرح کے فرنیچر کے سامان بھی ہوں آئے دن ان چیزوں کو جمع کرنے کی فکر میں غمگین رہنا یا قرض اور ادھار کر کے یہ چیزیں حاصل کرنا بعد میں پریشان ہونا یہ کوئی عقلمندی کی بات نہیں ہے۔ اس لئے عقل سے کام لیا جائے۔

اللہ تعالیٰ جتنا مال عطا فرمائے اس کے بقدر خرچ کیا جائے مال نہ ہو تو صبر وتحمل سے کام لیا جائے۔

بچوں کے کھلونے وغیرہ

اضافی خرچوں کی وجوہات میں سے ایک یہ ہے کہ بچوں کے ناجائز مطالبات پورے کرنا بچہ بحیثیت بچہ ہونے کے ہر چیز کا مطالبہ کرتا ہے باقی یہ تو آپ کو فیصلہ کرنا ہے اسکے حق میں کیا چیز مفید ہے اور کیا نقصان دہ ہے؟ یہ نہیں کہ وہ جو مانگے وہ لاکر دیا جائے اگر چہ بعد میں خود کو فاقہ کشی ہی کرنا پڑے عموماً یہ دیکھا جاتا ہے کہ ان کے ہر قسم کے مطالبات پورا کرنے کو بچوں کے ساتھ ہمدردی سمجھا جاتا ہے حالانکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس سے بچے کی عادت بگڑ جاتی ہے آیندہ کبھی انکار کرنا چاہے تو بچہ آسمان سر پر اٹھا لیتا ہے کبھی گھر چھوڑ کر بھاگنے کی دھمکی دیتا ہے اب زندگی اس طرح گزارتا ہے کہ کبھی آوارہ لڑکوں سے دوستی کبھی ویڈیو گیم میں تو کبھی کرکٹ کے میدان میں اور نہیں تو سینما ہال میں اب کرتے کراتے نہ دین کا رہتا ہے نہ دنیا کا بچوں کی تربیت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من ولد له ولد فليحسن اسمه و ادبه . (مشكوٰة ج ٢ ص ٢٧١)

کہ جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو تو چاہیے کہ اسکا نام اچھا رکھے اور اسکی صحیح تربیت

کرے دوسری روایت میں فرمایا:

ما نحل والد ولدا من ادب حسن

کہ کسی باپ نے اپنی اولاد کو اچھی تربیت سے بڑا تحفہ نہیں دیا نیز اولاد کی دینی تربیت کرنا یہ باپ کی اہم ذمہ ذاری ہے اور اولاد کے ساتھ بڑی خیر خواہی ہے اب یہ مسئلہ سمجھ لیں کہ بچوں کے لئے کسی جاندار، شیر، بھالو، یا کسی انسان کی مورتی خریدنا یا تصویر والا کوئی اور کھلونا خریدنا شرعًا ناجائز ہونے کے علاوہ پیسوں کا ضیاع بھی، خصوصًا اس زمانہ میں بہت مہنگے مہنگے کھلونے خریدے جاتے ہیں اسیطرح بچہ جو مطالبہ کرے فورًا وہ چیز خرید کر دیدینا اس سے اپنی آمدنی پر بڑا بوجھ پڑتا ہے جبکہ اگر اسکو کھلونا نہ دلائیں تو اسکا کوئی نقصان نہیں۔

میں نے اپنے گھر میں دیکھا بچے مختلف قسم کے ڈبوں کو یا ہلکی پلکی معمولی درجہ کے کھلونے لیکر بڑے شوق سے کھیلتے ہیں کبھی مورتی وغیرہ کا مطالبہ نہیں کیا۔ تو معلوم ہوا کہ عادت ڈالنے کی بات ہے۔ اسلامی روایات کے مطابق بچوں کی تربیت ہو تو بچے اسی کے عادی ہوتے ہیں۔

ٹی وی وی سی آر وغیرہ

اس زمانہ میں ایک بڑا گناہ جس میں مال ضائع کیا جاتا ہے وہ ٹی وی وی سی آر اور گانا بجانے کے دیگر آلات کی خریداری ہے ٹی وی کی خریداری اسکی مرمت کے خرچہ کے علاوہ، ٹی وی، ٹیبل اور ٹی وی کور، پھر بجلی کا خرچہ، یہ سارا اضافی خرچہ ہے اکثر گھروں میں اب تو گھر میں ٹی وی لاونج کے نام پر ایک کمرہ بھی بنایا جاتا ہے یہ سب اپنی دولت کو گناہ کے کام میں خرچ کرنا ہے جسکا حساب قیامت کے دن دینا ہوگا ظاہر بات ہے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے سوال ہوگا کہ اتنے بڑے گناہ اور خرافات کے کام

مین مال کیوں خرچ کیا؟ تو ٹی وی کے دلدادہ کے پاس کوئی جواب نہ ہوگا۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اب ہم ٹی وی کی شرعی حیثیت اور اسکے دینی اور دنیوی نقصانات پر مشتمل ایک سوال جواب پیش کرتے ہیں تا کہ اس گناہ عظیم مین مال خرچ کرنے کے علاوہ قیمتی اوقات کے ضیاع کا بھی احساس ہو سکے اور اگر اللہ تعالیٰ عقل وفہم عطائے تو اس لعنت کو گھر سے نکالنے کی توفیق ہو۔

گھر میں ٹیلی ویژن اور ویڈیو رکھنا اور اس کو دیکھنا

گھر میں ٹیلی ویژن رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا شمار لہو ولعب میں داخل ہے یا نہیں؟ یہاں اس کا بہت رواج ہو گیا ہے اور اب اس کے ساتھ ویڈیو بھی عام ہے تو کیا حکم ہے؟ اگر کوئی صرف خبریں سنے تو اس کا کیا حکم ہے؟ لیکن اکثر خبر نشر کرنے والی عورت ہی ہوتی ہے، مدلل ومفصل جواب تحریر فرمائیے، بینوا توجروا (از انگلینڈ وغیرہ)

حامدا و مصليا و مسلما

ٹیلی ویژن لہو ولعب اور گانے بجانے کا آلہ ہے اس میں جاندار کی تصویروں کی بھار ہوتی ہے مردوں کی نظر نامحرم عورتوں کی تصویروں پر اور عورتوں کی نظر نامحرم مردوں کی تصویروں پر پڑتی ہے، بلکہ ارادۃً وشوقاً ورغبتاً دیکھا جاتا ہے اور یہ ناجائز ہے خبریں سننے کے لیے خبر دینے والے کی تصویر دیکھنا ضروری نہیں ہے، لہٰذا یہ بالکل غیر ضروری ہے اور اکثر اوقات اس پر فلم دکھائی جاتی ہے جس میں فحاشی، عریانیت اور شہوت انگیز مناظر کی کثرت ہوتی ہے گھر میں چھوٹے بڑے ماں بہن بہو بیٹیاں سب ہی ہوتے ہیں اور سب خوب شوق سے دیکھتے ہیں، یہ انتہائی بے غیرتی اور بے حیائی ہے، بچوں کے اخلاق پر برا اثر

پڑنے اور بچپن ہی سے ان کے اندر غلط عادتیں پیدا ہونے کا قوی احتمال ہے اس کی پوری ذمہ داری اور پورا وبال والدین اور گھر کے بڑوں پر ہوگا، لہٰذا اس کے دیکھنے سے مکمل احتراز کیا جائے اور ویڈیو کیسٹ تو عموماً فلم ہی ہے اس کی حرمت تو بالکل ظاہر ہے۔

مزاج شریعت یہ ہے کہ بلاضرورت نہ مرد عورتوں کو دیکھیں اور نہ عورتیں مردوں کو اسی میں ان کے قلوب پاکیزہ اور غلط وشہوانی خیالات سے پاک اور صاف رہ سکتے ہیں قرآن میں ہے:

﴿قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ذلک ازکی لھم ان اللّٰہ خبیر بما یصنعون﴾

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مؤمنین سے کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لئے دل کی صفائی اور پاکیزگی کا ذریعہ ہے، بے شک خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے کام سے واقف اور باخبر ہے اسی طرح عورتوں کے متعلق ارشاد خداوندی ہے:

﴿و قل للمؤ منات یغضضن من ابصار ھن ویحفظن فروجھم﴾ (سورۃ النور)

آپ مؤمن عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ (سورۂ نور پارہ نمبر ۱۸)

حدیث میں ہے:

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لعن اللّٰہ الناظر والمنظور الیہ . (مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۰ باب النظر الی المخطوبہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اجنبی عورت کو دیکھنے والے پر اور اس عورت پر جس کو دیکھا جائے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۰ باب النظر الی المخطوبہ)

نیز حدیث میں ہے:

عن جرير بن عبد الله قال سالت رسول الله صلى الله عليه وسلم: عن نظر الفجاة فامرني ان اصرف (نظری مشکوٰه شریف ص ۲۶۸، باب النظر الی المخطوبة)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نامحرم عورت پر اچانک نظر پڑنے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں فوراً اپنی نگاہ ہٹا لوں۔

(مشکوٰه شریف ص ۲۶۸ ، باب النظر الی المخطوبة)

نیز حدیث میں ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم النظر سهم مسموم من سهام ابليس فمن تركها خوفا من الله ايمانا يجد حلاوته في قلبه. مشکوٰه شریف ص ۲۶۸، باب النظر الی المخطوبة)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدنظری ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے جو اس کو اللہ کے خوف سے چھوڑ دے، اللہ تعالیٰ اس کو ایسا ایمان عطا فرمائے گا جس کی حلاوت وہ اپنے قلب میں پائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۸، باب النظر الی المخطوبۃ)

عن ام سلمة انها كانت عند رسول الله صلى الله عليه وسلم و ميمونة له اذا قبل ابن ام مكتوم فدخل عليه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم احتجبا منه فقلت يا رسول الله! اليس هو اعمى، لا يبصر نا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم افعميا و ان انتما الستما تبصر انه. مشکوٰه شریف ص ۲۶۹، باب النظر الی المخطوبة)

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں اور حضرت میمونہ رضی

اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھیں، اتنے میں ایک صحابی نابینا حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تشریف لائے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں پردہ کرنے اور ہٹ جانے کا حکم فرمایا، میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ نابینا ہیں ہم کو نہیں دیکھ سکتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہیں؟

مجالس ابرار میں ہے:

فالمرأة كلمات كانت مخفية من الرجال كان دينها اسلم لما روى أنه عليه السلام قال لابنته فاطمة أي شيئ خير للمرأة قالت أن لاترى رجلا ولايراها رجل واستحسن قولها وضمها إليه وقال ذرية بعضها من بعض وكان اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم يسدون الثقب والكوى في الحيطان لئلا يطلع النساء على الرجال.

یعنی عورت جب تک مردوں سے چھپی ہوئی رہتی ہے اس کا دین محفوظ رہتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا کہ عورت کے لیے سب سے بڑی خوبی کیا ہے؟ عرض کیا وہ کسی مرد کو نہ دیکھے اور نہ کوئی مرد اس کو دیکھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ جواب بہت ہی پسند آیا فرمایا اولاد ایک ایک سے ہے (یعنی باپ کا اثر اولاد میں آتا ہی ہے) اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین دیواروں کے سوراخ اور جھروکے بند کردیا کرتے تھے تاکہ عورتیں مردوں کو نہ جھانکیں۔
(مجالس الابرار ص ۵۶۳)

اسکرین کی تصاویر سے بھی شہوت ابھرتی ہے

ٹی وی کے پردہ پر جو تصویریں نظر آتی ہیں ان کو دیکھ کر یقیناً دل میں غلط اور شہوانی

خیالات پیدا ہوں گے اس لیے ان تصویروں کو دیکھنا جائز نہ ہوگا اور یہ محتاج بیان نہیں ہے کہ آج کل ٹی وی میں خبر نشر کرنے والی اور اسی طرح دوسرے پروگرام پیش کرنے والی عموماً عورتیں ہوتی ہیں اور وہ ایسا پرکشش اور باریک لباس زیب تن کیے ہوئے ہوتی ہیں کہ ان کے بدن کا بڑا حصہ برہنہ ہوتا ہے اور شرعاً یہاں تک حکم ہے کہ اجنبی عورت نے ایسا باریک لباس پہنا ہو جس سے اس کا بدن ظاہر ہو رہا ہو یا ایسا تنگ اور چست لباس پہنا ہو جس سے ان کے بدن کی کیفیت اور نشیب وفراز معلوم ہوتا ہو تو اس کا لباس بھی دیکھنا جائز نہیں ہے۔ حدیث میں اس پر بہت سخت وعید آئی ہے کہ جو شخص عورت کے لباس کو دیکھے یہاں تک کہ اس کے بدن کا حجم ظاہر ہونے لگے تو اس کو جنت کی خوشبو بھی حاصل نہ ہو سکے گی فتاویٰ شامیہ میں ہے:

وفي التبيين قالوا ولا بأس بالتأمل في جسدها وعليها ثياب مالم يكن ثوب يبين حجمها فلاينظر إليها حينئذٍ لقوله عليه الصلاة والسلام من تأمل خلف امرأة ورأى ثيابها حتى يتبين له حجم عظامها لم يرح رائحة الجنة إلى قوله اقول مفاده ان روية الثوب بحيث يصف حجم العضو ممنوعة ولو كثيفا لاترى البشر منه. (شامية ۵/ ۳۲۱، كتاب الحظر والإباحة في النظر واللمس)

اگرچہ کہا جائے کہ ٹی وی کے پردہ پر جو صورتیں نظر آتی ہیں وہ محض عکس ہیں لیکن اس صورت میں بھی شرعاً اس کی قباحت وممانعت باقی رہے گی اس لیے کہ حکم شریعت یہ ہے کہ جس طرح اجنبیہ کا چہرہ دیکھنا ناجائز ہے اسی طرح شیشہ یا پانی میں اس کا عکس پڑ رہا ہو تو وہ عکس کا دیکھنا بھی جائز نہیں۔

الثاني لم ار مالو نظر إلى الاجنبية من المرأة أو الماء وقد صرحوا في حرمة المصاهرة بأنها لاتثبت برؤية فرج من مرأة او ماء لان المرئ

مثالـه لاعينه بخلاف مالونظر من زجاج او ماء هي فيه لأن البصر ينفذ الـزجـاج والـمـاء فيـرى مـافيـه ومـفاد هذا انه لايحرم نظر اجنبية من الـمرأة اوالماء إلا ان يفرق بان حرمة المصاهرة بالنظر ونحوه مشدد في شـروطهـا لان الاصـل فيها الحل بخلاف النظر. لانه إنما منع منه خشية الفتنة والشهوة وذلک موجود هنا ورأيت في فتاوى ابن حجر من الشافعية ذكر فيه خلافا بينهم رجح الحرمة بنحوماقلناه والله أعلم (شامية ۵/۳۲۷)

یعنی اگر اجنبی عورت کا عکس شیشہ یا پانی پر دیکھے تو اس کا کیا حکم ہے؟ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اس کا حکم صراحۃً کسی جگہ نہیں دیکھا، البتہ فقہاء نے حرمت مصاہرت کی بحث میں یہ تصریح کی ہے کہ اگر عورت کی شرمگاہ شیشہ یا پانی پر پڑ رہا ہے اور اسے دیکھے تو اس سے حرمت مصاہرہ ثابت نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں دیکھی جانے والی چیز اس کی مثال اور عکس ہے، برخلاف اس صورت کے کہ وہ عورت خود شیشہ میں ہے یا پانی میں اس کی شرمگاہ نظر آ رہی ہو اس کو دیکھنے سے حرمت مصاہرہ ثابت ہوگی۔ اس لیے کہ اس صورت میں شیشہ اور پانی میں نظر نافذ ہو جاتی ہے اور جو چیز نظر آتی ہے وہ اصل ہوتی ہے، اس بحث کا مفاد یہ ہے کہ اگر اجنبی عورت کا عکس شیشہ (آئینہ) یا پانی پر پڑ رہا ہو تو اس کو دیکھنا حرام نہیں مگر ان دونوں میں فرق ہے وہ یہ کہ حرمت مصاہرہ دیکھنے یا چھونے وغیرہ سے اس وقت ثابت ہوگی جب اس کی تمام شرطیں پائی جائیں اس لیے کہ اصل عورت میں حل برخلاف نظر کے اس لیے کہ بدنظری کے ممنوع ہونے کی وجہ فتنہ اور شہوت کا خوف ہے اور یہ فتنہ یہاں (عکس دیکھنے میں) موجود ہے، علامہ شامی فرماتے ہیں کہ میں نے شوافع کی کتاب فتاوٰی ابن حجر دیکھی اس میں انہوں نے اختلاف ذکر کیا ہے اور حرمت کو راجح کیا ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا واللہ اعلم (شامی مع درمختار ۸/ ۳۲۷ فصل فی النظر واللمس)

ٹی وی سے معلومات حاصل ہونے کا اعتبار نہیں

اگر یہ کہا جائے کہ گاہے گاہے اس پر ایسا پروگرام پیش کیا جاتا ہے جس سے معلومات حاصل ہوتی ہیں تو یہ کہا جائے گا کہ اس میں نفع سے زیادہ نقصان ہے اور اثمھا اکبر من نفعھما کا مصداق ہے۔

محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر کوئی کہے کہ مجھے ناجائز گانا بجانا سننے سے یادالٰہی میں کشش اور رغبت بڑھتی ہے تو یہ بالکل غلط ہے۔ اس لیے کہ شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے گانا بجانے کی نہی کے لیے فرق نہیں کیا ہے، اگر ایسے اعذار اور بہانے قابل قبول ہوتے تو طوائف کا گانا سننا اس کے لیے جائز ہوتا جو دعوی کرتا ہے کہ مجھے وہ خوشی پر برانگیختہ نہیں کرتا اور نشہ آور چیزوں کا پینا اس کے لیے جائز ہوتا جو دعوی کرتا ہے کہ میں اس کے پینے سے نشہ میں نہیں آتا اور بہت سے حرام کاموں سے محفوظ رہتا ہوں اگر کوئی کہے کہ جب میں حسین اور خوبصورت لڑکے اور پرائی عورتوں کو دیکھتا ہوں اور ان کے ہمراہ تنہائی میں بیٹھتا ہوں تو خدا کی قدرت کا نظارہ اور خوبصورتی سے عبرت حاصل کرتا ہوں تو اس کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں ہے بلکہ اس کا ترک کرنا واجب ہے اور حرام چیزوں کے استعمال سے نصیحت اور موعظت حاصل کرنا حرام کاری سے بدتر ہے اور وہ شخص خدا کی راہ میں بدکاری اور حرام کاری کرنا چاہتا ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے ایسے لوگ اپنی خواہش اور ہواء کے مطابق چلتے ہیں، یہ قابل قبول اور قابل توجہ نہیں ہے۔

وإن قال قائل اسمعها على معان اسلم فيها عنداللہ تعالیٰ كذبناه لأن الشرع لم يفرق بين ذلك ولو جاز للأنبياء عليهم السلام ولو كان ذالالاعذار لاجزنا سماع القيان لمن يدعى انه لايطربه وشرب

المسكر لمن ادعى انه لايسكره فلوقال عادتي انى متى شربت الخمر كففت عن الحرام لم يبح له ولوقال عادتى إذا شهدت الامر دوالا جنبيات وخلوت بهم اعتبرت في حسنهم لم يجزله ذلک واجيب ان الاعتبار بغيرالمحرمات اكثر من ذلک وإنما هذه طريقة من ارادبطريق عزوجل فيركب هواه فلانسلم لاصحابها ولانلتفت إليهم. (غنية الطالبين ٢٥)

جب یہ ثابت ہوگیا کہ ٹیلی ویژن آلہ لہو ولعب ہے تو ٹیلی ویژن اور ویڈیو کیسٹ گھر میں رکھنا بھی مکروہ ہے اور گناہ کا کام ہے اگرچہ استعمال نہ کیا جائے چنانچہ فقہ کی مشہور کتاب خلاصۃ الفتاوی میں ہے:

"ولوامسک في بيته شيئا من المعازف والملاهى كره وياثم وإن كان لايستعملها لان امساک هذه الاشياء يكون للهو عادةً.

(خلاصة الفتاوى ۳۳۸/۱ كتاب الكراهية نوع فى السلام)

وقت کی قدر و قیمت

اور یہ بھی یاد رہے کہ وقت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اسکی جتنی قدر کی جائے کم ہے ٹی وی اور ویڈیو دیکھنے سے آخرت کا کون سا فائدہ ہوگا؟ بلکہ خسارہ ہی ہے، اللہ کے ذکر سے غافل کرنے والی اور فکر آخرت کو ختم کرنے والی چیز ہے اور جو چیز انسان کو اللہ کے ذکر اور موت کے فکر اور اپنے مقصد حیات سے غافل کردے وہ منحوس اور بیکار ہے۔ یہ حدیث میں ہے:

من حسن اسلام المرء تركه مالايعنيه.

انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بیکار چیزوں کو چھوڑ دے اور حدیث میں ہے:

عن ابن عمر رضی الله عنهما قال اتیت النبی صلی الله علیه وسلم عاشر عشرة مقام رجل من الأنصار فقال یانبی الله من اکیس الناس واحزم الناس قال اکثرهم ذکراللموت واکثرهم استعدادا للموت اولئک الاکیاس ذهبوالشرف الدنیا وکرامة الآخرة.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم دس آدمی جس میں ایک یہ بھی تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ سب سے زیادہ سمجھدار اور سب سے زیادہ محتاط آدمی کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو لوگ موت کو سب سے زیادہ یاد کرنے والے اور موت کے لیے سب سے زیادہ تیاری کرنے والے ہوں، یہی لوگ ہیں جو دنیا کی شرافت اور آخرت کا اعزاز لے اڑے۔

(بحوالہ موت کی یاد از حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی ص ۲)

لہٰذا انسان کو جو وقت ملا ہے اسے موت اور آخرت کی تیاری میں صرف کرنا چاہیے بیکار اور لغو کاموں میں وقت ضائع نہ کیا جائے۔

جز یاد دوست ہرچہ کنی عمر ضائع است
جز سر عشق ہر چہ بخوانی بطالت است

یاد الٰہی کے علاوہ کسی اور چیز میں مشغول ہونا عمر ضائع کرنا ہے عشق الٰہی کے سوا جو کچھ کیا جائے بیکار ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو لغو اور بیکار کاموں سے بچنے کی توفیق عطاء فرمائے اور وقت کی قدر نصیب کرے آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

آخر میں ٹی وی کی مضرات پر ایک جرمن ڈاکٹر کا تبصرہ ملاحظہ ہو۔

صدق جدید لکھنو ۲۴ اگست ۱۹۸۴ء کی اشاعت میں ''جرمن ڈاکٹر نے خبردار

کیا ہے کہ اسکول جانے والی عمر کے بچوں کو ٹیلی ویژن دیکھنے کی اجازت کسی حال میں نہ دینی چاہیے کیونکہ اس کے دیکھتے رہنے سے ان میں حصول علم کی طلب جاتی رہتی ہے اور وہ اپنی معصومیت بھی کھو بیٹھتے ہیں اور حقائق کی گہرائی تک پہنچنے کی صلاحیت ان میں رفتہ رفتہ ختم ہو جاتی ہے، بچوں کے ذہن پر ٹیلی ویژن کے جو مضر اثرات پڑتے ہیں ان کی ایک نمایاں مثال دیتے ہوئے ڈاکٹر نے کہا کہ ایک بچہ سے جو ٹیلی ویژن دیکھتا رہتا تھا جب یہ بتایا گیا کہ اس کے دادا کی موت واقع ہوئی ہے تو اس نے بے ساختہ سوال کیا کہ دادا جان کو گولی کس نے ماردی؟ قتل وجرائم کے مناظر ٹیلی ویژن پر دیکھتے رہنے ہی کا نتیجہ تھا کہ بچہ یہ سوال کر بیٹھا۔ ذہنی ودماغی صلاحیتوں پر اثر ڈالنے کے ساتھ ٹیلی ویژن کا جو اثر بچوں کی عام صحت خصوصًا بصارت پر پڑتا ہے وہ سب پر روشن ہے لیکن افسوس جس خطرہ کو محسوس کر کے مغرب کے ماہرین فن بچوں کے لیے اس کے استعمال کو ممنوع قرار دے رہے ہیں ہمارے ملک میں اس کی طرف سے آنکھیں بند کر کے اس کو زیادہ فروغ دینے کی کوشش سرکاری سطح پر کی جارہی ہے اور اس پر فخر کیا جارہا ہے اور شہروں کی طرح دیہاتوں میں بھی حکومت ٹیلی ویژن کا انتظام کرتی جارہی ہے۔

''نشیمن''، بنگلور ۱۶ ستمبر ۱۹۸۴ء کے شمارہ میں ''آج کل ٹیلی ویژن پر ملکی اور غیر ملکی فلمیں دکھائی جارہی ہیں، جن میں بوس وکنار، چوماچاٹی، لپٹا چپٹی سب ہوتی ہے، کیا ایسے مناظر کا گھر میں دکھایا جانا اور باپ بیٹی، ماں بیٹے، ساس اور داماد وغیرہ کا ایک ساتھ مل بیٹھ کر دیکھنا اچھی بات ہے؟ کیا تہذیب اور اخلاق ایسے مناظر دیکھنے کی اجازت دیتے ہیں اب تو وی سی آر (ویڈیو) بھی اس برائی کے طوفان میں اضافہ کر رہا ہے۔ (بحوالہ دار العلوم اسلامیہ حیدر آباد ۱۴۰۵ھ) [ماخوذ از فتاوی رحیمیہ ۱۰/ ۱۴۷]

حاصل یہ ہے کہ ٹی وی گناہوں کا بوجھ دنیا وآخرت کے لیے تباہ کن ہونے کے علاوہ معاشی بوجھ بھی ہے۔

قرض بھی ایک معاشی بوجھ ہے

قرض کا لین دین بھی معاشی پریشانی کا ایک سبب ہے ضرورت کے وقت قرض لینا اور ضرورت مند کو قرض دینا یہ کوئی گناہ کا کام نہیں ہے بلکہ انسانی معاشرت کا ایک حصہ ہے کہ جس طرح انسان اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے دوسرے انسان کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح کبھی دوسرے کے مال کا بھی محتاج ہوتا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بوقت ضرورت قرض لیکر اپنی ضرورت پوری فرمالیا کرتے تھے لیکن آپ علیہ السلام ہمیشہ قرض کے بوجھ سے پناہ مانگتے تھے۔ اللهم انی اعوذبك من المائم والمغرم اے اللہ میں گناہ اور قرض کے بوجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔

نیز آپ علیہ السلام نے ضرورت مند کو قرض دینے کی فضیلت بھی بیان فرمائی لیکن ساتھ ایسے مقروض کے جنازہ پڑھانے سے انکار بھی فرمایا جو قرض ادا کئے بغیر مر گیا ہو چنانچہ قرض کے سلسلہ میں آپ علیہ السلام کے چند ارشادات کا تذکرہ کرتے ہیں۔

کسی ضرورت مند کو قرض دینا بہت ثواب کا کام ہے

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿واقرضوا الله قرضاحسنا﴾

بلکہ دوسرے کے فائدے کے لیے بھی نیک کام کیا جائے وہ بھی قرضہ حسنہ کے اندر داخل ہے:

قوله عليه السلام: من نفس عن مسلم كربة من كرب الدنيا، نفس الله عنه كربة من كرب يوم القيامة. (اخرجه مسلم: ۴/۲۰۷۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان کی ایک دنیوی

حاجت پوری کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کے اخروی حوائج پورے فرمائیں گے۔ (مسلم، ترمذی)

وقوله عليه السلام: من اخذاموال الناس يريد اداء ها ادى الله عنه اى يسر عليه سدادا دينه، ومن اخذها يريد اتلافها اتلفه الله. (اخرجه البخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی سے قرض لیا ادائیگی کے ارادہ سے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے قرض کی ادائیگی کو آسان بنا دیتا ہے اور جس نے قرض لیا دبا لینے کی نیت سے۔ اللہ تعالیٰ اس کو تلف فرماتا ہے یعنی اس کے لیے آئندہ آسانی کا معاملہ نہیں فرماتے بلکہ اس کو مزید تنگی میں مبتلا فرما دیتے ہیں۔ (بخاری)

قرض کی ادائیگی میں جلدی کا حکم:

اگر کسی کے ذمہ دوسرے کا قرض ہو تو قرض کو جلدی ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

كما روى أن رجلا سال رسول الله صلى الله عليه وسلم أخ له مات وعليه دين، فقال له عليه السلام: هو محبوس بدينه فَاقض عنه. (اخرجه احمد فى المسند)

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرے ایک بھائی کا انتقال ہو گیا ہے اور اس کے ذمہ دوسرے کا قرض ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اپنے قرض کی وجہ سے قید میں ہے، لہٰذا اس کی طرف سے قرض ادا کر دو۔ (مسند احمد)

بھائی کی طرف سے قرض ادا کرنے کا حکم:

اس حدیث میں جو حکم دیا گیا ہے اگر مرنے والے نے مال چھوڑا ہو تو ورثاء کے

ذمہ میت کا قرض ادا کرنا لازم ہے اور اگر مال نہ چھوڑا ہو تو یہ حکم استحبابی ہے۔ یعنی ورثاء کو چاہیے کہ اپنی طرف سے میت کا قرض اتار دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقروض کا جنازہ پڑھانے سے انکار فرمانا:

عن أبي سلمة قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لايصلي على رجل مات وعليه دين، فاتي بميت فقال: أعليه دين؟ قالوا نعم ديناران، فقال صلوا على صاحبكم فقال ابو قتادة الانصاري: هماعلي يارسول الله، فصلى عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم. (اخرجه البخاري ومسلم والترمذي)

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مقروض اگر قرض کی ادائیگی کے لیے مال چھوڑے بغیر مرجاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جنازہ نہیں پڑھاتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ ایک میت کو لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا اس کے ذمہ قرض ہے؟ صحابہ نے عرض کیا، ہاں یارسول اللہ دو دینار (دو اشرفیاں) ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے ساتھی پر خود ہی جنازہ پڑھ لو، اتنے میں ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قرض کی ادائیگی کو میں اپنے ذمہ لیتا ہوں، پھر آپ نے جنازہ پڑھایا۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

شہید اور قرض:

عن حارث بن ربعي أن رجلا قال يارسول الله! ارأيت إن قتلت في سبيل الله، تكفر عنى خطاياي فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم نعم إذا قتلت في سبيل الله، وأنت صابر محتسب، أي تطلب الاجر من الله، مقبل غير مدبر، الا الدين، فإن جبرائيل قال لي ذلك. (اخرجه مسلم، رقم: ١٨٨٥)

حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ یارسول اللہ(صلی اللہ علیہ وسلم)اگر میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کیا جاؤں تو کیا یہ شہادت میری خطاؤں کا کفارہ ہو جائے گی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، جب تو ثابت قدم رہے اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید کے ساتھ لڑے اور لڑائی میں دشمن کو پیٹھ دکھانے کی بجائے سینہ سپر ہو، سوائے اس کے تیرے ذمہ کسی کا قرض ہو، تو قرض کے گناہ کو شہادت بھی نہیں مٹا سکتی، یہ بات جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتائی ہے۔ (مسلم)

مقروض کو مہلت دینے کی فضیلت:

تو جس طرح مقروض کے لیے حکم ہے کہ قرض کی ادائیگی میں جلدی کرے، وسعت ہوتے ہوئے تاخیر نہ کرے، ایسے ہی دائن (قرض دینے والے) کو بھی شریعت نے حکم دیا ہے کہ مقروض کو مہلت دے قرض کے مطالبہ میں نرمی سے کام لے۔

قوله تعالى: ﴿وإن كان ذو عسرة فنظرة إلى ميسرة وأن تصدقوا خير لكم إن كنتم تعلمون﴾ (بقرة: آیت ۲۸۰)

اگر (مقروض) تنگدست ہیں تو مہلت دینی چاہیے وسعت پیدا ہونے تک اور معاف کر دو تو بہت بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم کو سمجھ ہو۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من انظر معسرا أو وضع عنه اظله الله في ظله. (أخرجه مسلم: ۳۰۰۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کسی تنگدست محتاج کو (دین کی ادائیگی میں) مہلت دے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو عرش کے سایہ میں جگہ دے گا۔ (مسلم شریف)

سے بچنا اسی کو کہا جاتا ہے تقوی، کہ دور کے شبہات سے بھی اجتناب کیا جائے۔

قرض واپس کرتے ہوئے کچھ زائد واپس کرنا

اوپر کی تحریر کا حاصل یہ ہے کہ قرض دیکر مقروض سے کسی قسم کا نفع اٹھانا حرام ہے، لیکن اگر قرض دیتے ہوئے مقدار قرض سے زائد واپس کرنے کی کوئی شرط نہیں رکھی، اور زائد واپس کرنے کا رواج بھی نہیں، پھر اگر کوئی مقروض اپنی خوشی سے کچھ زائد واپس کرے تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ ایسا کرنا مقروض کے حق میں بہتر ہے، یہ ایک طرح سے احسان کا بدلہ چکانا ہے۔

بحديث جابر بن عبدالله قال: كان لي على رسول الله صلى الله عليه وسلم حق فاعطاني وزادني (اخرجه الشيخان والإمام احمد)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ میرا کچھ قرض تھا، واپسی کے وقت آپ علیہ السلام نے مقدار قرض سے زیادہ عطا فرمایا۔

میت پر قرض:

اگر کسی کا انتقال ہو گیا اور اس کے ذمہ جو قرض ہے وہ ترکہ سے زیادہ ہے تو ایسی صورت میں جو مال مرحوم کے ترکہ میں موجود ہے اس کو قرض خواہوں میں بقدر حصہ تقسیم کیا جائے گا جس کا جتنا فیصد قرض ہے ترکہ میں سے اسی قدر دے دیا جائے گا اگر مرحوم کے ترکہ میں کچھ بھی مال نہ ہو تو قرض خواہوں کو کچھ نہیں ملے گا، کل دین یا مابقیہ دین آخرت کے حساب میں ہوگا، دنیا میں ورثاء سے اس کا مطالبہ نہیں ہو سکتا ہے، ہاں البتہ ورثاء اپنی طرف سے بخوشی کل دین یا کچھ حصہ ادا کر دیں تو یہ ان کا احسان ہوگا اور اگر ترکہ زیادہ ہے اور قرض کم ہے تو کفن دفن کے بعد، ترکہ میں سے پہلے قرض ادا کیا جائے گا اس کے بعد وصیت نافذ کی جائے گی، اس کے بعد جو مال بچے گا اس کو شریعت کے مطابق ورثا میں تقسیم کیا جائے گا۔

مال حرام سے قرض ادا کرنے کا حکم:

اگر مثلاً: زید کے ذمہ قرض ہو اور اس کے پاس مال حرام کے سوا اور مال نہ ہو تو اس کے لیے مال حرام سے قرض ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الربٰو، والرشوة، واجرة الزنا، واجرة الغناء كل ذلک حرام سحت لم يخرج من ملک صاحبه فلايجوز تأدية القرض به.

اس عبارت سے معلوم ہو کہ زید کے پاس جو حرام مال ہے، اس کا زید خود مالک نہیں ہے شرعا اس پر لازم ہے کہ وہ اصل مالک یا اس کے ورثا کو واپس کرے مالک یا ورثا معلوم نہ ہونے کی صورت میں ان کی طرف سے صدقہ کرے۔ چونکہ زید خود اس مال کا مالک نہیں اس وجہ سے اس کے لیے جائز نہیں کہ اس حرام مال سے قرض ادا کرے، تاہم اگر زید نے اس مالِ خبیث کو قرض میں ادا کر دیا تو قرض سے بری الذمہ ہو جائے گا، البتہ غیر کے مال استعمال کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا، زید کے ذمہ لازم رہے گا اس مال کے ضمان اور بدل کے طور پر دوسرا مال مالک کو واپس کرے یا صدقہ کرے۔

بلاضرورت قرض کی مذمت

حدیث ۱:

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا: "أعوذ بالله من الكفر والدين"

ترجمہ: میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں کفر اور دین (یعنی قرض) سے۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرض کو کفر کے برابر کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ذکر کرتے ہیں فرمایا ہاں۔ (رواہ النسائی والحاکم وقال صحیح الاسناد)

حدیث۲:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرض خدا کا جھنڈا ہے زمین میں جب وہ کسی بندے کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں اس کی گردن پر قرض کا بوجھ رکھ دیتے ہیں۔

(رواه الحاكم وقال صحيح على شرط مسلم قال الحافظ بل فيه بشر بن عبيد الدارسي)

آزادی کی زندگی

حدیث۳:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کو اس طرح وصیت فرما رہے تھے کہ گناہ کم کیا کرو تم پر موت آسان ہو جائے گی اور قرض کم لیا کرو کہ آزاد ہو کر جیو گے۔ (رواہ البیہقی)

حدیث۴:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص لوگوں کا مال ادا کرنے کی نیت سے لے حق تعالیٰ اس کا قرض ادا کر دیتے ہیں اور جو شخص لوگوں کا مال ضائع کرنے اور مار لینے کی نیت سے لے خدا تعالیٰ اس کو تباہ کر دیتے ہیں اور اسکو بخاری وابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

حدیث۵:

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں سے جو شخص قرض کے بار میں لد جائے پھر اس کے ادا کرنے میں (پوری) کوشش کرے پھر ادا کرنے سے پہلے مر جائے تو میں اس کا مددگار ہوں۔ (رواہ احمد باسناد جید وابو یعلی والطبرانی فی الاوسط)

حدیث ۶:

میمون کردی رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں (جو صحابی ہیں) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی عورت سے قلیل یا کثیر مقدار مہر پر نکاح کیا اور اس کے دل میں عورت کا حق (مہر) ادا کرنے کی نیت نہیں (بلکہ محض) دھوکہ دیا۔ پھر بدون ادا کیے ہی مر بھی گیا تو وہ قیامت کے دن زنا کار بن کر خدا کے سامنے جائے گا اور جس نے کسی سے قرض لیا اور اس کے دل میں قرض ادا کرنے کی نیت نہیں (بلکہ محض) دھوکہ سے اس کا مال لے لیا پھر بدون ادا کیے ہی مر بھی گیا تو وہ خدا تعالیٰ کے سامنے چور بن کر جائے گا۔ (رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط ورواتہ ثقاۃ)

حدیث ۷:

عمر بن شرید اپنے باپ سے (جو صحابی ہیں) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قدرت والے کا ٹالنا اس کی آبرو اور مال کو حلال کر دیتا ہے۔ (رواہ ابن حیان فی صحیحہ والحاکم وقال صحیح الاسناد)۔

فائدہ:

یعنی جو شخص قرض ادا کرنے پر قادر ہو اور پھر بھی ادا نہ کرے تو قرض خواہ اس کی آبروریزی کر سکتا ہے اور برا بھلا کہہ سکتا ہے اور لوگوں میں اس کی بدمعاملگی مشتہر کر سکتا ہے اور جس طریق سے ممکن ہو ظاہرا یا چھپ کر اپنا حق اس سے وصول کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو تین شخص ناپسند ہیں

حدیث۸:

ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق تعالیٰ تین شخصوں سے بہت نفرت کرتے ہیں۔ایک بڈھا زناکار۔دوسرے مفلس تکبر کرنے والا۔تیسرے مالدار ظالم (جو قرض خواہوں پر ٹال مٹول کر کے ظلم کرتا ہے)

(رواه ابن خزيمة وابوداود والنسائی والترمذی وابن حيان والحاكم وصححاه)

دعاء ادائے قرض

حدیث۹:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مکاتب آیا اور کہنے لگا کہ میں کتابت کی رقم ادا کرنے سے عاجز ہو گیا ہوں میری امداد کیجئے۔فرمایا کہ میں تجھ کو چند کلمات (لی دعا) نہ بتلا دوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی ہے۔اگر تیرے اوپر کوہ شبیر (منیٰ کے ایک پہاڑ کا نام ہے) کی برابر بھی قرض ہوگا تو حق تعالیٰ ادا کردیں گے یوں کہا کر:

"اللّٰھم اکفنی بحلالک عن حرامک واغننی بفضلک عمن سواک"

(رواه الترمذی واللفظة له وقال حسن غريب والحاكم وقال صحيح الاسناد)

حدیث۱۰:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل سے فرمایا کہ میں تم کو ایسی دعا نہ بتلاؤں کہ اگر تمہارے اوپر پہاڑ کے برابر قرض ہوتو اس کو بھی حق تعالیٰ ادا کردیں گے یوں کہا کرو:

((اللّٰھم مالکَ المُلکِ تُؤتِی المُلکَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ المُلکَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِیَدِکَ الخَیْرُ إِنَّکَ عَلیٰ کُلِّ شَیئٍ قَدِیْرُ رَحمن الدُّنیا و الأخرَةِ وَرَحِیْمَھُمَا تُعْطِیْھُمَا مَنْ تَشَاءُ وَتَمْنَعُ مِنْھُمَا مَنْ تَشَاءُ اِرْحَمْنِی رَحْمَةً تُغْنِینی عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاکَ)) (رواہ الطبرانی فی الصغیر باستاد جید)

(ماخوذ از بہشتی زیور حصہ پنجم)

وسعت رزق کے طریقے

موجودہ دور میں جہاں انسان کو دیگر گوناگوں پریشانیوں نے گھیر رکھا ہے، وہیں یک پریشانی تنگی رزق کی بھی ہے۔ اکثر حضرات یہ شکایت کرتے پھرتے ہیں کہ آمدنی کم ہے، خرچہ زیادہ ہے، گزارہ بہت مشکل سے ہو رہا ہے۔ یہ مسئلہ بعض دفعہ اتنی گھمبیر صورت اختیار کر جاتا ہے کہ آدمی اس سے تنگ آکر خودکشی تک کر لیتا ہے۔ (اعاذنا اللہ منہ) اب اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے کوئی تو تعویذ اور وظیفوں کے چکر میں پھرتا رہتا ہے۔ کوئی مزارات پر جاکر منتیں مانتا ہے اور غیر اللہ سے حاجتیں مانگ مانگ کر کفر و شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے اور ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

اگر قرآن وحدیث میں بتائے گئے نسخوں کو استعمال کیا جائے تو اس پریشانی سے نجات مل سکتی ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ یقین کر لے کہ ہر ذی روح کو روزی پہنچانا، اللہ

تعالیٰ نے اپنے ذمے لے رکھا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ومامن دابة في الأرض إلا علي الله رزقها.﴾

''یعنی زمین پر چلنے والا ہر جاندار جسے رزق کی ضرورت لاحق ہو اس کو روزی پہنچانا، اللہ تعالیٰ نے محض اپنے ذمے لیا ہے۔''

جس قدر روزی جس کے لئے مقدر ہے یقیناً اس تک پہنچ کر رہے گی جو وسائل واسباب بندہ اختیار کرتا ہے وہ روزی پہنچنے کے دروازے ہیں اصل روزی رساں اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔

قولہ تعالیٰ: ﴿وماخلقت الجن والإنس إلا ليعبدون ماأريد منهم من رزق وماأريد أن يطعمون إن الله هو الرزاق ذو القوة المتين﴾

اور قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''میں نے انسان اور جنات کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں، میں ان سے رزق کا بالکل طالب نہیں ہوں اور نہ یہ قطعا چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ رازق تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ (اور) وہ بڑی زبردست قوت کا مالک ہے۔'' (سورۂ ذاریات ۴٦۔۵۷)

خرچ میں اعتدال:

اللہ تعالیٰ پر یقین کے ساتھ دوسرا کام یہ کرے کہ خرچ کو آمدنی کے تابع رکھے یعنی خرچ کو آمدنی سے نہ بڑھائے۔ اور خرچ میں میانہ روی اختیار کرے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''الاقتصاد في النفقة نصف المعيشة''

''یعنی خرچ میں میانہ روی سے کام لینا بھی گویا کہ آمدنی کا آدھا حصہ حاصل کرنا ہے۔ جب خرچ کم ہوگا تو آمدنی کم ہونے کی وجہ سے زیادہ پریشانی نہیں ہوگی۔''

جیسا کہ تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

شکر نعمت:

اس کے ساتھ تیسرا نسخہ یہ استعمال کیا جائے کہ جو نعمتیں ملی ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے کیونکہ شکر گزاری سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:

﴿لئن شكرتم لأزيدنكم ولئن كفرتم إن عذابي لشديد﴾

''یعنی اگر تم شکر گزاری کرو گے تو میں ضرور زیادہ دوں گا تمہیں اور اگر تم ناشکری کرو گے تو بے شک میرا عذاب بہت سخت ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرمادیا کہ اگر احسان مان کر زبان و دل سے میری نعمتوں کا شکر ادا کرو گے تو اور زیادہ نعمتیں ملیں گی۔ جسمانی، روحانی اور دنیوی واخروی ہر قسم کی۔ اور ناشکری کی صورت میں خطرہ ہے کہ موجودہ نعمتیں بھی سلب کر لی جائیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ:

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک سائل آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور عنایت فرمائی۔ اس نے نہیں لی پھینک دی، پھر دوسرا سائل آیا اس کو بھی ایک کھجور دی۔ وہ بولا، سبحان اللہ! تمرۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تبرک ہے) اس پر خوشی کا اظہار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باندی کو حکم دیا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جو چالیس دراہم رکھے ہیں وہ اس شکر گزار سائل کو دلا دو۔'' (تفسیر عثمانی)

تو معلوم ہوا کہ شکر گزاری سے اور فوائد کے علاوہ رزق میں وسعت بھی حاصل ہوتی ہے۔

دیکھیں پہلا سائل ناشکری کی بناء پر محروم رہا، دوسرا سائل شکر گزاری کی بناء پر نوازا گیا۔

سبق آموز واقعہ

ایک بزرگ نے فرمایا کہ:

''ایک خاتون بار بار تنگی رزق کی شکایت کرتی تھی اور بہت پریشانی کا اظہار کرتی تھی تو میں نے ان سے کہا کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی شکایت کرتی پھرتی ہو، اللہ تعالیٰ کی جتنی نعمتیں استعمال کرتی ہو ان پر اللہ کا شکر ادا کیا کرو۔ اس کے بعد اس خاتون نے ناشکری سے توبہ کر لی اور اپنے گھر میں ایک تختی پر جلی حروف سے لکھ کر لگایا ''او ناشکری''۔ روزانہ اس کمرہ میں آتے جاتے اس تختی کو پڑھتی اور ناشکری سے توبہ کرتی۔ پس اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد اس خاتون نے اطلاع دی کہ پریشانیاں ختم ہو گئیں اور بہت سکون ملا۔'' (باب العبر)

تقویٰ:

اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی نافرمانیوں کو چھوڑ کر اطاعت خداوندی اختیار کرنا، اس سے ہر قسم کی پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ رزق میں بھی برکت عطا فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ولو ان اھل القریٰ اٰمنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکات من السماء والأرض﴾ (ے.۹۹)

''یعنی اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور گناہوں سے پرہیز کرتے تو ہم ان پر آسمانوں و زمین کی برکتیں کھول دیتے۔''

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں اگر لوگ (محض) اس آیت پر عمل کریں تو ان کے حق میں وہی آیت کافی ہوجائے۔ وہ آیت ہے:

﴿ومن یتق الله یجعل له مخرجاً ویرزقه من حیث لایحتسب ومن یتوکل علی الله فهو حسبه﴾ (سورۃ طلاق آیت ۲۔۳)

یعنی جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے (ہر پریشانی سے) نجات کا راستہ نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے (تعب ومشقت فکر وتردد کے بغیر) روزی پہنچاتا ہے، جہاں اس کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص (اپنے امور ومعاملات میں) اللہ تعالیٰ پر توکل اور اعتماد کرے تو وہ دونوں جہانوں میں اس کے لئے کافی ہے۔''

تو معلوم ہوا کہ تقوی اور اللہ تعالیٰ پر توکل واعتماد سے رزق کی تنگی دور ہوجاتی ہے، اس لئے گناہ کے کاموں سے ہمیشہ کنارہ کشی اختیار کرنا ضروری ہے۔

کثرتِ استغفار:

استغفار کی کثرت سے بھی پریشانیاں دور ہوتی ہیں اور رزق میں برکت ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

من لزم الاستغفار جعل الله له من کل ضیق مخرجا ومن کل هم فرجا ورزقه من حیث لایحتسب

''جو شخص استغفار کی پابندی کرے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر پریشانی (دشواری) سے نکلنے کا راستہ پیدا فرمادیں گے اور ہر فکر وغم کو دور کر کے کشادگی عطا فرمادیں گے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیں گے جہاں سے روزی ملنے کا اس کا گمان بھی نہ ہوگا۔'' (احمد۔ ابوداود، مشکوٰۃ)

بندہ ہما بہ کہ ز تقصیر خویش عذر بدرگاہ خدا آورد
ورنہ سزاوار خداوندیش کس نتواند کہ بجا آورد
(سعدی رحمہ اللہ)۔

سورۂ واقعہ:

وسعت رزق کا ایک نسخہ سورۂ واقعہ کی تلاوت بھی ہے۔ یعنی گناہوں سے اجتناب کے ساتھ سورۂ واقعہ کی تلاوت ہو تو اس کی برکت سے بھی رزق میں اضافہ ہوگا۔
چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:
''جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہر رات کو سورۂ واقعہ کی تلاوت کرے اسے کبھی فقر و فاقہ کی نوبت نہیں آئے گی۔''
نیچے کے راوی بیان کرتے ہیں کہ:
''خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنی صاحبزادیوں کو اس سورت کی تلاوت کی تاکید فرماتے تھے اور وہ ہر رات، سورۂ واقعہ کی تلاوت کرتی تھیں۔'' (معارف الحدیث بحوالہ بیہقی)
ان تمام نسخوں کو استعمال کیا جائے تو انشاء اللہ ضرور فائدہ ہوگا۔ روزی میں برکت ہوگی اور پریشانیاں دور ہوں گی طاعات کے ساتھ ہر قسم کے گناہوں سے خصوصاً ہر قسم کی نفسانی خواہشات سے اجتناب کرنا لازمی ہے۔

مصائب سے نجات اور مقاصد کے حصول کے لیے مجرب نسخہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عوف بن مالک اشجعی

رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے لڑکے سالم کو دشمن گرفتار کر کے لے گئے اسکی ماں سخت پریشان ہے مجھے کیا کرنا چاہئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو اور لڑکے کی والدہ کو حکم دیتا ہوں کہ تم کثرت کے ساتھ ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' پڑھا کرو۔ ان دونوں نے حکم کی تعمیل کی۔ کثرت سے یہ کلمہ پڑھنے لگے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ جن دشمنوں نے لڑکے کو قید کر رکھا تھا وہ کسی روز ذرا غافل ہوئے لڑکا کسی طرح ان کے قید سے نکل گیا اور ان کی کچھ بکریاں ہنکا کر ساتھ لیکر اپنے والد کے پاس پہنچ گیا۔ ان کے والد یہ خبر لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بعض روایات میں ہے کہ یہ سوال بھی کیا کہ یہ بکریاں جو میرا لڑکا (کفار سے) ساتھ لیکر آیا ہے یہ ہمارے لئے حلال ہیں یا نہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لایحتسب﴾

(سورۃ طلاق آیت ۲۔۳)

اس میں تقوی کے دو برکات کا ذکر فرمایا: پریشانی سے نجات اور رزق کی فراوانی۔

دیکھیں لڑکے کو نجات ملی پریشانی دور ہوئی، وہ کفار کا مال بھی دار الحرب سے لیکر آ گیا جس سے مالی پریشانی دور ہوئی۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ جو کہ بڑے اللہ والے گزرے ہیں انہوں نے فرمایا کی دینی اور دنیوی ہر قسم کے مصائب اور مضرتوں سے بچنے اور منافع اور مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے اس کلمہ کی کثرت (یعنی لاحول ولاقوۃ الا باللہ) بہت مجرب عمل ہے۔

اور کثرت کی مقدار مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے یہ بتلائی ہے کہ روزانہ پانچ سو مرتبہ پڑھا کرے، اور سو مرتبہ درود شریف اسکے اول آخر پڑھ کر دعا کرے (تفسیر مظہری)

اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل واعتماد

روزی حاصل کرنے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل اعتماد ہو اور بھروسہ ہو ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ومن يتوكل على الله فهو حسبه إن الله بالغ امره قد جعل الله لكل شيئ قدرا ﴾

یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی مہمات کے لیے کافی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے کام جس طرح چاہے پورا کرکے رہتا ہے اس نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر دیا ہے اسی کے مطابق سب کام ہوتے ہیں۔

ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

لوانكم تتوكلون على الله حق توكله لرزقكم كما يرزق الطير تغدوا خماصا وتروح بطانه.

اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے جیسا کہ اس کا حق ہے تو بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں اس طرح رزق دیتا ہے جیسے پرندے جانوروں کو دیتا ہے کہ صبح کو اپنے گھونسلوں سے بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے ہوئے واپس ہوتے ہیں۔

متوکلین کے لئے بشارت

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يدخل الجنة من امتى سبعون الفا بغير حساب هم الذين لايسترقون ولا يتطيرون وعلى ربهم يتوكلون. (رواه البخاريؒ ومسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے ستر ہزار آدمی بے حساب جنت میں داخل ہونگے۔ ان کے اوصاف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والے ہونگے۔ (تفسیر مظہری، معارف القرآن)

توکل ویقین کے برکات

اب ہم یہاں توکل ویقین کے برکات کے ظہور کے چند واقعات نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ کیسے کیسے معاملہ فرماتے ہیں ان کے حاجات اور ضروریات کو اپنی غیبی مدد سے کس طرح پورا فرماتے ہیں۔ انسان جب اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل اعتماد کر لیتا ہے اور اسکے دل ودماغ عقائد اور نظریات میں یہ بات پختہ ہوجاتی ہے کہ اللہ ہی ہر خیر وشر کا مالک ہے۔ خزانہ غیب کی چابی اسی کے پاس ہے وہی صرف وہی روزی پہنچانے والا ہے۔ زور و زبردستی سے اس سے روزی حاصل نہیں کی جاسکتی۔ جو کچھ ملے گا اس ذات کی اطاعت اور فرمانبرداری سے ہی ملے گا تو اللہ تعالیٰ عام قانون اور دستور کے مطابق تو اسباب کے تحت روزی پہنچاتے ہیں لیکن کبھی بغیر اسباب کے بھی روزی پہنچاتے ہیں اس طرح اپنی قدرت کاملہ کو ظاہر فرماتے ہیں کہ ہم اپنے بندوں کو روزی پہنچانے کے لئے اسباب کے محتاج نہیں، اس بندے کے ذمہ لازم ہے کہ اسباب اختیار کرنے کے بعد بھی نظر صرف اللہ کی ذات پر رکھے۔ اسباب میں اس قدر منہمک نہ ہوجائے کہ اللہ مالک حقیقی کو بھلا دے اور اسباب ہی جمع کرتا رہے۔

خالی چکی آٹے سے بھر گئی

عن أبي هريرة قال دخل رجل على أهله فلما رأى مابهم من

الحاجة خرج إلى البرية فلمارأت امرأته إلى الرحى فوضعتها وإلى التنور فسجرته ثم قالت اللهم ارزقنا فنظرت فإذا الجفنة قدامتلأت قال وذهبت إلى التنور فوجدته ممتلئا قال فرجع الزوج قال اصبتم بعدى شيئا قالت امرأته نعم من ربنا وقام إلى الرحى فذكر ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم فقال أما أنه لو لم يرفعها لم تزل تدور إلى يوم القيامة. (رواه احمد)

ترجمہ:...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں) اللہ کا ایک بندہ اپنے اہل وعیال کے پاس پہنچا جب اس نے ان کو فقروفاقہ کی حالت میں دیکھا تو (الحاح کے ساتھ اللہ سے دعا کرنے کے لیے) جنگل کی طرف چل دیا، جب اس کی نیک بی بی نے دیکھا (کہ شوہر اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے لیے گئے، تو اللہ کے فضل وکرم پر بھروسہ کرکے اس نے تیاری شروع کردی) وہ اٹھ کر چکی کے پاس آئی اور اس کو تیار کیا (تاکہ اللہ کے حکم سے کہیں سے کچھ غلہ آئے تو جلدی سے اس کو پیسا جاسکے) پھر وہ تنور کے پاس گئی اس کو گرم کیا (تاکہ آٹا پس جانے کے بعد پھر روٹی پکانے میں دیر نہ لگے) پھر اس نے خود بھی دعا کی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے مالک ہمیں رزق دے۔ اب اس کے بعد اس نے دیکھا کہ چکی کے گرداگرد آٹا کے لئے جو جگہ بنی ہوتی ہے (جس کو چکی کا گراؤنڈ اور کہیں کہیں چکی کی بھر بھی کہتے ہیں) وہ آٹے سے بھری ہوئی ہے، پھر وہ تنور کے پاس گئی تو دیکھا کہ تنور بھی روٹیوں سے بھرا ہوا ہے (اور جتنی روٹیاں اس میں لگ سکتی ہیں، لگی ہوئی ہیں) اس کے بعد اس بیوی کے شوہر واپس آئے اور بیوی سے پوچھا کہ میرے جانے کے بعد تم نے کچھ پایا؟ بیوی نے بتایا کہ ہاں ہمیں اپنے پروردگار کی طرف سے ملا ہے (یعنی براہ راست خزانہ غیب سے اس طرح ملا ہے) یہ سن کر یہ بھی چکی کے

پاس گئے (اور اس کو اٹھا کر دیکھا یعنی تعجب اور شوق میں غالباً اس کا پاٹ اٹھا کر دیکھا)
پھر جب یہ ماجرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ
معلوم ہونا چاہئے کہ اگر یہ اسکو اٹھا کر نہ دیکھتے تو چکی قیامت تک یوں ہی چلتی رہتی
اور اس سے ہمیشہ آٹا نکلتا رہتا۔ (مسند احمد)

تشریح...... اس روایت میں جو واقعہ نقل کیا گیا ہے وہ خوارق کے قبیل سے ہے،
اس دنیا میں عام طور سے اللہ تعالیٰ کی عطائیں اسباب ہی کے سلسلہ میں ملتی ہیں، لیکن کبھی
کبھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یہ تماشا بھی ظہور میں آتا ہے کہ عالم اسباب کے عام دستور
کے خلاف براہ راست اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایسے واقعات ظاہر ہوتے ہیں۔ بیشک
اللہ تعالیٰ جو زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا ہے، اس کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں۔ پھر اس
قسم کے واقعات اگر اللہ کے کسی پیغمبر کے ہاتھ پہ ظاہر ہوں تو ان کو معجزہ کہا جاتا ہے
اور اگر ان کے کسی متبع امتی کے ہاتھ پر ایسے واقعہ کا ظہور ہو، تو اسکو کرامت کہا جاتا ہے۔

ان دونوں میاں بیوی نے اللہ تعالیٰ پر پوری طرح یقین کر کے اس سے روزی
مانگی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو اس طرح قبول کیا کہ خارق عادت طریقہ سے ان کے
لیے روزی کا سامان بھیجا، غیب سے چکی میں آٹا آ گیا اور تنور میں روٹیاں لگ گئیں۔

جو لوگ یقین اور توکل کی دولت سے محروم اور اللہ کی قدرت کی وسعتوں سے
نا آشنا ہیں ان کے دلوں میں شاید اس قسم کی روایات پر شبہات اور وساوس پیدا ہوتے
ہوں لیکن اللہ کے جن بندوں کو یقین وتوکل اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت کا کچھ حصہ
ملا ہے، ان کے لئے تو ایسے واقعات میں کوئی اچھنبے کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے

﴿ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ﴾ (سورۃ طلاق آیت ۲۔۳)

اور جو کوئی اللہ پر توکل کرے (جیسا کہ توکل کا حق ہے) تو اللہ اس کے لئے اور
اس کے کام بنانے کے لیے کافی ہے۔

سعادت اور شقاوت

عن سعيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من سعادة ابن ادم رضاه بماقضى الله له ومن شقاوة ابن ادم تركه استخارة الله ومن شقاوة ابن ادم سخطه بماقضى الله له. (رواه احمد والترمذى)

ترجمہ:...... حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کی نیک بختی اور خوش نصیبی میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے جو فیصلہ ہو وہ اس پر راضی رہے، اور آدمی کی بدبختی اور بدنصیبی میں سے یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے خیر اور بھلائی کا طالب نہ ہو اور اس کی بدنصیبی اور بدبختی یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے ناخوش ہو۔ (مسند احمد، جامع ترمذی)

تشریح...... اللہ کے فیصلہ اور اس کی تقدیر سے بعض اوقات بندہ پر ایسے حالات آتے ہیں جو اس کی طبیعت اور چاہت کے خلاف ہوتے ہیں، ایسے موقع پر بندہ کی سعادت اور نیک بختی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علیم کل اور حکیم مطلق اور رؤف بالعباد یقین کرتے ہوئے اس کے فیصلہ پر راضی رہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

"﴿عسى أن تكرهوا شيئا وهو خير لكم وعسى أن تحبوا شيئا وهو شر لكم والله يعلم وأنتم لاتعلمون﴾"

(ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو برا سمجھو اور حقیقت اور انجام کے لحاظ سے اس میں تمہارے لئے بہتری ہو، اور اسی طرح ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور چاہو اور حقیقت اور انجام کے لحاظ سے اس میں تمہارے لئے برائی اور خرابی ہو، علم حقیقی صرف اللہ کو ہے، اور تم بے خبر ہو)

دوسری بات اس حدیث میں یہ فرمائی گئی ہے کہ بندہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ سے برابر یہ دعا کرتا رہے کہ اس کے نزدیک بندہ کے لئے جو خیر ہو اسی کا اس کے لئے فیصلہ کیا جائے حضور نے فرمایا کہ بندہ کا اپنے لئے اللہ تعالیٰ سے خیر نہ مانگنا بڑی بدنصیبی اور بدبختی ہے۔ اسی طرح یہ بھی بدبختی اور بدنصیبی ہے کہ بندہ اللہ کی قضاوقدر اور اس کے فیصلوں سے ناخوش اور ناراض ہو۔

ظاہر ہے کہ ''رضا بالقضا'' کا یہ مقام بندہ کو جب ہی حاصل ہوسکتا ہے جب کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی ان صفات کمال و جمال پر پورا پورا ایمان اور یقین حاصل ہو جو قرآن مجید نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی ہیں۔ اور پھر اس معرفت اور اس ایمان ویقین کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے دل میں رچ بس گئی ہو ایمان ومحبت کے اس مقام پر پہنچ جانے کے بعد بندہ کے دل کی صدا یہ ہوتی ہے

زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے
دل شدہ مبتلاء تو ہرچہ کنی رضائے تو

(معارف الحدیث)

آخرت کو ترجیح دینا چاہیے

آمدن اور روزگار کے بعض مواقع بظاہر بڑے نفع بخش نظر آتے ہیں، اور مستقبل کے حوالہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے لئے اور بچوں کے لیے بہت بہتر ہوگا۔ دولت کی ریل پیل ہوگی، اور زندگی پرعیش ہوگی۔ لیکن شرعی نقطہ نگاہ سے وہ تجارت کاروبار، ملازمت حرام ہے اسکے مقابلے جو جائز ذریعہ آمدن سامنے ہے اسکی مقدار بہت کم ہے، زندگی بظاہر تنگی کی گزرے گی یعنی حلال کھاؤ تو تھوڑے پر اکتفا کرنا پڑے گا۔ حرام کھاؤ تو بہت زیادہ نظر آرہا ہے اب ایک مؤمن کے لیے یہی آزمائش کی گھڑی ہوتی ہے حرام

کاراستہ اختیار کر کے دنیا کو سدھارے یا حلال کاراستہ اختیار کر کے آخرت کو سدھارے اب جوظاہر بین مادیت پرست ہے وہ تو بس دنیا کے منافع کو دیکھ کر حرام میں کود پڑتا ہے جبکہ مردمؤمن حرام سے دور رہتا ہے، تھوڑے پر قناعت کرتا ہے آخرت کو ترجیح دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بار بار یہی بات سمجھائی۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿بل تؤثرون الحیوٰ ة الدنیا والاٰخرخیر وابقی، إن ھذا لفی الصحف الأولی،صحف إبراھیم وموسیٰ﴾

مگرتم تو دنیا کی زندگی کو اختیار کرتے ہو حالانکہ آخرت بہت بہتر اور پائندہ تر ہے۔یہی بات پہلے صحیفوں میں (مرقوم) ہے یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔

اورارشادفرمایا:

﴿وماالحیوٰ ةالدنیا إلالعب و لھو وللدار الاٰخرة خیرللذین یتقون أفلا تعقلون﴾(الأنعام۶/۳۲)

اوردنیا کی زندگانی کی حقیقت اسکے سوا کچھ نہیں کہ بس (چند دنوں کا) کھیل تماشاہے، اورآخرت کا گھر ہی بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو پرہیزگاری کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں (افسوس تم پر) کیاتم اس بات کونہیں سمجھتے۔

دنیا کی بے وقعتی

عن سھیل ابن سعد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لو کانت الدنیا عنداللہ جناح بعوضة ماسقی کافرشربة ماء.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر دنیا کی قدر وقیمت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافرمنکر کوایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتا۔

(مسنداحمد، جامع ترمذی، ابن ماجہ)

یعنی دنیا بے قدر و قیمت ہونے کی وجہ سے کافروں کو بھی مل جاتی ہے اگر اسکی عنداللہ کوئی قدر ہوتی تو کافرون کو پانی کا گھونٹ بھی نہ ملتا یہی وجہ ہے کہ آخرت میں کافروں کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہ ملے گا یا پیاسے رہیں گے یا کھولتا ہوا گرم پانی پینا ہوگا۔

دنیا کے مقابلہ میں آخرت کو اختیار کرو

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من احب دنياه اضر باخرته ومن احب اخرته اضر بدنياه فاثروا مايبقى على مايفنى. (رواه احمد والبيهقي في شعب الإيمان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دنیا کو اپنا محبوب ومطلوب بنائے گا وہ اپنی آخرت کا ضرر اور نقصان کرے گا، اور جو کوئی آخرت کو محبوب بنائے گا وہ اپنی دنیا کا ضرر اور نقصان کرے گا۔ (بس جب دنیا وآخرت میں سے ایک کو محبوب بنانے سے دوسرے کا نقصان برداشت کرنا لازم اور ناگزیر ہے تو عقل ودانش کا تقاضا یہی ہے کہ) فنا ہوجانے والی دنیا کے مقابلہ میں باقی رہنے والی آخرت کو اختیار کرے۔ علامہ رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عشق　　با مردہ　　نباشد　　پائیدار
عشق　　با حی　　وقیوم　　دار

عشق حی قیوم ذات سے رکھو کیونکہ دنیا مردار کے ساتھ عشق ناپائیدار ہوتی ہے۔

حضرت بہلول رحمہ اللہ کا واقعہ

حضرت بہلول رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بصرہ کی راہ میں مجھے چند لڑکے ملے جو اخروٹ و بادام سے کھیل رہے تھے ان سے علیحدہ ایک لڑکے کو دیکھا جوان لڑکوں کو دیکھ

دیکھ کر رورہا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا شاید یہ لڑکا ان کے پاس اخروٹ و بادام دیکھ کر رورہا ہے۔ اس کے پاس کھیلنے کی کوئی چیز نہیں ہے۔ میں نے کہا میاں لڑکے کیوں روتے ہو؟ میں تمہیں اخروٹ اور بادام خرید کردونگا۔ تم ان سے کھیلنا لڑکے نے میری طرف سر اٹھا کر دیکھا اور کہا اے کم عقل ہم کھیل کود کے لیے پیدا نہیں ہوئے۔ میں نے کہا اے صاحبزادے پھر ہم کس لئے پیدا ہوئے؟ کہا علم حاصل کرنے اور خدا کی عبادت کے لیے۔ میں نے کہا یہ کہاں سے تمہیں معلوم ہوا؟ اللہ تمہاری عمر میں برکت دے تو لڑکے نے کہا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أفحسبتم أنما خلقناكم عبثا وأنكم إلينا لا ترجعون﴾

کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے کار محض نکما پیدا کیا ہے اور تم پھر کر ہمارے پاس نہ آؤ گے۔

لڑکے کی نصیحت آمیز باتیں:

میں نے کہا صاحبزادے تم مجھے عقلمند معلوم ہوتے ہو کچھ مختصر سی نصیحت کرو کہا دنیا چل چلاؤ پر کمر بستہ آمادہ سفر ہے نہ دنیا کسی کے واسطے رہنے والی ہے اور نہ کوئی شخص دنیا میں باقی رہے گا دنیا کی زندگی اور موت انسان کے واسطے ایسی ہے جیسے دو گھوڑے تیز رفتار یکے بعد دیگرے آنے والے ہوں۔ اے دنیا کے فریفتہ! دنیا کو چھوڑ اور سامان سفر اس میں رہ کر درست کر۔

حضرت بہلول فرماتے ہیں وہ لڑکا یہ کہہ کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا اور ہاتھوں سے اشارہ کیا اور آنسو اس کے دونوں رخساروں پر موتیوں کی طرح گرنے لگے اور یوں کہا:

اے خدائے چارہ ساز بیکساں
دے رحیم چارہ درنہاں

جس کسی نے بھی لگائی تجھ سے آس
پا گیا مطلب رہی دل میں نہ یاس

یہ کہہ کر وہ لڑکا بیہوش ہو کر گر پڑا میں نے اس کا سر اپنی گود میں اٹھالیا اور اپنی آستین سے اس کے چہرہ کی خاک صاف کی۔

لڑکے پر خوف خدا کا اثر:

جب ہوش میں آیا میں نے کہا صاحبزادے تمہیں کیا ہوا ہے؟ تم تو ابھی معصوم ہو، کوئی گناہ تمہارے نام نہیں لکھا گیا ہے۔ کہا بہلول! مجھے چھوڑ دو میں نے اپنی ماں کو دیکھا ہے وہ آگ جلانے میں جب تک چھوٹے چھوٹے تنکے گھاس، پھوس بڑی لکڑیوں میں نہیں ملاتیں، آگ نہیں روشن ہوتی میں ڈرتا ہوں کہ! خدانخواستہ دوزخ کے ایندھن میں چھوٹی لکڑیوں کی جگہ کہیں میں نہ ہوں، پھر میں نے کہا صاحبزادے تم بڑے ہی عقلمند ہوشیار ہو، مجھ کو مختصری کچھ اور نصیحت کرو۔

دنیا کی بے ثباتی:

کہا افسوس میں غفلت میں رہا موت پیچھے آرہی ہے، آج نہ گیا تو کل ضرور جانا ہے دنیا میں اپنے جسم کو نرم ونفیس پوشاک میں چھپایا تو کیا فائدہ آخر مرنے کے بعد گل سڑ کر خاک ہو جانا ہے اور قبر میں خاک کا اوڑھنا اور خاک کا ہی بچھونا ہے ہائے مرتے ہی سب خوبی وحسن وجمال جاتی رہے گی، اور ہڈیوں پر گوشت پوست کا نشان تک نہ رہے گا۔ وائے صد وائے عمر گزر گئی، اور کوئی مراد حاصل نہ ہوئی، نہ میرے ساتھ کوئی سفر کا توشہ، اور میں ایسے حاکم ومالک کے روبرو اس حال میں کھڑا ہونگا کہ گناہوں کا بار سر پر ہوگا، دنیا میں ہزاروں پردوں میں خدائے کریم کی نافرمانی کر کے گناہ کئے، مگر قیامت میں وہ سب علام الغیوب کے سامنے ظاہر ہوں گے۔ کیا دنیا میں خدا کے غضب سے

بےخوف ہوکر گناہ کرتا تھا، نہیں بلکہ ان کی مغفرت اور بربادی پر تکیہ تھا، وہ ارحم الراحمین چاہے عذاب دے چاہے محض اپنے کرم سے درگزر فرمادے حضرت بہلول فرماتے ہیں جب وہ لڑکا وعظ کہہ کر خاموش ہوا میں بیہوش ہوکر گر پڑا اور وہ لڑکا چل دیا۔

جب مجھے ہوش آیا تو ان کو لڑکوں میں تلاش کیا کہیں پتہ نہ پایا لڑکوں سے جو اس بچے کا حال دریافت کیا تو بولنے لگے تم نہیں پہچانتے ؟ میں نے کہا نہیں کہا یہ حضرت سیدنا حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی اولاد سے ہے، میں نے کہا مجھے تعجب تھا کہ یہ کسی ایسے ہی بڑے عظیم الشان درخت کا پھل ہوگا۔ (حکایات الاولیا)

وصول الی اللہ کے لیے پانچ چیزیں

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں نے سمنون کو طواف میں دیکھا اور وہ لچک کر خوش خوش چلتے تھے۔ میں نے کہا اے شیخ تم کو خداوند عالم کے روبرو کھڑے ہونے کی قسم ہے مجھ کو خبر دو کس بات سے تم واصل الی اللہ ہوئے، جب ذکر محبوب سنا بے ہوش ہوکر گر پڑے جب ہوش آیا، کہا اے بھائی میں نے اپنے نفس پر پانچ خصلتیں لازم کرلی ہیں، پہلی خصلت یہ ہے کہ، جو کچھ مجھ میں (اپنے خواہش نفسانی سے) زندہ تھا، اس کو مار ڈالا اور جو چیز مجھ میں مردہ تھی اور وہ میرا دل ہے اسے زندہ کیا، دوسرے جو میری نظروں سے غائب تھا، اس کو روبرو جانا، یعنی آخرت کا حصہ، اس کو باقی رہنے والا سمجھا اور جو میرے روبرو حاضر تھا اس کو غائب تصور کیا یعنی دنیوی عیش کو فانی جان کر اس سے کنارہ کش ہوا۔ تیسرے جو چیز میرے نزدیک فانی تھی (یعنی تقوای خوف خدا) اس کے حصول کے لئے اپنے آپ کو فنا کردیا، چوتھی جس چیز سے لوگ وحشت کرتے ہیں، میں نے اس سے انس ومحبت کی اور جس چیز سے لوگ الفت کرتے ہیں میں اس سے بھاگا یہ کہہ کر حضرت سمنون چلے گئے۔

آخرت کی تیاری کا عمل

حضرت شیخ ابوالربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں مکہ معظّمہ میں ایک جماعت فقراء کے ساتھ رہتا تھا، اس جماعت میں ایسے بھی تھے، جو سیر کر چکے تھے، اور اپنے اندر حالات وکیفیات پاتے تھے، اور میں نے اپنے جی سے بحث شروع کر دی تھی اس بات پر کہ یہ میرا کوئی نیک عمل نہیں میں نے اپنے جی میں غور وفکر کیا کہ مجھ میں بھی کوئی ایسی کیفیت پیدا ہوئی ہے، جو آئندہ زمانے میں اس کے آثار مشاہدہ کروں تو میں نے اپنے کو بالکل محتاج اور فقیر پایا، میں نے اپنے دل سے کہا کہ بڑی عاجزی ہے جو چیز نہ ہو اس کا انتظار کروں، پھر میں نے سوچا کوئی ایسا عمل کروں جس کا اثر فوراً ظاہر ہو، پھر میں نے معلوم کیا کہ کوئی عمل طواف سے بہتر نہیں، بس میں نے کثرت طواف اختیار کی میری جماعت سے ایک صاحب نے کہا کب تک گدھے پانی بھرنے والے کی طرح پھرتے رہو گے کیا اس کام میں تم کو مقام قلب تک رسائی ہوگی؟ میں نے جواب دیا نہیں اور نہ میں قلب کو پہچانتا ہوں کہ اس کے پانے کی کوشش کروں، اور نہ مجھ کو کوئی مکان معلوم ہے کہ اس کو طلب کروں لیکن میں نے خدا کا فرمانا: ﴿والیطوفوا بالبیت العتیق﴾ قدیم گھر کا طواف کیا کرو سنا ہے اس کے ظاہر پر میرا عمل ہے۔

فائدہ:

جب ایک دفعہ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے، پھر اسی محبوب کی تلاش میں پھرتا ہے۔ اسکے نزدیک اللہ تعالیٰ کے گھر سے محبوب کوئی چیز نہیں ہوتی، وہ اللہ تعالیٰ کے در کو چھوڑ کر کسی اور در پر جانے کو قطعاً برداشت نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی حکمتیں تلاش نہیں کرتا، بس یہ بات معلوم ہو جائے یہ میرے رب کا حکم ہے اور میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے، تو اس عبادت کو انجام دینے میں مصروف

ہوجاتا ہے۔ بیت اللہ کا طواف کرنے والے، بظاہر تو محبوب کے گھر کا چکر ہی لگاتے ہیں، لیکن بباطن ایک عاشق کو معشوق کے گھر کے چکر لگانے میں کیا لذت حاصل ہوتی ہے وہ اسی کو پتہ ہے جسکو محبت کی ہوا لگی ہے، ظاہر ہے لوگ اسکا اندازہ نہیں لگا سکتے۔

لطف مئے تجھ سے کیا کہوں زاھد
ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں
دل و جان کی وہ دولت جو بہت پیاری رہی ابتک
ترے کوچے میں پھر پھر کر وہیں پر اس کو وار آئے
وہ عالم کیف و مستی کا وہ طوفان اشک باراں کا
الٰہی عمر میں میری پھر آئے باربار آئے
متاع عقل ودانش جمع کی تھی عمر بھر میں جو
وہ میقات حرم پر عشق کی بازی میں ہار آئے

(ماخوذ از سبق آموز واقعات)

اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو دنیا سے بچاتا ہے

دنیا کا ملنا قبولیت کی علامت نہیں اور دنیا نہ ملنا اللہ تعالیٰ کے ہاں مردود ہونے کی علامت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہر بندے کے ساتھ جداگانہ ہے۔ بعض بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے علم میں دنیا نقصان دہ ہوتی ہے اس لئے ان کو دنیا سے دور رکھتا ہے اور آخرت کی طرف ان کو متوجہ کردیتا ہے وہ خوب اعمال صالحہ اختیار کرتا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إذا أحب اللہ عبدا حماہ من الدنیا کما یظل احدکم یحمی سقیمہ الماء (رواہ احمد والترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے

محبت کرتا ہے تو دنیا سے اس کو اس طرح پرہیز کراتا ہے جس طرح کہ تم میں سے کوئی اپنے مریض کو پانی سے پرہیز کراتا ہے۔(جبکہ اس کو پانی نقصان پہنچاتا ہو)

اس امت کا خاص فتنہ دولت ہے

مال و دولت ایک فتنہ اور آزمائش ہے کہ آدمی اس کی محبت میں مبتلا ہو کر آخرت کو بھلا بیٹھے، اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض میں غفلت اور لاپرواہی سے کام لے، ہر وقت دنیا جمع کرنے کی فکر میں لگا رہے۔

عن كعب بن عياض قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم : يقول إن لكل أمة فتنة وفتنة أمتي المال. (رواه الترمذى)

حضرت کعب بن عیاض رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر امت کے لیے کوئی خاص آزمائش ہوتی ہے اور میری امت کی خاص آزمائش مال ہے۔(ترمذی)

دنیا میں فساد کے اسباب

انسان کے دل میں مال کی محبت اور حرص ہو یہ آدمی کے دین اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کو سخت نقصان پہنچاتا ہے، اس سے دنیا میں فساد پیدا ہوتا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ماذئبان ارسلافي غنم فاسد لها من حرص المرء على المال والشرف له فيه.(رواه الترمذى والدارمى)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دو بھوکے بھیڑیئے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے گئے ہوں۔ان بکریوں کو اس سے زیادہ تباہ نہیں کر سکتے جتنا تباہ آدمی کے

دین کو مال کی حرص اور عزت وجاہ کی طلب کرتی ہے۔

حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حب مال اور حب جاہ، یہ دونوں قلب کی ایسی بیماریاں ہیں جن کے باعث انسان کی دنیوی اور اخروی زندگی اجیرن ہوجاتی ہے اور غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انسانی تاریخ میں اب تک جتنی انسانیت سوز لڑائیاں لڑی گئی ہیں اور جو فساد برپا ہوئے ہیں ان میں سے اکثر وبیشتر کو انہیں دو بیماریوں نے جنم دیا ہے۔

حب مال کے برے نتائج

حب مال کے نتائج یہ نکلتے ہیں:

(۱) کنجوسی اور بخل پیدا ہوتا ہے جن کا ایک قومی نقصان تو یہ ہوتا ہے کہ اس کی دولت قوم کو فائدہ نہیں پہنچاتی دوسرا نقصان خود اس کی ذات کو پہنچتا ہے کہ معاشرہ میں کوئی ایسے شخص کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا۔

(۲) خود غرضی پیدا ہوتی ہے جو مال کی ہوس کو پورا کرنے کے لیے اسے اشیاء میں ملاوٹ، ناپ تول میں کمی، رشوت ستانی، مکرو فریب، دغابازی کے نت نئے حیلے سجھاتی ہے وہ اپنی تجوری پہلے سے بھرنے کے لیے دوسروں کے خون نچوڑ لینا چاہتا ہے۔ بالآخر سرمایہ دار اور مزدور کے جھگڑے جنم لیتے ہیں۔

(۳) ایسے شخص کو کتنا ہی مال مل جائے لیکن مزید کمانے کی دھن ایسی سوار ہوتی ہے کہ تفریح وآرام کے وقت بھی یہی بے چینی اسے کھائے جاتی ہے کہ کسی طرح اپنے سرمایہ میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کروں، بالآخر جو مال اس کے آرام وراحت کا ذریعہ بنتا وہ اس کے لیے وبال جان بن جاتا ہے۔

(۴) حق بات خواہ کتنی ہی روشن ہوکر سامنے آجائے مگر وہ ایسی کسی بات کو ماننے

کی ہمت نہیں کرتا جو اس کی ہوس مال سے متصادم ہو یہ تمام چیزیں بالآخر پورے معاشرہ کا امن وچین برباد کر ڈالتی ہیں۔

حب جاہ کے برے نتائج

غور کیا جائے تو قریب قریب یہی حال حب جاہ کا نظر آئے گا، کہ اس کے نتیجہ میں تکبر خود غرضی حقوق کی پامالی، ہوس اقتدار اور اس کے لئے خون ریز لڑائیاں اور اسی طرح کی بے مثال انسانیت سوز خرابیاں جنم لیتی ہیں۔ جو بالآخر دنیا کو دوزخ بنا کر چھوڑتی ہیں۔

ان دونوں بیماریوں کا علاج قرآن کریم نے یہ تجویز فرمایا:

﴿واستعینوا بالصبر والصلٰوۃ﴾

اور مدد لو صبر اور نماز سے یعنی صبر اختیار کرو، یعنی اپنی لذات وخواہشات پر قابو حاصل کرلو، اس سے حب مال گھٹ جائے گی، کیونکہ مال کی محبت اسی لئے پیدا ہوتی ہے کہ مال لذات اور شہوات کو پورا کرنے کا ذریعہ ہے جب ان لذات اور خواہشات کی اندھادھند پیروی چھوڑنے پر ہمت باندھ لوگے تو شروع میں اگر چہ شاق گزرے گا، لیکن رفتہ رفتہ یہ خواہشات اعتدال پر آجائیں گی، اور اعتدال تمہاری عادت بن جائے گی، تو پھر مال کی فراوانی کی ضرورت نہ رہے گی نہ اس کی محبت ایسی غالب آئے گی کہ اپنے نفع نقصان سے اندھا کردے۔

اور نماز سے حب جاہ کم ہوجائے گی کیونکہ نماز ظاہری اور باطنی ہر طرح کی عاجزی اور پستی ہے۔ جب نماز کو صحیح صحیح ادا کرنے کی عادت ہوجائے گی تو ہر وقت اللہ کے سامنے اپنی عاجزی اور پستی کا تصور رہنے لگے گا، جس سے تکبر اور غرور اور حب جاہ گھٹ جائے گی۔ (معارف القرآن ۱/۲۲۰)

سب سے زیادہ قابل رشک بندہ

دنیا میں عام طور پر ایسے آدمی کو قابل رشک سمجھا جاتا ہے جسکے پاس مال اور منصب ہو اسکو دیکھ کر لوگ تمنا کرتے ہیں کہ کاش میری حالت بھی اسکی طرح ہوتی، لیکن قریب جانے سے پتہ چلتا ہے جو مالدار مال کے حقوق ادانہیں کرتے وہ سب سے زیادہ پریشان ہوتے ہیں۔ حقیقتا قابل رشک کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پہچان بتائی ہے:

عن ابی امامة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: اغبط اوليائي عندی لمؤمن خفيف الحاذ ذوحظ من الصلوة ، احسن عبادة ربه واطاعه فی السر وكان غامضا فی الناس لايشارإليه بالاصابع وكان رزقه كفافا فصبرعلى ذلک ثم نقد بيده فقال عجلت منيته قلت بواكيه قل تراثه(رواه الترمذی وابن ماجه)

ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے دوستوں میں بہت زیادہ قابل رشک میرے نزدیک وہ مؤمن ہے جو سبک بار (یعنی دنیا کے ساز وسامان اور مال وعیال کے لحاظ سے بہت ہلکا پھلکا) ہو نماز میں اس کا بڑا حصہ ہو (یعنی کثرت سے نوافل پڑھتا ہے۔) اور اپنے رب کی عبادت خوبی کے ساتھ (یعنی خشوع وخضوع اور اخلاص کے ساتھ) کرتا ہو، اور رب کی اطاعت اور فرمانبرداری اسکا شعار ہو اور یہ سب کچھ اخفاء کے ساتھ اور خلوت میں کرتا ہو، اور وہ گمنامی کی زندگی گزارتا ہو، اور اسکی طرف (مال ومنصب کی وجہ سے) انگلی سے اشارے نہ کئے جاتے ہوں، اور اسکی روزی بھی بقدر کفاف ہو، اور وہ اس پر صابر اور قانع ہو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کی چٹکی بجائی اور فرمایا اسکو موت جلدی آ گئی اور

اس شخص پر رونے والے بھی کم ہیں اور اس کا ترکہ (میراث کا مال) بھی بہت تھوڑا ہے۔
(مسند احمد۔ ترمذی ابن ماجہ)

تو اس ارشاد گرامی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے آدمی کو قابل رشک قرار دیا ہے، جسکو بقدر کفاف یعنی گزارہ کے لائق روزی مل جائے اور وہ اس پر صابر اور قانع ہو، اور جب موت کا وقت آیا ایک دم رخصت ہو گیا پیچھے نہ زیادہ مال و دولت اور نہ جائیداد۔ نہ مکانات اور باغات کی تقسیم کے جھگڑے اور نہ زیادہ اس پر رونے والیاں۔

اپنی اولاد کے لیے بہت زیادہ جائیداد بنانے کی فکر میں لگا رہنا اور اسکی خاطر پریشان ہوتے رہنا، یہ خواہ مخواہ کی پریشانی اپنے سر لینا ہے۔ بس اللہ تعالیٰ نے جو دیدیا اس پر شکر کرنا چاہیئے، صبر اور قناعت سے کام لینا چاہیئے۔

انسان کا حقیقی مال

مال کا مقصد ضروریات پورا کرنا ہوتا ہے کچھ دنیوی زندگی کی ضروریات ہیں کھانا پینا، لباس پوشاک وغیرہ۔ اور کچھ اخروی ضروریات ہیں کہ جہنم سے نجات مل جائے اور جنت میں بلندی درجات ہو۔ اب جو انسان مال کے ذریعہ اپنی ضروریات پورا کرتا ہے اس نے مال کو مصرف میں خرچ کیا بقدر حاجت دنیا میں فائدہ حاصل کیا اس کے علاوہ کچھ مال صدقہ خیرات کر کے آخرت کے لیے ثواب کا ذخیرہ جمع کیا۔ اسکے علاوہ جو مال ہے وہ بے مقصد ہو گیا۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ابن آدم مالي، مالي وان ماله من ماله ثلثه ماأكل فافنى او لبس فابلى او اعطى فاقتنى وماسوى ذلك فهو ذاهب وتاركه للناس. (رواه مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال حالانکہ اس کے مال میں سے جو واقعی اس کا ہے وہ بس تین مد ہیں۔ ایک وہ جو اس نے کھا کے ختم کر دیا۔ دوسرا وہ جو پہن کر پرانا کر ڈالا، اور تیسرا وہ جو اس نے اللہ کی راہ میں صدقہ کیا اور اپنی آخرت کے واسطے ذخیرہ کیا۔ اسکے علاوہ جو مال ہے وہ تو بندہ دوسرے کے لیے چھوڑ جانے والا ہے۔ اور یہاں (دنیا) سے ایک دن رخصت ہو جانے والا ہے۔ (رواہ مسلم)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کون ایسا ہے جسکو اپنے مال سے زیادہ وارث کا مال محبوب ہو؟ تو لوگوں نے عرض کیا کہ ہم میں سے تو ہر ایک کا حال یہ ہے کہ اس کو وارثوں کے مال کے مقابلہ میں اپنا مال زیادہ محبوب ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب یہ بات ہے تو معلوم ہونا چاہئے کہ آدمی کا مال بس وہی ہے جو اس نے (صدقہ خیرات اور نیکی کے کاموں میں خرچ کر کے) آگے چلتا کر دیا۔ اور جس قدر اس نے بعد کے لیے رکھا وہ اس کا نہیں ہے بلکہ اس کے وارثوں کا ہے۔ (صحیح بخاری)

لوگوں میں محبوب بننے کا نسخہ

عن سهيل بن سعد قال جاء رجل فقال يارسول الله دلني على عمل إذا أنا عملته احبني الله واحبني الناس قال ازهد في الدنيا يحبك الله وازهد في ما عند الناس يحبك الناس، (رواه الترمذى وابن ماجه)

سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل بتلائیے کہ جب

میں اسکو کروں، اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاؤں، اور اللہ کے بندے بھی مجھ سے محبت کریں، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا کی محبّت دل سے نکالدو تو اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاؤ گے، (کیونکہ جب دل دنیا کی محبت سے فارغ ہوگا اللہ کی محبت اس میں پیدا ہوگی) اور جو مال ومنصب لوگوں کے پاس ہے اس سے اعراض کرلو (یعنی اس کی حرص اور طمع دل سے نکالدو) تو لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ (ترمذی وابن ماجہ)

حقیقت یہی ہے کہ جو بندہ دنیا کے مال ومنصب حاصل کرنے میں منہمک ہوکر اللہ کو بھلا دیتا ہے وہ اللہ کی نظر سے بھی گر جاتا ہے اور دنیا والوں کی نظروں سے بھی اور جو مال کی حرص وطمع چھوڑ دیتا ہے، گزارہ کے لائق رزق کا بندوبست کرکے آخرت کی فکر میں لگا رہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہونے کے علاوہ اللہ کے بندوں کا بھی محبوب ہوجاتا ہے بلکہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ دنیا کی ہر چیز اس سے محبت کرنے لگتی ہے۔

قولہ تعالیٰ: ﴿إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات سيجعل لهم الرحمن ودا.﴾

دنیا سے بے رغبتی کی ایک صورت تو یہ ہے کہ دنیا کے مال واسباب جمع کرنے کی زیادہ فکر میں نہ رہے بس گزارہ کے لائق ہو کہ کسی طرح زندگی گزر جائے، باقی اعمال صالحہ، ذکر، تلاوت، نوافل صدقات وخیرات کرتا رہے۔ اس سے بھی ایک اعلیٰ صورت ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کا جو مال وجائیداد عطاء فرمایا بلا محنت کے اعلیٰ کھانا، اعلیٰ رہائش اعلیٰ لباس، اعلیٰ سواری اختیار کرنے پر قادر ہے، لیکن اپنے اختیار اور خوشی سے عیش وعشرت کی زندگی چھوڑ کر معمولی درجہ کی زندگی گذارتا ہے۔ بقیہ مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ خیرات کردیتا ہے۔ کسی شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کو زاہد کہہ کر پکارا، انہوں نے فرمایا کہ زاہد تو عمر بن عبدالعزیز تھے کہ خلیفۂ وقت ہونے کی وجہ سے دنیا گویا ان کے قدموں میں تھی لیکن اس سے انہوں نے حصہ نہیں لیا۔

زاہدوں کی صحبت میں رہنے کا حکم

دنیا کی محبت دل سے نکل جائے تو پریشانیاں خود بخود ختم ہو جائیں گی اگر غور سے دیکھا جائے تو زیادہ تر پریشانیاں اسی سے ہوتی ہیں کہ لوگ اپنی ضروریات اپنے خیالات کے مطابق بڑھا لیتے ہیں، کہ رہائش ایسی ہو، لباس پوشاک ایسا کھانا پینا ویسا، پھر اسکی خاطر پریشان رہتے ہیں کہ دیکھو فلاں صاحب نے تو ایسا کرلیا ہم پیچھے رہ گئے، اب ہر وقت یہ سوچ کر پریشان اور ایسے شخص کی باتیں سننے والا پاس بیٹھنے والا بھی پریشان ہوتا ہے اس لیے دنیا جمع کرنے کی پریشانی سے بچنے کے لیے زاہد اور تارک الدنیا لوگوں کی صحبت میں بیٹھا جائے اس سے سکون ملے گا۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا رائتم العبد يعطى زهدا في الدنيا وقلة منطق فاقتربوا منه فإنه يلقى الحكمة. (رواه البيهقى فى شعب الإيمان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی بندہ کو اس حال میں دیکھو کہ اسکو زہد یعنی دنیا کی طرف سے بے رغبتی اور باتیں کم کرنے کی دولت ملی ہو، تو اسکے پاس اسکی صحبت میں بیٹھا کرو۔ کیونکہ جس بندے کا یہ حال ہوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکمت القا ہوتی ہے۔ (شعب الایمان)

قال تعالیٰ: ﴿ومن يؤت الحكمة فقد أوتي خيرا كثيرا﴾
ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جس کو حکمت عطا کی جائے اسکو خیر کثیر عطا کیا گیا۔

ایک جوان کا حال اور محبت دنیا کا علاج

محمد رافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں شام میں ایک شہر سے آ رہا تھا راستہ میں

ایک جوان کو دیکھا کہ ایک صوف کا جبہ پہنے ہوئے اور ہاتھ میں عصا ہے میں نے پوچھا کہاں کا ارادہ؟ جوان: میں نہیں جانتا۔

پھر پوچھا کہاں سے آ رہے ہو؟ جوان: خبر نہیں۔

اس کی ان باتوں سے میں یہ سمجھا کہ یہ پاگل ہے۔ پھر میں نے پوچھا تجھے کس نے پیدا کیا ہے؟ یہ سنتے ہی اس کا رنگ زرد ہو گیا جیسے کسی نے زعفران سے رنگ دیا ہو۔

جوان: مجھے ایسی ذات نے پیدا کیا ہے جس کی یہ شان ہے (یعنی یہ کہ اس نے مجھے زرد کر دیا)

میں نے کہا تو گھبرا نہیں میں کوئی اجنبی شخص نہیں بلکہ تمہارا ایک بھائی ہوں مجھ سے تنگ نہ ہو۔ کہنے لگا قسم ہے اللہ کی اگر مجھ کو لوگوں سے الگ رہنے کی اجازت مل جاوے تو کسی ایسے بلند پہاڑ پر کہ جس پر چڑھنا دشوار ہو چلا جاؤں یا کسی غار میں چھپ جاؤں، کہ دنیا اور اہل دنیا سے راحت مل جائے۔ میں نے کہا دنیا نے تمہارا کیا قصور کیا ہے، جو تم اس سے اس قدر ناراض ہو؟

جوان: ایک قصور تو اس نے یہی کیا کہ اس کے نقصان ہمیں نظر نہیں آتے۔

میں نے کہا اس نابینائی کا علاج بھی تمہارے پاس ہے؟

جوان: علاج تو ہے لیکن سخت مشکل ہے تم سے نہ ہو سکے گا کوئی سہل سی دوا کا استعمال کرلو، میں نے کہا کہ بہتر ہے کوئی لطیف دوا بتلا دیجئے۔

جوان: مرض بیان کرو۔

میں نے کہا مرض حب دنیا۔

جوان سن کر ہنسا، اور کہا اس سے زیادہ کوئی مرض نہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ تازہ تازہ زہر کے جام نوش کرو اور سخت سخت مصائب جھیلو۔

میں نے کہا اس کے بعد کیا کروں؟

جوان: اس کے بعد صبر کے تلخ گھونٹ پیو مگر اس میں جزع فزع مت کرو جس میں راحت نہ ہو اس کا شربت پیو۔

میں نے کہا پھر کیا کروں؟

جوان: اس کے بعد وحشت بلا انس اور فراق بلا اجتماع کا بوجھ اٹھا۔

میں نے کہا پھر کیا کروں؟

جوان: پھر اپنے محبوب سے تسلی اور صبر ہے۔ (نزہۃ البساتین)

فائدہ:

واقعی اللہ کے جن بندوں کو دنیا کی حقیقت سمجھ میں آ جاتی ہے وہ دنیا سے دل نہیں لگاتے بلکہ دنیا میں آخرت کی زندگی بنانے کی خاطر خوب محنت ومشقت برداشت کرتے ہیں، دنیا کے عیش وعشرت کی طرف زیادہ دھیان نہیں کرتے۔ رزقنا اللہ الصلاح والتقوی۔

احب الصالحين ولست منهم
لعل الله يرزقني صلاحا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فقر پسندی

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے:

"اللهم أحيني مسكينا وامتني مسكينا واحشرني في زمرة المساكين. (رواه الترمذي)

اے اللہ مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں دنیا سے اٹھانا

اور مسکینوں کے گروہ میں میرا حشر فرما۔ (جامع ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیشکش کی گئی تھی کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کے لیے مکہ کی وادی کو سونے سے بھر دیا جائے تو آپ نے عرض کیا کہ نہیں میرے پروردگار میں تو یہی چاہتا ہوں کہ ایک دن کھانے کو ملے تو دوسرے دن نہ ملے فاقہ ہو۔

تو یہ فقر پسندی آپ کا اختیاری وصف تھا اور یہی منصب رسالت کا تقاضا بھی ہے کیونکہ نبوت کا عظیم کام جو آپ علیہ السلام سے متعلق اسکے لئے یہ فقر و مسکنت کی زندگی ہی زیادہ مناسب اور بہتر تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر والوں کے حق میں دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

اللهم اجعل رزق ال محمد قوتا وفي روايةٍ كفافا. (رواه البخاری ومسلم)

اے اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلقین کی روزی بقدر کفاف ہو۔ (بخاری ومسلم)

یعنی پس اتنی روزی ہو کہ زندگی کا نظام چلتا رہے نہ اتنی تنگی ہو کہ فاقہ زدگی و پریشانی کی وجہ سے اپنا متعلقہ کام انجام نہ دیا جا سکے اور کسی اور کے سامنے ذلت سے سوال کا ہاتھ پھیلانا پڑے۔ اور نہ اتنی فراغت ہو کہ کل کے لئے بھی ذخیرہ رکھا جا سکے۔ احادیث و سیر کی شہادت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی اسی طرح گزری ہے۔

فکرِ آخرت کی برکت سے ہر غم سے نجات

عن أنس رضى الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال من

كانت نيته طلب الاخرة جعله الله غناه في قلبه وجمع له شمله واتته الدنيا وهي راغمه ومن كانت نيته طلب الدنيا جعله الله الفقر بين عينه وشتت عليه امره ولايأتيه منها إلا ما كتب له. (رواه الترمذى)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص کی نیت اور اس کا مقصد اصلی اپنی سعی اور عمل سے آخرت کی طلب ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غناء (قلبی اطمینان اور مخلوق کی طرف سے عدم احتیاج سے) بھر دیں گے۔ اور اسکے پراگندہ حال کو درست فرمادیں گے۔ اور دنیا اسکے پاس خود بخود ذلیل ہو کر آئے گی۔

اور جس شخص کی نیت اپنی سعی اور عمل سے دنیا طلب کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ پریشانی کے آثار اسکی پیشانی کے درمیان چہرے پر ظاہر فرمادیں گے اور اسکے حال کو پراگندہ کردیں گے۔ (جسکی وجہ سے دل پریشان اور غیر مطمئن رہے گا) اور دنیا بھی صرف اسی قدر ملے گی جو اسکی مقدر میں لکھی جاچکی ہوگی۔ (ترمذی)

دنیا قدموں میں

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا واقعہ بہت مشہور ہے کہ ایک مرتبہ سبق پڑھا رہے تھے تو ایک شخص اشرفیوں کا تھیلا (سونے کے سکے سے بھرا تھیلا) لیکر حاضر خدمت ہوا اور کہا کہ یہ آپ کے لیے ہدیہ لیکر آیا ہوں۔ تو حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا اے بھائی مجھے تو پانچ روپے تنخواہ ملتی ہے۔ اس میں سے چار اپنے اوپر خرچ کرتا ہوں ایک روپیہ خیرات کرتا ہوں۔ اب ایک روپیہ خیرات کرنے کے لیے مستحق تلاش کرنے میں کافی وقت خرچ ہوجاتا ہے۔ اب اگر آپ کی اشرفیوں کا تھیلا قبول کرلوں تو اسکو خیرات کرنے کے لیے کتنا وقت خرچ ہوگا؟ کتنی پریشانی اٹھانی پڑے گی اس لئے میں قبول کرنے سے معذور ہوں۔ ہدیہ لانے والا اصرار کرتا رہا ادھر سے مسلسل انکار۔ بالآخر کچھ دیر کے

بعد وہ شخص اپنا تھیلا لیکر واپس لوٹ گیا حضرت نے اپنا سبق جاری رکھا۔ وہ شخص جاتے ہوئے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی جوتی پر اشرفیاں ڈال گئے۔

سبق سے فراغت کے بعد دیکھا کہ جوتی کہیں غائب ہے تلاش کے باوجود نظر نہیں آئی۔ تو دروازہ کے پاس دیکھا کہ اشرفیاں پڑی ہوئی ہیں۔ چھڑی سے ادھر ادھر کیا تو دیکھا اشرفی جوتی میں ڈال گیا اس لئے جوتی اشرفیوں سے چھپ گئی تو حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے جوتی لیکر اس کو جھاڑ دیا اور طلباء کرام سے فرمایا بھائی آج وہ حدیث عملی طور پر سمجھ میں آ گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنی فکر اور کوشش کو آخرت کے لیے خاص کرلے اللہ تعالیٰ اسکی ضروریات پورا فرمائے گا اور دنیا اس کے پاس ناک رگڑتی ہوئی آئے گی۔ آج دیکھو کہ ہم نے اشرفی قبول کرنے سے انکار کیا لیکن پھر بھی وہ جوتی میں ڈال کر چلا گیا۔ اسکے بعد حضرت نے وہ اشرفیاں طلباء میں تقسیم کردیں اور کچھ دیگر ضرورت مند حاجت مندوں کو دیں اس جیسے واقعات اللہ تعالیٰ اس لیے ظاہر فرماتے ہیں تاکہ بعد میں آنے والوں کے لیے عبرت کا سامان ہو اور یہ یقین حاصل ہو کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا وہ حق اور سچ ہے۔

مالداری کے ساتھ تقویٰ کی دولت بھی ہو تو مالداری بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے

دولت مندی اور مالداری تقویٰ کے ساتھ ہو یعنی اللہ کا خوف اور آخرت کی فکر اور احکام شریعت کی پابندی نصیب ہو تو اس میں دین کے لیے کوئی خطرہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اگر توفیق دے تو اس صورت میں یہی مال و دولت دین کی اشاعت میں مددگار اور دینی ترقی کا سبب بن سکتی ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مناقب اور امتیازات میں

کافی حصہ ان کے اس مال ودولت کا ہی ہے جو انہوں نے اللہ کی راہ میں بے دریغ اور بے حساب خرچ کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی موقعوں پر ان کے حق میں بڑی بڑی بشارتیں سنائی تھیں۔ البتہ اس میں شک نہیں کہ دولت مندی کے ساتھ تقوٰی، خوف خدا، فکر آخرت اور اتباع شریعت کی توفیق کم ہی لوگوں کو ملتی ہے۔ ورنہ دولت کے نشہ میں اکثر لوگ بھٹک جاتے ہیں۔ اب اگر دولتمندی کے ساتھ تقوی کی دولت بھی مل جائے وہ بندہ مالدار ہوتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کا مقرب اور محبوب بن جاتا ہے۔

عن سعد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : إن اللہ یحب التقی الغنی الخفی. (رواہ مسلم)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اس متقی پرہیزگار، دولت مند بندہ سے محبت کرتا ہے جو (تقوٰی اور دولت مندی کے باوجود) لوگوں میں غیر معروف اور چھپا ہوا ہو۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لابأس بالغنی لمن اتقی اللہ عزوجل والصحة لمن التقی خیر من الغنی وطیب النفس من النعیم. (رواہ احمد)

کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے (اس کے احکام کی پابندی کرے) اس کے لئے مالداری میں کوئی مضائقہ اور کوئی حرج نہیں۔ اور صاحب تقوٰی کے لیے صحت مندی دولت مندی سے بھی بہتر ہے۔ اور خوش دلی بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہے۔

نیک مقاصد سے مال حاصل کرنا

دنیا کمانے میں مشغول ہو کر اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت کو بھلا دینا یقیناً نقصان دہ ہے۔ ایک مؤمن کی شان کے خلاف ہے۔ کیونکہ مؤمن کا اصل کام تو اللہ تعالیٰ کی عبادت

ہے اسی میں لگا رہنا چاہئے۔ عبادت صرف نماز روزے تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ پورے دین پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اب زندگی گزارنے کے لیے بہت سے مواقع میں مال کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ان مواقع میں ذاتی مال خرچ کرنا مفید ہے اور شرعا محمود ہے۔ لہٰذا اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض کی ادائیگی کے ساتھ اچھی نیت سے مال کمائے تو مال کے ذریعہ بھی اسکے درجات بلند ہونگے اور اگر کوئی بری نیت سے مال کمائے تو مال کی وجہ سے سخت گناہ گار ہونگے چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"من طلب الدنيا حلالا استعفا فاعن المسئلة وسعيا على أهله وتعطفا على جاره لقى الله يوم القيامة ووجهه مثل القمر ليلة البدر. ومن طلب الدنيا حلالا مكاثرا مفاخرا مدانيا لقى الله تعالىٰ وهو عليه غضبان. (رواه البيهقي في شعب الإيمان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حلال طریقہ سے مال کمائے اور مقاصد نیک ہوں:

(۱) اس کو دوسرے کے سامنے دست سوال نہ پھیلانا پڑے۔

(۲) اہل وعیال کی زندگی آسانی کے ساتھ گزرے۔

(۳) اپنے پڑوسیوں کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کر سکے۔ تو ایسا شخص قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے اس شان سے حاضر ہوگا کہ اسکا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکدار ہوگا۔

اور جو شخص حلال ذریعہ سے دولت کمائے لیکن اس کے مقاصد یہ ہیں:

(۱) بہت بڑا مالدار ہو جائے۔

(۲) اس دولت مندی کی وجہ سے دوسروں کے مقابلہ میں اپنی شان اونچی دکھا سکے۔

(۳) لوگوں کی نظروں میں بڑا بننے کے لیے سخاوت کر سکے۔ تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس حال میں حاضر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا۔ (شعب الایمان للبیہقی)

تو معلوم ہوا کہ صحیح نیت سے مال کمائے، صحیح جگہ خرچ کرے تو مال فی نفسہ مذموم نہیں وہ لوگوں کے حالات اور نیت اور ارادے کے اعتبار سے مذموم ہو جاتا ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن جامی رحمہ اللہ کا واقعہ

یہ واقعہ کتابوں میں بھی مذکور ہے، اور اساتذہ کرام سے زبانی بھی سنا کہ

علامہ عبدالرحمٰن جامی رحمہ اللہ بہت بڑے بزرگ اللہ والے گزرے ہیں نیکی تقوی اور فکر آخرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کو مال بھی خوب عطا فرمایا تھا۔ ان کی بزرگی کی شہرت سن کر ایک شخص ان کی زیارت کے لیے ہرات پہنچا۔ لوگوں سے ان کے گھر کا پتہ پوچھا لوگوں نے بتایا فلاں مسجد میں جائیں، مسجد کے دروازے کے ساتھ جو سنگ مرمر کا راستہ بنا ہوا یہ ان کے دروازے تک پہنچتا ہے۔ یہ صاحب تو ایک اللہ والے کی زیارت کے لیے آیا تھا، اتنے دور کا سفر طے کر کے یہاں تک پہنچا تھا چونکہ ان کے خیال میں مالداری اور بزرگی دو الگ الگ چیزیں دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں، اب انہوں نے سنگ مرمر کا راستہ جو دیکھا تو ان کو سخت تعجب ہوا کہ یہ تو دنیا دار ہے یہ بزرگ کیسے ہو سکتا ہے؟ ان سے ملاقات کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اللہ والے سے ملاقات کا مقصد اللہ تعالیٰ کی محبت اور اطاعت کا جذبہ حاصل کرنا ہے۔ نیز دنیا سے بے رغبتی حاصل ہو۔ چنانچہ ملاقات کے لیے جامی رحمہ اللہ کے گھر جانے کے بجائے شعر کا ایک مصرعہ کہہ کر مسجد ہی میں سو گئے۔ مصرعہ یہ تھا۔ آنکہ ولی است کہ دنیا دوست دارد۔

لیکن اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ علامہ عبدالرحمٰن جامی رحمہ اللہ انہیں خواب میں

نظر آیا اور خواب ہی میں ان کے شعر کا جواب دیا۔ اور دوسرا مصرعہ بنا کر پہلے مصرعہ سے جوڑ دیا کہ اگر دارد برائے دوست دارد۔

یعنی یہ دنیا کی دولت نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضاء حاصل کرنے کے لیے ہے۔ بس یہ خواب دیکھنا تھا وہ شخص گھبرا کر بیدار ہوا اور جامی رحمہ اللہ کے گھر پر پہنچ گیا، اور پورا واقعہ سنایا، تو عبدالرحمٰن جامی رحمہ اللہ نے بتایا کہ دنیا ہر ایک کے لیے نقصان دہ نہیں بلکہ ایسے شخص کے لیے نقصان دہ ہے جو دنیا کمانے میں اس قدر منہمک ہو کہ حلال وحرام کی تمیز ہی نہ رہے۔ نیز فرائض واجبات اور دیگر حقوق کی ادائیگی میں کمی کوتاہی کرے۔ مال کی محبت میں مبتلا ہو کر اللہ کی یاد سے غافل ہو جائے۔ نماز روزے دیگر احکام کی بجا آوری میں سستی کوتاہی کرے یا بالکل چھوڑ دے لہٰذا مال اگر اللہ والوں کے پاس ہو تو اللہ کی رضا ہی میں خرچ کرتے ہیں۔ اس سے بھی آخرت ہی کماتے ہیں۔

ان کہ ولی است کہ دنیا دوست دارد
اگر دارد برائے دوست دارد

اللہ والوں نے اس کو مثال سے سمجھایا

اب زیر کشتی پشتی است
اب در کشتی ہلاک کشتی است

یعنی دریا میں پانی جب تک کشتی کے نیچے ہو کشتی کے چلنے کے لیے مددگار ہے، اور جب پانی کشتی کے اندر آ جائے یہ کشتی کی ہلاکت کا سبب ہے یہی مثال دولت کی ہے جب تک آدمی اس کو دل میں جگہ نہیں دیتا تو دولت نقصان نہیں دیتی بلکہ دین میں مددگار ہے۔ اور جب اسکی محبت میں مبتلاء ہو کر آدمی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے اب یہ نقصان دہ ہے اور مہلک ہے۔ اس لئے خوب اعتدال سے کام لینا چاہئے۔ افراط تفریط

بے اعتدالی نقصان دیتی ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو راہ اعتدال صراط مستقیم پر چلائے۔ مال کمانے اور خرچ کرنے میں بھی اعتدال پر قائم رکھے۔ آمین۔

معاش کی خاطر دارالحرب میں سکونت

اگر کسی مسلمان کو اپنے ملک میں حلال روزی اس قدر مل رہا ہو جو اسکے گزارہ کے لیے کافی ہو یعنی اس قدر معاشی وسائل اسکو حاصل ہیں جس کے ذریعہ وہ اپنے شہر کے متوسط طبقہ کے معیار کے مطابق زندگی گزار سکتا ہو اسکے واسطے صرف معیار زندگی بلند کرنے یا مال زیادہ حاصل کرنے کی غرض سے بیرون ملک جانا ایک ناپسندیدہ بات ہے۔ خصوصا ایسے لوگوں کے لیے جن کو اپنے دین کے کمزور ہونے کا اندیشہ ہو، نیز بیوی بچوں کو بھی باہر لیجا کر ان کے دین وایمان کو خطرہ میں ڈالنا یا بری سوسائٹی میں پڑ کر دین کو کمزور کر لینا انتہائی حماقت ہے۔ اپنے ملک میں ہی حلال جائز ذریعہ آمدن اختیار کرے اگرچہ اسکی مقدار کم ہو۔

عن سمرة بن جندب، امابعد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من جامع المشركين وسكن معه فانه مثله (سنن ابی داؤد ص ۲/۲۹)

وفي معالم التنزيل ۲/۲۳۵ ان الله قدفرق بين دارالاسلام والكفر فلايجوزلمسلم من أن يساكن الكفار في بلادهم الى قوله وفيه دلالةعلى كراهة دخول المسلم دارالحرب للتجارة والمقام فيها اكثرمن مدة اربعة أيام.

حلال وحرام کے مسائل سیکھنا نہایت ضروری ہے

مال کمانے میں حلال وحرام کی تمیز کا لحاظ کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس کے لئے

حلال وحرام کے مسائل سیکھنا بھی ضروری ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان:

"طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم"

کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے کہ آدمی زندگی کے جس کام میں مشغول ہورہا ہے اسکے متعلق شرعی مسائل سیکھنا اسکے ذمہ لازم ہے یعنی جو شخص کسی بھی صنعت اور حرفت لین دین بیع وشراء کے ذریعہ مال کمانا چاہتا ہو تو اس معاملہ کے متعلق حلال وحرام کے مسائل سیکھنا فرض ہے۔ اس لیے کہ ایک ہی معاملہ یعنی خرید وفروخت شریعت کے بیان کردہ شرائط کی رعایت کرنے سے جائز ہوتا ہے اور آمدنی حلال ہوتی ہے وہی معاملہ شرعی شرائط کی رعایت نہ کرنے سے فاسد ہوجاتا ہے، آمدن حرام یا مشتبہ ہوجاتی ہے لہٰذا لین دین کا معاملہ کرنے سے پہلے کسی مستند عالم دین کے سامنے معاملہ کے تمام پہلو رکھ کر شرعی حکم معلوم کرنا ضروری ہے۔ اگر معاملہ حلال ہو تو کرلیا جائے ورنہ چھوڑ کر حلال طریقہ سے کیا جائے اس سلسلہ میں اکابر علماء کی چند تحریرات پیش خدمت ہیں:

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی تحریر:

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "جواہر الفقہ" کے مجموعہ میں ایک رسالہ "ناجائز معاملات پر ایک تصنیفی خاکہ" کی تمہید لکھی ہے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس سے تو یہ واضح ہوگیا کہ اسلامی قانون پر تنگی اور سختی کا الزام سراسر بہتان اور غلط ہے۔ جو کچھ تنگی ودشواری ہے وہ محض عام مسلمانوں کی آزادی سے ہے کہ ان کے نزدیک حلال وحرام میں کوئی فرق نہیں، ایک معاملہ جو ذرا سے تغیر کے ساتھ حلال ہوسکتا تھا، اس کو اپنی بے فکری سے حرام طریق پر کیا جاتا ہے لیکن یہ اشکال ابھی تک باقی رہ جاتا ہے کہ تنگی خواہ مسلمانوں کی بے فکری سے ہو مگر حلال روزی حاصل کرنے کے لیے دشواریاں تو بہرحال پیدا ہوگئی ہیں وہ ایسی صورت میں کیا کرے۔ جواب اس کا اول تو یہ ہے کہ انسان دنیا کی

چندروزہ راحت کی خاطر یا بعض انسانوں کو راضی کرنے کے لیے ہزاروں قسم کی مشقتیں اور مصائب جھیلتا ہے۔ اگر آخرت کی دائمی حیات اور غیر فانی نعمتوں کے لئے اور اپنے مالک کو راضی کرنے کے لیے بھی اگر کچھ مشقت اٹھائے تو کوئی بڑی بات نہیں، بالخصوص جب کہ مشقت اٹھا کر حلال روزی حاصل کرنے کی صورت میں اس کا اجروثواب بھی بہت بڑھ جائے گا۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں اس کا وعدہ ہے۔ دوسرے حق تعالیٰ کا یہ بھی وعدہ ہے کہ جو شخص اس کی رضا جوئی کی فکر میں لگتا ہے وہ اس کے لئے مشکلات میں بھی آسانیاں پیدا فرما دیتے ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا.﴾

یعنی جو لوگ ہمارے راستہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے ضرور دکھائیں گے اور اس کا مشاہدہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ اس زمانہ میں جس قدر معاملات باطلہ اور فاسدہ پیش آتے ہیں یا جو مجبوریاں ملازمتوں میں پیش آتی ہیں ان کو لکھ کر علماء سے سوال کیا جائے کہ ان میں گناہ اور حرام سے بچنے کی کوئی شرعی تدبیر بتلائی جائے تو یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ سارے معاملات فاسدہ میں جواز کی صورتیں نکل آویں گی لیکن بامید قوی یہ کہہ سکتا ہوں کہ اکثر معاملات فاسدہ میں بہت معمولی اور آسان تغیر کردینے سے جواز کی صورتیں پیدا ہو جائیں گی، ۔ اور جو کام وہ حرام کرتے ہیں حلال کرسکیں گے، لیکن کسی کو حلال کی فکر نہ ہو تو اس کا کیا علاج۔ (جواہر الفقہ ۲/۳۶۲)

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ کی تحریر:

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

میں اپنی کتاب ''اکابر علماء دیوبند'' میں لکھوا چکا ہوں کہ میری عمر جب بارہ برس کی تھی اور اپنے والد صاحب کے ساتھ گنگوہ سے سہارنپور منتقل ہوا تو میرے والد صاحب

کا معمول یہ تھا کہ اوقات مدرسہ میں تو مدرسہ میں رہتے اور اس کے علاوہ خالی اوقات میں سونے اور کھانے کے اوقات گھر گزارتے اور ان دونوں وقتوں کے علاوہ جو وقت بچتا مدرسہ کے قریب موچیوں کی مسجد میں گزارتے۔ ایک مرتبہ میرے والد صاحب عصر کے بعد موچیوں کی مسجد میں کنویں کے قریب تشریف فرما تھے اور دو تین ولایتی طالب علم کنویں پر کھڑے ہوئے دمادم کنویں سے ڈول کھینچ کر والد صاحب پر ڈال رہے تھے۔ ایک ختم نہیں ہوتا تھا کہ دوسرا شروع ہو جاتا، مولوی امداد کے والد حافظ مقبول مرحوم بھی میرے والد صاحب کے معتقدین میں تھے اور وہ بھی اکثر عصر کے بعد وہاں چلے جایا کرتے تھے، وہ کہنے لگے حضرت جی! یہ اسراف نہیں؟

میرے والد صاحب نے فرمایا کہ تمہارے لئے اسراف ہے، میرے لئے نہیں، انہوں نے کہا یہ کیا بات ہے؟ والد صاحب نے فرمایا تو جاہل اور میں مولوی، حافظ جی نے کہا کہ یہ تو وہی بات ہوگئی جو لوگ کہیں کہ یہ مولوی اپنے واسطے ہر چیز کو جائز کرلیں میرے والد صاحب نے کہا کہ مولوی تو اس فقرہ پر خواہ مخواہ شرمندہ ہوں، وہی کام تم اگر کرو تو ناواقفیت کی وجہ سے گناہ ہوگا۔ اور مولوی اس کام کو جائز کر کے کرے گا۔ انہوں نے وجہ پوچھی تو میرے ابا جان نے فرمایا کہ عربی پڑھو۔

بہتر گھنٹے میں مولوی بننا:

میرے والد صاحب کا عام مقولہ تھا کہ یہ مشغول لوگ بالخصوص وکلاء یا انگریزی اسکولوں کے ماسٹر مجھے بہتر گھنٹے دیدیں تو میں انہیں مولوی بنادوں اور یہ تفریحی فقرہ نہیں تھا بلکہ ان کے نصاب پڑھے ہوئے کئی وکلاء اس زمانہ سے بھی کم وقت میں اچھے خاصے مولوی ہوگئے۔ وہ بہتر گھنٹے مسلسل نہیں مانگتے تھے بلکہ ہر اتوار کو دو گھنٹے مانگتے تھے اور ان دو گھنٹوں میں اتنا کام ان کے سپرد کر دیتے تھے کہ اگلے اتوار تک اس کو یاد کر کے اور مشق کر کے لاؤ۔ اس زمانہ کے مشہور وکیل مولوی شہاب الدین اور مولوی منفعت علی صاحب

جو بعد میں مسلم لیگ سہارنپور کے صدر ہوئے، اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مجاز صحبت بھی ہو گئے تھے، اسی طرح کے پڑھے ہوئے تھے۔

اور مولوی شبیر علی صاحب کا جو خط میں نے اکمال الشیم کے مقدمہ میں نقل کیا ہے اس میں بھی اس طرز تعلیم کا ذکر کیا ہے۔ حافظ مقبول صاحب اصرار کرتے رہے اور میرے والد صاحب اس پر اصرار کرتے رہے کہ عربی پڑھو مولوی ہو جاؤ گے اس وقت تو یہ اسراف والا واقعہ میری بھی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

ردی کھجور کو عمدہ کھجور کے عوض بیچنا:

مگر جب مشکوٰۃ شریف پڑھی اور باب الربوا میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث پڑھی جس میں ذکر کیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں برنی کھجوریں لائے جو بہت عمدہ تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کہاں سے لائے؟ انہوں نے عرض کیا میرے پاس گھٹیا کھجوریں تھیں اس میں سے دو صاع (ایک پیمانہ) کے بدلہ میں یہ ایک صاع بڑھیا خرید لی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہائے ہائے یہ تو عین سود ہو گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کبھی نہ بیچو۔ اگر ایسا کرنا چاہو تو ردی کھجوروں کو فروخت کرو اور ان داموں سے عمدہ کھجوریں خرید لو۔

اس وقت مجھے موچیوں کے ڈول یاد آ گئے کہ مولوی اور جاہل میں یہ فرق ہے کہ دو صاع ردی تمر کے بدلے میں ایک صاع عمدہ کھجوریں خریدنی یقیناً عین ربوا ہے۔ لیکن جو ترکیب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی کہ ان ردی کھجوروں کو مثلاً ایک روپیہ میں بیچ دو اور اسی ایک روپیہ سے عمدہ کھجوریں ان سے آدھی خرید لو، بات تو ایک ہی رہی کہ اگر جاہل آدمی دو صاع گھٹیا کھجور کے بدلہ میں ایک صاع عمدہ خریدے گا تو عین ربوا

ہوگا۔ اور مولوی گھٹیا دوصاع کھجوروں کوایک روپیہ میں بیچ کر اس ایک روپیہ کی عمدہ کھجوریں ایک صاع خرید لے تو یہ ربوا نہیں رہا، دیکھنے میں تو بات ایک ہی رہی کہ دو صاع گھٹیا کھجوروں کے بدلہ میں ایک صاع عمدہ مل گئی۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ترکیب بتلادی اس سے ذرا سے تغیر سے ربوا ہونے سے نکل گئی۔

سود سے بچنے کا ایک حیلہ:

ہمارے مدرسہ کے مہتمم اول حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب نوراللہ تعالیٰ مرقدہ کا معمول یہ تھا کہ مدرسہ کے چندہ میں جو زیورات آتے ان کو کسی دوسرے کے ہاتھ نہیں فروخت کراتے تھے بلکہ خود بہ نفس نفیس گھر آتے جاتے وقت فروخت کیا کرتے تھے، اور ہیرا نام کا ایک بہت بڑا صرّاف تھا اسی سے معاملہ ہمیشہ کیا کرتے تھے، اور وہ بھی مہتمم صاحب کا اتنا معتقد ہوگیا تھا کہ بہت رعایت مہتمم صاحب کی کیا کرتے تھے جب طلائی زیور فروخت کرتے تو اول اس صرّاف سے چاندی کے روپے قرض لیا کرتے اور اس سے خرید وفروخت کرکے پھر اس کے روپے واپس کرکے چلے آتے وہ بہت غور سے دیکھتا کہ یہ کیا ہورہا ہے اور جب چاندی کے زیور کی خرید وفروخت ہوتی تو اس سے پہلے اشرفیاں قرض لیتے اور اس سے معاملہ کرنے کے بعد پھر واپس کردیتے، وہ پوچھتا مولانا صاحب! اس ہیر پھیر میں کیا فائدہ ہوا؟ بات ایک ہی رہی تو مہتمم صاحب اس کو سمجھایا کرتے کہ ہمارے مذہب میں چاندی سونے کی فروخت میں خاص طریقہ ہے، اور اسے سمجھاتے وہ صراف بھی بیع صرف کے مسئلہ میں اتنا ماہر ہوگیا تھا کہ عام لوگوں کو تو پہلے ہی مسئلہ بتادیا کرتا تھا، مگر جب مولوی قسم کا کوئی آدمی اس کے یہاں پہنچتا اول تو وہ صراف عام طریقہ سے بیچتا، اور جب وہ مولانا صاحب اٹھتے تو وہ صراف کہتا مولانا صاحب ذرا تشریف رکھئے یہ جس طرح خریدا ہے یہ آپ کے مذہب میں ناجائز

ہے۔ اکثر مولوی تو یہ لفظ سن کر چکراتے اور بعض جوشیلے اس سے کہتے کہ ہمارے مذہب سے ہم واقف ہیں یا تو بہت بوڑا تھا وہ کہتا مولوی صاحب پہلے تشریف رکھئے خفا نہ ہوئیے۔ میری بات سنیئے پھر اسے سمجھاتا کہ آپ کے مذہب میں اس طرح جائز ہے تو وہ بھی سوچ میں پڑ جاتے اور شرماجاتے اس لئے کہ اصل مسئلہ میں وہ مولانا صاحب جاہل ہوتے تھے اور وہ مشرک مسئلہ کا واقف ہوتا تھا۔

منتہی کے اعتبار سے بات تو ایک ہی رہتی لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کھجوروں کی طرح سے ذرا سے تغیر سے وہ ناجائز معاملہ جائز بن جاتا۔ الخ

اس کی مثالیں مطولات میں بہت کثرت سے لکھی گئی ہیں۔

ہر معاملہ میں حلال وحرام کی تفتیش ضروری ہے

ان سب کا لکھنا تو بہت طویل ہے مختصر یہ ہے کہ تجارت ہو یا زراعت یا اجارہ ہر چیز میں حلال وحرام کی تفتیس بہت ضروری ہے۔ عوام کے دیکھنے کی چیز تو نہیں مگر اہل علم اور عربی دان لوگوں کے لیے دیکھنا بہت ضروری ہے۔ کتاب الکبائر علامہ ذہبی رحمہ اللہ کی ''الزواجر عن اقتراف الکبائر ابن حجر مکی'' اور ''احیاء العلوم'' غزالی کی کتاب الحلال والحرام والا حصہ علامہ ذہبی نے کتاب الکبائر میں لکھا ہے کہ:

''اٹھائیسواں کبیرہ گناہ حرام کا کھانا اور استعمال کرنا کسی بھی طریقہ سے ہو۔

امام ذہبی نے اول آیت شریف ﴿ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ نقل کی ہے اور اس کا مطلب لکھا ہے کہ کوئی کسی کا مال باطل کے ذریعے سے نہ کھائے پھر لکھا ہے کہ باطل طریقہ سے کھانے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ظلم کے طریقہ پر ہو مثلاً غصب، خیانت اور چوری کے ذریعہ حاصل کرے، دوسرے یہ کہ مذاق کے طور پر لے لے جیسے جوئے میں اور دوسرے کھیل کے مواقع پر لے لیتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کے مال میں ناحق طریقہ سے گھسے چلے جاتے ہیں سو ان کے لئے قیامت کے دن دوزخ ہے۔

حرام خور کی دعاء قبول نہیں ہوتی:

اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کا ذکر فرمایا جس کا سفر لمبا ہو بال بکھرے ہوئے ہوں جسم غبار آلود ہو وہ آسمان کی طرف ہاتھ پھیلا کر یارب یارب کہہ کر دعائیں کر رہا ہو اور حال یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے۔ پینا حرام ہے اور حرام ہی سے پلا ہو، سو ان حالات میں اس کی دعا کہاں قبول ہو سکتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوات بنا دے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس! اپنی کمائی حلال رکھو، تمہارے دعا قبول ہوگی، کیونکہ جو کوئی شخص حرام کا کوئی لقمہ منہ میں لیتا ہے تو چالیس دن تک اس کی کوئی دعا قبول نہیں ہوتی اور امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اخلاق تقسیم کر دیئے ہیں جیسا کہ ارزاق بانٹ دیئے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کو دنیا دیتا ہے جس سے محبت فرماتا ہے اور اس کو بھی جس سے محبت نہیں فرماتے اور جسکو دین دیا اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا محبوب بنالیا اور جو کوئی بندہ مال حرام کمائے گا پھر اس میں سے خرچ کرے گا تو اس میں برکت نہ ہوگی اور اس میں صدقہ کرے گا تو قبول نہ ہوگا۔ اور اپنے پیچھے چھوڑ کر جائے گا تو یہ مال دوزخ میں لے جانے کے لئے اس کا توشہ ہوگا، بیشک اللہ تعالیٰ برائی کو برائی کے ذریعہ نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو نیکی کے ذریعہ مٹاتا ہے۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشادفرمایا کہ دنیا میٹھی اور سرسبز ہے جس نے اس میں سے حلال طریقہ پر کمایا اور اسے حق کے راستوں میں خرچ کیا، اللہ تعالیٰ اسے ثواب دے گا اور جنت عطا فرمائے گا اور جس نے اس دنیا میں حلال کے سوا دوسرے طریقہ پر مال کمایا اور اسے ناحق طریقوں میں خرچ کیا اللہ تعالیٰ اسے ذلت کے گھر یعنی دوزخ میں داخل کرے گا بہت سے لوگ ایسے ہیں جو خواہش نفس کے مطابق حرام مال میں گھس جاتے ہیں ان کے لیے قیامت کے دن دوزخ ہے اور ایک حدیث میں یوں ہے کہ جو شخص یہ پروانہیں کرتا کہ اسے دوزخ کے کس دروازہ سے داخل کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے منہ میں مٹی بھرلے یہ اس سے بہتر ہے کہ اپنے منہ میں حرام مال ڈالے۔

حضرت یوسف بن اسباط کا ارشاد ہے کہ کوئی جوان آدمی جب عبادت گزار بن جاتا ہے تو شیطان اپنے مددگاروں سے کہتا ہے کہ دیکھو اس کی خوراک کہاں سے ہے؟ سو اگر اس کا کھانا پینا ناجائز طریقہ سے ہو تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ چھوڑ دو اسے اپنے نفس کو عبادت میں تھکاتا رہے اور بے کار محنت کرتا رہے، تمہیں اس کے بارے میں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں، اس کی یہ عبادت حرام مال کا استعمال کرتے ہوئے نفع نہ دے گی۔

اس مضمون کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو ابھی گزری کہ کھانا، پینا لباس حرام ہو تو دعا قبول نہیں ہوتی۔

اور ایک حدیث میں یوں ہے کہ ایک فرشتہ بیت المقدس پر روزانہ رات کو اور دن کو یہ آواز لگاتا ہے کہ جس شخص نے حرام کھایا اللہ تعالیٰ اس کا فرض، نفل، کچھ قبول نہیں فرمائے گا۔

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا ارشاد:

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ شبہ کی وجہ سے میں ایک درہم واپس کر دوں، یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ ایک لاکھ اور ایک سو درہم صدقہ کروں۔

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص حرام مال سے حج کرے اور جب وہ لبیک کہے تو اسے جواب میں فرشتہ کہتا ہے کہ نہ تیرا لبیک معتبر ہے نہ سعدیک، تیرا حج تیرے ہی اوپر لوٹا دیا گیا۔

اور امام احمد نے اپنی مسند میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد نقل کیا ہے کہ جو کوئی دس درہم کا کپڑا خریدے اور ایک درہم بھی اس میں حرام ہو تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر ہے اس کی کوئی نماز قبول نہیں۔

اور وہب بن ورد نے فرمایا کہ اگر تم ستون کی طرح سے کھڑے رہو (یعنی نماز میں) تو یہ تمہیں کچھ نفع نہیں دے گا جب تک تم یہ نہ تحقیق کر لو کہ تمہارے پیٹ میں کیا جا رہا ہے۔ حلال یا حرام

حرام خور کی نماز قبول نہیں:

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جس کے پیٹ میں حرام کھانا داخل ہو گیا ہو جب تک وہ اس سے توبہ نہ کر لے۔

اور سفیان ثوری نے فرمایا کہ حرام مال نیک کام میں خرچ کرے۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنا ناپاک کپڑا پیشاب سے پاک کرے حالانکہ ناپاک کپڑے کو صرف پانی ہی پاک کر سکتا ہے اسی طرح گناہ کو بھی حلال ہی مٹا سکتا ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم حلال کے دس حصوں میں سے نو حصے

اس خوف سے چھوڑ دیتے تھے کہ کہیں حرام مین نہ پڑ جائیں۔

اور کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ۔ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جسم جنت میں داخل نہ ہو سکے گا جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو۔

حرام خوروں کی اقسام:

علماء نے کہا ہے کہ اس باب میں (حرام کھانے مین)

(۱)...... ٹیکس لینے والا

(۲)...... خیانت کرنے والا

(۳)...... چور

(٤)...... ڈاکو

(۵)...... سود لینے والا

(٦)...... کسی کی چیز مانگنے پر لے کر انکار کر دینے والا

(۷)...... رشوت لینے والا ناپ تول میں کمی کرنے والا

(۸)...... عیب دار چیز کے عیب چھپا کر بیچنے والا

(۹)...... جوا کھیلنے والا

(۱۰)...... جادوگر

(۱۱)...... نجومی

(۱۲)...... تصویریں بنانے والا

(۱۳)...... زانیہ عورت

(۱٤)...... اجرت پر رونے والی عورت

(۱۵)...... وہ دلال جو بائع کی اجازت کے بغیر اپنی اجرت لے اور خریدنے والے کو زائد دام بتائے

(۱۶)...... اور آزاد شخص کو بیچ کر کھانے والا، یہ سب حرام کھانے والوں کی فہرست میں شامل ہیں۔

تہامہ پہاڑ جیسے اعمال کا معدوم ہونا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کچھ ایسے لوگ لائے جائیں گے جن کے ساتھ تہامہ پہاڑ کی طرح سے نیکیاں ہوں گی مگر جب ان کو پیش کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ان سب کو ہباءً منثورا (کالعدم) کر دیں گے پھر ان سب کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیسے ہوگا؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ نمازیں پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے، زکوٰۃ ادا کرتے تھے، حج بھی کرتے تھے مگر ان سب کے باوجود جب کوئی ذرا حرام مال سامنے آیا اس کو بے دریغ لیتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے سارے اعمال کالعدم کر دیئے۔ (ماخوذ از فضائل تجارت)

حضرت مفتی رشید احمد رحمہ اللہ کی تقریر کا اقتباس:

میرے پیر و مرشد حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ نے ایک تقریر میں فرمایا:

رنج کا خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہوگئیں

اس زمانے میں عوام سے لے کر خواص اور علماء تک ہر طرف سے یہ آواز سنائی دی جارہی ہے کہ ''ضرورت پوری نہیں ہوتی'' اس لئے آج یہ بتانا چاہتا ہوں کہ نظر شرع وعقل سلیم میں ''ضرورت'' کسے کہتے ہیں؟ میرا یہ خطاب اگرچہ عام ہے لیکن خصوصیت سے علماء وطلبا کو تلقین کرنا مقصود ہے، اس لئے کہ عوام کی اصلاح وفلاح علماء کی صلاحیت

پر موقوف ہے، اس سلسلے میں اکابر علماء واہل توکل کے کچھ قصے بتانا چاہتا ہوں تا کہ پتہ چلے کہ وہ ''ضرورت'' کسے سمجھتے تھے اورانہوں نے اپنی زندگیاں کیسے گزاریں؟ وہ فقروفاقہ میں بھی خودکو بڑے غنی سمجھتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿وارض بما قسم الله لک تکن اغنی الناس﴾ (ترمذی)

''اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے جوکچھ مقدر فرمایا ہے اسی پر راضی رہوتو سب لوگوں سے زیادہ غنی بن جاؤ گے۔''

معلوم ہوا کہ غنا وفقر کا مدار دولت پر نہیں بلکہ قناعت وتوکل پر ہے، دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ یومیہ پانچ روپے بھی ان کی ضرورت سے زیادہ ہیں جبکہ بعض کی ضرورت پانچ لاکھ یومیہ میں بھی پوری نہیں ہوتی حضرت سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے عارف گزرے ہیں، آپ نے فرمایا:

دہ درویشے در گلیمے می گنجند ودو پادشاہ دراقلیمے نمی گنجند

''دس درویش ایک کمبل میں سما سکتے ہیں مگر دو بادشاہ پورے ملک میں نہیں سما سکتے۔''

درویش سے پوچھیں تو کہے گا کہ یہ کمبل بہت بڑا ہے دس اور بھی آ جائیں تو بھی اس میں سما جائیں گے اور بادشاہ سے پوچھیں تو وہ کہے گا کہ یہ ملک تو بہت ہی چھوٹا ہے ایسی ہزاروں دنیا اور بھی پیدا ہو جائیں تو وہ بھی میرے لئے کم ہیں، معلوم ہوا کہ اصل بات لوگوں کی ہوس اور قناعت کی ہے۔ کسی میں ہوس ہوتو ہزاروں دنیا بھی اس کے لئے کم ہیں اور کسی میں قناعت ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد:

﴿وارض بما قسم الله لک تکن اغنی الناس﴾ (ترمذی)

کے مطابق وہ خودکو پوری دنیا سے زیادہ مالدار سمجھے گا بات تو اپنے اپنے ظرف کی ہے کہ کسے ضرورت سمجھتے ہیں کسے نہیں۔

ضرورت کی تفصیل

لوگ کہتے ہیں کہ ضرورتیں پوری نہیں ہو رہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے کھانے اور پہننے کی ضرورت کی تفصیل خود بتادی اور ضرورت کی معتبر تفصیل بھی وہی ہے اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ ضرورت کسے کہتے ہیں چنانچہ کفارہ میں مسکین کے کھانے اور پہننے کی ضرورت اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کہ کھانا دو وقت کا اور لباس بقدر ستر کافی ہے۔ کھانے میں اگر گیہوں کی روٹی دی جائے تو سالن کی ضرورت نہیں، گیہوں کی روٹی بغیر سالن کے حلق میں اترنی چاہیے اگر نہیں اتر رہی تو اس گلے کا آپریشن کروایا جائے۔

ملا غوث کا کھانا

ملا غوث امارات اسلامیہ افغانستان کے سابق وزیر خارجہ اور مجاہدین کے بہت بڑے کمانڈر رہیں۔ ان کی ایک ٹانگ اور ایک آنکھ شہید ہونے کے علاوہ دوسری آنکھ بھی کمزور ہوگئی ہے۔ ایک شخص نے بتایا کہ ملا غوث نے اپنے ساتھی سے کہا کہ مجھے کھانے کی گولی نکال کردو، اس نے گولی نکال کردی، انہوں نے گولی کھانے کے بعد پاس رکھی ہوئی روٹی اٹھائی تو دیکھا کہ اس پر چیونٹیاں چڑھی ہوئی تھیں، انہوں نے اس ہاتھ سے جھاڑا اور بغیر سالن کے کھانا شروع کردیا۔ اگر کسی کے حلق میں گیہوں کی روٹی بغیر سالن کے نہ اترے تو وہ محاذ پر چلے لگائے جب بغیر سالن کے روٹی حلق سے اترنے لگے تو واپس آئے اس سے پہلے واپس آنا جائز نہیں۔

یہ بات تو بتادی گیہوں کی روٹی سے متعلق اگر جو کی روٹی دی جائے تو اس کے ساتھ سالن بھی ہونا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سرکہ بہترین سالن ہے۔'' (مسلم)

اس سے ثابت ہوا کہ جو کی روٹی کے ساتھ سرکہ مل جائے تو یہ بہت ہی اونچا معیار ہے۔

لباس کا معیار اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر کسی مرد کو کفارہ میں لباس دیں تو ناف سے لے کر گھٹنوں تک اور اگر کسی عورت کو دیں تو اتنا کافی ہے کہ ایک اتنی بڑی چادر ہو جو اوپر سے نیچے تک پہنچ جائے الغرض کھانے اور پہننے میں یہ ہے ضرورت جسے اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرما دیا ہے۔

ضرورت سے زائد درجات:

ضرورت سے اوپر کا درجہ ہے "حاجت" اور حاجت سے اوپر "آسائش" پھر "آرائش"۔

حاجت کا مطلب یہ ہے کہ اگر چہ اس چیز کی ضرورت تو نہیں مگر اس کے ملنے سے کام آسانی سے ہونے لگتے ہیں، زندگی آسان ہو جاتی ہے۔

آسائش کا مطلب یہ ہے کہ راحت بھی حاصل ہو جائے۔

آرائش سے مراد زیب و زینت ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسائش و آرائش کی بھی اجازت دی ہے چنانچہ فرمایا:

﴿قل من حرم زينة الله التي أخرج لعباده والطيبت من الرزق قل هي للذين امنوا في الحيوة الدنيا خالصة يوم القيامة﴾ (۷.۳۲)

اللہ تعالیٰ نے دراصل تو زینت مومنین کے لئے پیدا فرمائی ہے لیکن دنیا میں کافروں کو بھی شریک کر دیا اور آخرت میں خالصۃ مومنین کے لئے ہوگی۔

الغرض ضرورت سے اوپر کے درجات اختیار کرنا بھی درست ہے لیکن اگر اتنا لباس اور اتنی خوراک مل رہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ضرورت قرار دیا ہے تو اس کے بعد یہ کہنا کہ ضرورت پوری نہیں ہو رہی اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہے۔ اللہ تعالیٰ تو فرما رہے ہیں کہ اس کی ضرورت پوری ہو گئی ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ پوری نہیں ہو رہی تو اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو غلط قرار دے رہا ہے۔

زندگی کا معیا کیسا رکھنا چاہئے؟

ضرورت پوری ہو جانے کے بعد اپنی زندگی کا معیار کیسا رکھے اس کا قانون یہ ہے کہ اپنے مصارف کو آمدن کے تحت رکھے اس لئے کہ آمدن تو غیر اختیاری ہے اور مصارف پر ضابطہ رکھنا اپنے اختیار میں ہے ایسا نہ ہو کہ آمدن ہے نہیں اور خرچ زیادہ کرنے لگے پھر کسی سے بھیک مانگنا پڑے یا قرض لینا پڑے لہٰذا جتنی آمدن ہو اپنے مصارف کو اس کے نیچے رکھے، زندگی کا معیار اونچا کرنے کے لئے آمدن کی ہوس بڑھا کر کوئی ناجائز طریقہ اختیار نہ کرے، اس قانون کا حاصل یہ ہے کہ انسان اپنی آمدن ٹھیک ٹھک شریعت کے قواعد کے مطابق رکھے اور اپنے مصارف کو اس آمدن کے تحت رکھے آمدن کو شریعت کے قواعد کے مطابق رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ محرمات ومشتبہات سے بچنے کے علاوہ اپنے اور دین کے وقار کو بھی قائم رکھا جائے۔

اوقات کو تقسیم کرلیا جائے ، کچھ افضل العبادات جہاد کے لئے ، کچھ دوسرے کاموں کے لیے اور کچھ بیوی بچوں کی دیکھ بھال اور ان کی تعلیم وتربیت کے لئے یوں ان سب تقاضوں کو پورا کرتے رہئے آسانی سے جائز ذرائع سے جتنی آمد ہو سکتی ہو اتنا کمائے پھر اصول کے مطابق اپنے مصارف کو اس کمائی کے تحت رکھے۔

خدمات دینیہ چھوڑ کر دوسرے کام کرنا

بعض لوگوں کو یہ رٹ لگاتے ہوئے سنا جاتا ہے کہ دین بھی چاہئے دنیا بھی، یہ ایک پرفریب نعرہ ہے جس کی رو میں دنیا داروں کے علاوہ بہت سے دیندار لوگ بھی بہتے چلے جا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دین کا علم عطا فرمایا ہے اور دین کی خدمت تدریس، افتاء، تصنیف تالیف وعظ ونصیحت کی شکل میں انجام دینے کا بھی موقع میسر ہے یا پیدا کرنے پر قادر ہے۔ لیکن دینی کام میں مراعات کم ہے، آمدن کے لحاظ سے گزارے

میں تنگی ہے۔ کہیں دوسری جگہ پر کشش مراعات والی نوکری مل گئی تو دینی کام کو چھوڑ کر اس طرف دوڑتے ہیں پھر اس کام پر دین کا لیبل بھی لگا ہوا تب تو بس نعرہ ہی لگا دیتا ہے۔ فزت ورب الکعبہ۔

اب تو ہمیں کوئی نہیں کہہ سکتا ہے کہ دین کا کام چھوڑ کر دنیا کی طرف چلا گیا بلکہ دین کا ایک کام چھوڑا دوسرا اختیار کیا یہ نفس کا دھوکہ ہے مثلاً تدریس امامت خطابت وغیرہ چھوڑ کر سرکاری اسکول، کالج میں نوکری کر لی، یا کسی مالی ادارہ سے منسلک ہو گئے جیسے جدید دور میں۔ اسلامی ہونے کا لیبل لگے ہوئے مالیاتی ادارے ہیں۔ ان میں نوکری کر لی جن میں نوکری مشکوک ہونا تو یقینی ہے ناجائز ہونا راجح ہے۔ اس طرح بہت سے لوگ اپنی اولاد کو دینی خدمات سے چھوڑا کر تجارت اور دیگر دنیوی مشغولیات میں لگا لیتے ہیں اور کہتے کہ کہیں ایسا نہ ہو مستقبل میں یہ دوسروں کا دست نگر ہو دنیوی اعتبار سے ہماری اولاد کی معیار زندگی دوسروں سے کم نہ ہو، لیکن یہ سوچ سطحی ذہنیت کی سوچ ہے، علم دین اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے، اور ایک امانت ہے۔

اس امانت کو آگے اللہ کے بندوں تک پہنچانا یہ ہر عالم کی ایک دینی ذمہ داری ہے اور علماء کے عزیز واقارب کے ذمہ بھی لازم ہے کہ اپنی کمائی ان علماء پر خرچ کریں تاکہ ان کے لیے خدمت آسان ہو، علماء کو دنیا کی طرف کھینچنا اور دینی خدمات سے نکال کر دنیوی کاموں میں لگانا یہ ظلم ہے۔ ایسے کرنے والے اس طرح کے مشورہ دینے والوں کا قیامت کے دن سخت محاسبہ ہوگا۔

آزمائش اور صبر

حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ جو کوئی خدمت دین میں لگتا ہے تجربہ یہ ہے کہ ان پر ضرور آزمائش آتی ہے۔ دنیوی اعتبار سے

معاش کی تنگی لیکن اللہ تعالیٰ کی خاطر اس تنگی کو سہ جائے اور صبر وتحمل سے کام لے۔ قناعت وشکر کے ساتھ زندگی بسر کرے، اور اس امتحان میں کامیابی حاصل کرے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا میں بھی فتوحات کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ دنیا کی تنگی دور فرما دیتے ہیں۔

إذا اشتدت بک البلوی ففکر فی الم نشرح

فعسر بین یسرین إذا فکرته فافرح.

اس لئے اصل مدار خدمات دینیہ کو بنایا جائے جہاں معتدبہ مقدار میں خدمات دینیہ انجام پارہی ہوا گرچہ معاش کے لحاظ سے کچھ تنگی ہے اس دنیوی تنگی کی خاطر خدمات دینیہ کو چھوڑنا درست نہیں اہل اللہ نے کتنی بڑی بڑی نوکریاں ٹھکرادیں تاریخی اوراق میں اس کے سینکڑوں واقعات ہیں۔ یہاں چند واقعات نقل کیے جاتے ہیں تا کہ ان سے سبق حاصل کیا جاسکے۔

حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ

علمی خدمات کے معاوضہ سے مستغنی رہنے کی غرض سے آپ نے طب کے درسی نصاب کی بھی باضابطہ تکمیل (دارالعلوم دیوبند میں) فرمائی اس فن میں آپ کے رفیق درس جناب حکیم محفوظ الحق صاحب رحمہ اللہ مشہور حاذق طبیب ہوئے اور ضلع سہارنپور اوراطراف میں ان کو نہایت کامیاب اور بے نظیر طبیب سمجھا جاتا ہے۔

حضرت مفتی صاحب اور حکیم صاحب موصوف نے ایک ساتھ ہی فن طب سے فراغت حاصل فرمائی تھی نفیسی استاذ العلماء حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری صدر مدرس دارالعلوم دیوبند اور شرح اسباب مولانا حکیم محمد حسن صاحب برادر شیخ الہند سے پڑھی۔

لیکن حضرت فرمایا کرتے تھے کہ میرا یہ شوق باوجود پوری کوشش کے پورا نہ ہوسکا کہ علم دین کی خدمت کسی معاوضہ کے بغیر انجام دوں۔ اس لئے کہ جب تدریس افتاء اور تصنیف وتبلیغ کا کام شروع کیا تو معلوم ہوا کہ ان علمی مشاغل کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا کام نہیں کیا جاسکتا یہ علمی مصروفیات اس قدر ہمہ گیر تھیں کہ کسی اور کام کے لئے وقت نکالنا ممکن نہ رہا۔ یہی بات امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے وسیع تجربے کی بناء پر کہی تھی کہ العلم لا یعطیك بعضه حتی تعطیه کلك۔ یعنی علم تمہیں اپنا ذرا حصہ بھی اس وقت تک نہیں دے سکتا، جب تک تم اپنا سب کچھ علم کو نہ دے دو۔

آخر مجبور ہوکر ان تمام فنون کو جو ذریعہ معاش کے طور پر حاصل کئے تھے ترک کرنا پڑا اور یکسوئی کے ساتھ تدریس، افتاء، تصنیف وتالیف اور تبلیغی خدمات میں ہمہ تن منہمک ہوگئے حالانکہ دارالعلوم دیوبند میں مالی وسائل کی کمی کے باعث اس وقت اساتذہ کرام کی تنخواہیں نہایت قلیل تھیں قارئین یہ جان کر حیرت میں رہ جائیں گے کہ ابتداء دارالعلوم میں آپ کو صرف پانچ روپے ماہوار وظیفہ ملتا تھا آپ نے اسی پر قناعت فرمائی پھر رفتہ رفتہ تنخواہ میں نہایت تدریج سے اضافہ ہوتا رہا یہاں تک کہ جب ۲۶ سال کی جلیل القدر خدمات کے باوجود دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہوئے تو اس وقت بھی آپ کا مشاہرہ صرف ۶۵ روپے ماہوار تھا۔ حالانکہ اس درمیان میں دوسرے مدارس سے بڑی تنخواہوں پہ بلانے کی مسلسل سعی ہوتی رہی مدرسہ عالیہ کلکتہ سے سات سو روپیہ تنخواہ کی پیش کش بار بار کی گئی مگر چونکہ پیش نظر تنخواہ کبھی نہ تھی اس لئے دیوبند کی قلیل پر قناعت کرکے کسی دوسری جگہ جانا پسند نہ کیا۔ (ماخوذ از امداد المفتین)

بغیر تنخواہ کے مدرس

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا کہ میرا توکئی

سال سے یہ معمول ہے کہ اہل مدارس کو مشورہ دیتا ہوں کہ بغیر تنخواہ کے مدرس نہ رکھا جائے اور اپنا ذاتی تجربہ اپنے مدرسہ کا یہ ہے کہ ابتداء میں میں نے مظاہر علوم میں معین المدرسی کا درجہ شروع کیا تھا جس کو ایک دو سبق مدرسہ کے اور بقیہ اوقات میں اپنا کوئی تجارتی کام کرنے کا مشورہ دیتا تھا۔ مگر ایک ہی سال بعد ان کی توجہ پڑھائی کی طرف کم ہوگئی اور تجارتی کام میں لگ گئے اور شدہ شدہ دینی کام چھوٹ گیا، اور بے تنخواہ مدرس جس بے توجہی سے کام کرتے ہیں تنخواہ دار نہیں کرتا۔ اور اسلاف کے متعلق جو مشہور ہے کہ وہ تعلیمی کام کے ساتھ ساتھ کچھ تجارت وغیرہ بھی کرتے تھے ان پر ہمیں اپنے آپ کو قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ ان کا توکل اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ بقدر ضرورت دنیا میں مشغول ہونا ان کو دینی کام سے ہٹا کر دنیا میں منہمک نہیں کر دیتا تھا بلکہ وہ تجارت کو دینی تعلیم کا تابع رکھتے تھے، اور محض رزق کفاف کے لیے تجارت کرتے تھے، لیکن اس زمانہ کا حال یہ ہے کہ اگر دینی تعلیم وتدریس کے ساتھ تجارت وغیرہ کمائی کے ذرائع بھی شروع کر دیئے جائیں تو اپنی دینی کمزوری اور توکل کی کمی کی وجہ سے ساری توجہ دنیا کی طرف ہو جاتی ہے۔ اور تعلیم وتدریس سے طبیعت بالکل علیحدہ ہو جاتی ہے۔ اس تجربۂ تلخ کی وجہ سے میں نے ہمیشہ مدارس میں صنعت وحرفت کو داخل کرنے سے اختلاف کیا ہے کہ جو کچھ دل یا بے دلی سے یہ طلبہ ومدرسین تعلیمی کام کر رہے ہیں صنعت وحرفت کے آجانے کے بعد بالکل ہی ہاتھ سے جاتے رہیں گے۔ اس لیے مولانا روم فرماتے ہیں۔

کار پاکان را قیاس از خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

جب تک آدمی ان حضرات کے برابر زہد وتوکل حاصل نہ کر لے محض اوپر سے دیکھ کر ان کے کاموں کو اختیار نہ کرے۔ ہاں جب اس مرتبہ تک پہنچ جائے اور اپنے اوپر اتنا اعتماد ہو جائے کہ دونوں کاموں کو نباہ کر سکے تو یقیناً بہتر ہے۔ اسی واسطے ہمارے

اکابر کا یہی دستور رہا ہے۔ حضرت گنگوہی نے ابتداء میں سہارنپور میں دس روپے تنخواہ پر بچوں کو پڑھانے پر اور تصحیح کتب پر تنخواہ لی اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا قصہ مشہور ہے۔ ابتداء میں کانپور میں ملازمت کی اور بعد میں حضرت گنگوہی سے خط وکتابت سے مشورہ کیا کہ میں ملازمت چھوڑنا چاہتا ہوں حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے تین مرتبہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کو خطوط لکھے اور حضرت گنگوہی نے تینوں دفعہ ملازمت چھوڑنے کی ممانعت کی، اور چوتھی دفعہ حضرت تھانوی نے ملازمت چھوڑ کر تھانہ بھون آکر خط لکھا کہ حضرت میں ملازمت چھوڑ کر آ گیا تو حضرت گنگوہی نے بہت اظہار مسرت کیا اور بہت دعائیں دیں اور تحریر فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ روزی سے پریشان نہیں ہونگے۔ میرے والد صاحب چونکہ حضرت گنگوہی کے خطوط لکھا کرتے تھے، حضرت سے عرض کیا کہ تین دفعہ انہوں نے اجازت مانگی اور آپ نے منع کر دیا اور اب ملازمت چھوڑنے پر دعائیں دیں، تو حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ مشورہ وہ کیا کرتا ہے جس کے دل میں ڈگڈگا ہو۔ اور جب پختہ ہو جائے تو مشورہ نہیں کرتا۔ (ماخوذ از فضائل تجارت)

صدقات خیرات کے برکات

آدمی جو دولت کمائے یا کسی اور حلال ذریعہ سے اسکے پاس مال آئے اس میں سے اپنی ذات اور اہل وعیال پر خرچ کرے۔ اور اپنی زندگی کی ضرورت کے بقدر اپنے پاس رکھے، باقی اللہ کی راہ میں اللہ کے بندوں پر خرچ کرتا رہے۔ عزیز واقارب اور پڑوس واہل محلہ میں سے جو ضرورت مند ہیں۔ ان پر بھی خرچ کرے اور دیگر دینی ضروریات میں بھی حسب توفیق خرچ کرتا رہے۔ سارا مال اپنی تجوری میں بھر کر رکھنا یہ کوئی عقلمندی نہیں شرعاً اور عقلاً یہ مذموم ہیں۔

عن أبی امامة رضی اللّٰہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یاابن ادم أن تبدل الخیر خیر لک وأن تمسکه شرلک ولا تلام علی کفا فوابدء بمن تعول؛(رواه مسلم)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ اے آدم کے فرزند جواللہ کی دی ہوئی دولت اپنی ضرورت سے فاضل ہو اسکواللہ کی راہ میں خرچ کردینا تمہارے لئے بہتر ہے اسکا روکنا تمہارے لئے براہے۔ اور ہاں گزارے کے بقدر رکھنے پر کوئی ملامت نہیں۔اور سب سے پہلے ان پر خرچ کرو جن کی تم پر ذمہ داری ہے(صحیح مسلم)

صدقہ خیرات سے بظاہر تو مال میں کمی نظر آتی ہے لیکن حقیقت میں کمی نہیں ہوتی اس پر آخرت کے اجروثواب کے علاوہ دنیا میں بھی مالی برکات حاصل ہوتی ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ:

یابلال انفق ولاتخش من ذی العرش اقلالا.(رواه البیهقی)

اے بلال جو مال اپنے ہاتھ میں آئے اس کو اپنی ضرویات اور متعلقین کی ضروریات میں خرچ کرتے رہواور عرش عظیم کے مالک سے قلت کا خوف نہ کرو۔یعنی اللہ کی ذات پر یقین ہو کہ جس طرح آج دینے پر قادر ہے اور اپنی قدرت سے تمہیں عطاء فرمایا ہے کل بھی قادر رہے گا۔اسکے خزانہ میں کوئی کمی نہیں ہے۔لہٰذا ضروریات میں خرچ کرنے پر فقر کا اندیشہ مت کرو۔نیز راہ خدا میں زکوٰۃ صدقات،قربانی دیگر مواقع میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں فراخدلی سے کام لوایک روایت میں

انفقی ولاتحصی فیحصی اللہ (متفق علیه)

حضرت اسماء کو خطاب کر کے فرمایا: اللہ کی ذات پر اعتماد کر کے خرچ کرتی رہو اور گنومت۔ ورنہ اللہ تعالیٰ بھی گن کر دے گا۔ (یعنی اللہ کی راہ میں بے حساب خرچ کرو اللہ تعالیٰ بے حساب دے گا۔

اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والا خسارہ میں ہے

عن أبي ذر قال انتهيت إلى النبي صلى الله عليه وسلم وهو جالس في ظل الكعبة فلما رانى قال هم الاخسرون ورب الكعبة فقلت فداك ابى وامى من هم قال هم الأكثرون. امو الا إلا من قال هكذا وهكذا من بين يديه ومن خلفه وعن يمينه وعن شماله وقليل ماهم. (رواه البخاري ومسلم)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت کعبہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ علیہ السلام نے جب مجھے دیکھا تو فرمایا رب کعبہ کی قسم وہ لوگ بڑے خسارے میں ہیں۔ میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان! کون لوگ ہیں جو بڑے خسارے میں ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا وہ لوگ جو بڑے دولت منداور سرمایہ دار ہیں۔ ان میں سے وہی لوگ خسارے سے محفوظ ہیں جو اپنے آگے پیچھے اور دائیں بائیں (ہر طرف خیر کے مصارف میں) اپنی دولت فراخدلی کے ساتھ خرچ کرتے ہیں۔ مگر دولت مندوں اور سرمایہ داروں میں ایسے بندے بہت کم ہیں۔ (بخاری ومسلم)

تو معلوم ہوا کہ سرمایہ داری، دولت مندی اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کڑی آزمائش بھی ہے۔ اور صرف وہی بندے اس آزمائش میں کامیاب

ہوسکتے ہیں جو اس دولت سے دل نہ لگائیں اور پوری کشادہ دلی کے ساتھ دولت کو خیر کے مصارف میں خرچ کریں۔ جو ایسا نہ کرے وہ انجام کار بڑے خسارے میں ہیں۔

کمزور اور ضعیف لوگوں کی برکت سے روزی ملنا

گھر میں اور معاشرہ میں بعض لوگ کمزور ہوتے ہیں مثلاً بوڑھے والدین، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ اور چھوٹے معصوم بچے اسی طرح بیمار، اپاہج، نابینا افراد، جو کمانے کے قابل نہیں ہوتے دوسری طرف صحت مند قوت بازو کے حامل افراد جو کمائی کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ بظاہر وہی کما کر خود بھی کھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی کھلاتے ہیں لیکن روزی ملنے کا دارومدار صرف عمل کرنے پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم کا شامل ہونا ضروری ہے،، یہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم مدد ونصرت وہ معاشرہ کے کمزور افراد کی دعا، توجہ اور ان پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم اور مہربانی کا نتیجہ ہوتا ہے اس لئے کمانے والوں کو اپنی قوت بازو پر نظر کر کے ان کمزور افراد کو حقیر سمجھنا یا ان کے ساتھ توہین آمیز رویہ اپنانا جائز نہیں بلکہ یہی سمجھنا چاہئے انہی کی برکت سے اللہ تعالیٰ مجھے روزی دے رہا ہے۔

عن مصعب بن سعد قال رای سعدان له فضل علی من دونه فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم هل تنصرون وترزقون إلا بضعفائكم. (رواه البخاری)

مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد سعد کو کچھ خیال تھا کہ ان کو (دوسرے کمزور مسلمانوں کے مقابلہ میں) فضیلت اور برتری حاصل ہے۔ بس رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کے اس خیال اور حال کی اصلاح کے لیے) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو تم لوگوں کی مدد ہوتی ہے اور تم کو جو نعمتیں ملتی ہیں وہ تم میں جو بے چارے کمزور اور خستہ حال ہیں ان کی برکت اور ان کی دعاؤں سے ملتی ہیں۔ (بخاری)

اسی حدیث کی نسائی کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ اس طرح ہیں:

إنما ينصر الله هذه الامة بضعيفهم بدعوتهم وصلاتهم وإخلاصهم

کہ اس امت کی مدد ان کے کمزور لوگوں کی دعا نمازیں اور اخلاص کی برکت سے ہوتی ہیں۔

اپنے سے کم درجہ لوگوں کو دیکھ کر صبر وشکر کا سبق

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إذا نظر أحدكم إلى من فضل عليه في المال والخلق. فلينظر إلى من هوأسفل منه. (رواه البخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایسے شخص کو دیکھے جو مال ودولت اور شکل وصورت میں، اس سے بڑا ہوا ہو (اور اس کی وجہ سے اس کے دل میں حرص وطمع اور شکایت پیدا ہو) تو اس کو چاہئے کہ کسی ایسے بندے کو دیکھے جو ان چیزوں میں اس سے بھی کمتر ہو۔ (تاکہ حرص وطمع کے بجائے صبر وشکر پیدا ہو۔)

یہی راہ اعتدال ہے کہ اپنے سے اعلیٰ حالت والے کو دیکھ کر رال ٹپکانے کے بجائے صبر کرتا رہے اور اجر حاصل کرے اور اپنے سے کمزور حالت والے کو دیکھ کر عجب وکبر میں مبتلا نہ ہو بلکہ اپنی عمدہ حالت پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے۔

ایک مالدار کا انجام

ہمارے استاذ محترم مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدھم نے واقعہ سنایا کہ کسی یورپی ملک میں ایک شخص بڑا مالدار تھا اس نے اپنے مال کی حفاظت کی خاطر گھر کے تہ خانہ میں ایک ایسا کمرہ بنوایا جو بہت ہی مضبوط تھا، اور اس کا لاک اندر ہی سے کھلتا تھا باہر سے کھولنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔

اب اس نے اپنا قیمتی سرمایہ اس میں جمع کرنا شروع کیا جب خزانہ کافی بھر چکا، تو ایک دن غالباً شمار کی غرض سے اندر گیا اتفاق سے چابی باہر چھوڑ گیا، اور دروازہ کو اندر سے تالہ لگا دیا، اب اس نے دروازہ کھولنے کی بارہا کوشش کی، لیکن نہ کھول سکا اور باہر والوں نے بھی اپنی کوششیں جاری رکھیں، لیکن وہ باہر سے کھلتا ہی نہ تھا،

اس کشمکش کے دوران اس صاحب کا انتقال ہی ہو گیا بعد میں دروازہ توڑ کر دیکھا گیا تو وہ شخص سونے چاندی ہیرے جواہرات کے بیچ میں مرا ہوا پایا گیا۔ یعنی قیمتی مال و دولت کو سینے سے چپکایا ہوا تھا اور موت کے منہ میں چلا گیا۔

فائدہ:

یہ ہے مال کی حقیقت انسان دنیا کے مال واسباب سے اتنا ہی فائدہ حاصل کر سکتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکے لئے مقدر ہے، اتنا ہی کھا سکتا ہے، جو رزق اسکے لیے لکھ دیا گیا ہے اس سے زیادہ ہرگز نہیں کھا سکتا دنیا میں بہت سے لوگ مال جمع کر کے رکھتے ہیں، اور خوب جمع کرتے ہیں، لیکن مال کے حقوق ادا نہیں کرتے، نہ اسکی زکوٰۃ نکالتے ہیں، نہ ہی اپنے عزیز واقارب کی خبر گیری کرتے ہیں، نہ غربا، ومساکین کا خیال کرتے ہیں۔

یعنی جمع کر کے گن گن کر رکھتے ہیں، وہ مال اس کے حق میں انتہائی مضر ہوتا ہے قرآن کریم نے فرمایا۔

﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ﴾

خرابی ہے ہر طعنہ دینے والے عیب چننے والے کی، جس نے سمیٹا مال اور گن گن کر رکھا اور خیال کرتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے ساتھ رہے گا۔ (سورۃ ھمزۃ)

اب مال تو کسی کا ساتھ دیتا نہیں، اس آیت کے تحت تفسیر عثمانی میں ہے یہ خیال بالکل غلط ہے کہ مال کسی کے پاس رہیگا، مال تو قبر تک بھی ساتھ نہ جائے گا آگے تو کیا کام آتا سب دولت یونہی پڑی رہ جائے گی اس بد بخت کو اٹھا کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا، فرعون قارون، شداد، ابولہب نے بھی بڑا مال جمع کیا تھا، لیکن مال ان کے کسی کام نہ آیا، صرف وہی مال کام کا ہے، جس سے صدقہ خیرات کر کے، غریب غرباء کی مدد کر کے، اسیطرح دیگر اچھے کاموں میں خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کی رضاء حاصل کی جائے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عمل عطا فرمائے آمین۔

اچھے اور برے کی تمیز زبان نبوت سے

ہر شخص اپنے خیالات اور سوچ کو اچھا سمجھتا ہے پھر اس کے مطابق زندگی گزارتا ہے، خصوصًا دنیا جمع کرنے میں مگن رہتا ہے اسی طرح ہر شخص کو دنیا کی زندگی محبوب ہوتی ہے کہ وہ طویل عرصہ تک زندہ رہنے کا خواہشمند ہوتا ہے۔ لیکن کس کی زندگی اچھی اور کس کی بری؟ اس کا مدار اپنی سوچ پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوبیت اور قبولیت پر ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

عن أبي بكرة ان رجلا قال يارسول الله صلى الله عليه وسلم أي الناس خيرا، قال من طال عمره وحسن عمله قال أي الناس شرا؟ قال من طال عمره، وساء عمله. (رواه أحمد)

ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ لوگوں میں (کامیاب) بہتر شخص کون ہے؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جسکی عمر لمبی ہو اور اس کو نیک اعمال کی توفیق ملے پھر اسی سائل نے دوبارہ عرض کیا کہ لوگوں میں زیادہ برا (یعنی آخرت کے لحاظ سے خسارہ نقصان اٹھانے والا) کون ہے؟ ارشاد فرمایا کہ جسکی عمر لمبی ہو اور اعمال واخلاق برے ہوں۔ (یعنی اس کو اعمال صالحہ کی توفیق نہ ملے)

اس لیے ہر وقت اپنے اعمال اور اخلاق کی نگرانی کرتے رہنا چاہئے۔ اور اپنی آخرت کی فکر کرتے رہنا اور دوسروں کو فکر دلاتے رہنا چاہئے۔

محض کسی کی دنیا یعنی مال ودولت جمع کرنے کو دیکھ کر اس کی تعریف نہ کرے نہ ہی کسی کی خستہ حالی اور غربت کو دیکھ کر اسکو طعنہ دے کہ دیکھو یہ ہر قسم کی خیر سے محروم ہے۔ بلکہ یہ دیکھے آخرت کمانے کے لحاظ سے کون زیادہ محنت کرنے والا ہے وہی قابل تعریف ہے۔ اسی کی طرف مائل ہوکر اپنے اخلاق اور اعمال صالحہ کو آگے بڑھانے کی کوشش کرتا رہے۔ مثلاً فرائض کی توفیق ہے تو سنتیں بھی پڑھے اور سنتوں کی توفیق ہے تو نوافل کا اہتمام کرے پہلے سے جتنے صدقہ خیرات کی توفیق ہے اسکو بڑھائے۔ اسی طرح ترقی پر ترقی کی کوشش کرے۔ جہاں تک روزی کا تعلق ہے وہ تو وہی ملے گا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہے کیونکہ انسان کی پیدائش سے پہلے ہی اس کے رزق کی مقدار، زندگی کی مدت، اور موت کی جگہ وقت وغیرہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسکی تقدیر میں لکھا جاتا ہے پھر اسی وقت مقررہ پر دنیا میں آتا ہے اور زندگی گزار کر دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔

لیکن انسان کو بتلایا نہیں جاتا، انسان اپنے دنیوی کاموں میں مشغول رہتا ہے اچانک موت کا مقررہ وقت آجاتا ہے، اس کو پل بھر کے لیے مہلت نہیں ملتی کہ کچھ تیاری کرلے۔

اس لیے یہ حقیقت ہر انسان کو ہر وقت سامنے رکھنا چاہیے کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں۔

حضرت مفتی رشید احمد رحمہ اللہ نے ایک وعظ میں فرمایا کہ:

جب یہ حقیقت ہے تو سوچیے اور مسلسل سوچتے رہیے کہ اگر ابھی اسی وقت موت کی گھڑی آگئی تو کیا ہوگا؟ اس لیے کہ موت جب بھی آئے گی ایسے ہی آئے گی، پہلے سے بتایا نہیں جائے گا۔ اس لئے یہ سوچ کر کہ موت جب آئے گی میرا کیا ہوگا اپنے اعمال کی اصلاح کیجیے۔

رنگا لے ری چند یا گندھا لے ری سی
نہ جانے بلالے ری پیا کس گھڑی
تو کیا کیا کرے گی گھڑی کی گھڑی
تو رہ جائے گی ری کھڑی کی کھڑی

سوچنے کی بات ہے اگر پہلے سے کوئی تیاری نہیں کر رکھی تو عین وقت پر کیا کرسکو گے۔ حاصل ان اشعار کا یہ ہے کہ پہلے سے تیاری نہیں کی اور وقت آگیا تو عین وقت پر کچھ نہ کرسکو گے بس کھڑے حسرت سے منہ تکتے رہو گے اس لئے انسان کو پہلے سے تیار رہنا چاہئے۔ دنیا جمع کرنے کی ہوس وحرص میں مبتلاء ہوکر آخرت وموت کی تیاری سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے

خوب ملک روس اور کیا سرزمین طوس ہے
گر میسر ہو تو کیا عشرت سے کیجئے زندگی
اس طرف آواز طبل ادھر صدائے کوس ہے
صبح تا شام چلتا ہوے گل گوں کا دور
شب ہوئی توماہرویوں سے کنارہ بوس ہے
سنتے ہی عبرت یہ بولی ایک تماشا میں تجھے
چل دکھاؤں تو جو قید آز کا محبوس ہے

''آز'' حرص کو کہتے ہیں حرص وہوس میں لگ کر آج مسلمان اپنی آخرت کو برباد کررہا ہے اپنے مالک کو ناراض کررہا ہے۔

دنیا میں انسان آرزوؤں کے سہارے جی رہا ہے کہ یہ ہوجائے، وہ ہوجائے یا یہ کہ ابھی تو مجھے یہ کرنا ہے اور وہ کرنا ہے، ان جھوٹی تمناؤں کا انجام دیکھنا ہے تو ذرا قبرستان چلے جاؤ ساری حسرتیں، تمنائیں اور آرزوئیں خاک میں ملی ہوئی ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ عبرت پکڑ کر مجھے قبرستان لے گئی۔

لے گئی یکبارگی گور غریباں کی طرف
جس جگہ جان تمنا سو طرح مایوس ہے
مرقدیں دوتین دکھلاکر لگی کہنے مجھے
یہ سکندر ہے، یہ دارا ہے، یہ کیکاؤس ہے

سکندر، دارا، کیکاؤس یہ سب کے سب مشہور بادشاہ گزرے ہیں، بڑے بڑے نامور اور مشہور بادشاہوں کی قبریں دکھا کر کہنے لگی کہ یہ سکندر ہے یہ دارا ہے

اور یہ کیکاؤس ہے۔

پوچھ تو ان سے کہ جاہ وحشمت دنیا سے آج
کچھ بھی ان کے پاس غیر از حسرت و افسوس ہے

جب دنیا اس قدر فانی ہے، تو اس سے دل لگا کر آخرت کو برباد کرنا کوئی عقل میں آنے والی بات نہیں ہے۔ لوگ اس فانی زندگی کی لذت حاصل کرنے اور عیش وعشرت کی خاطر کمائی اور کھانے میں حلال وحرام کی تمیز چھوڑ کر غفلت کی زندگی گزارتے ہیں، نیز طرح طرح کی غفلتوں اور مستیوں میں مشغول رہتے ہیں نمازوں میں سستی دیگر دینی دنیوی معاملات میں خلاف شرع امور کی انجام دہی وغیرہ میں مشغول ہوکر قرآن وحدیث میں بیان کردہ واضح احکامات کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ سطور بالا میں اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ حرام اور مشتبہ امور سے اجتناب کیا جائے۔ حلال ذریعہ آمدن اختیار کیا جائے حلال روزی کم ہی سہی اس پر قناعت سے کام لیا جائے۔ اس طرح صرف ضرورت کے موقع پر اور حلال جائز مصارف میں ہی خرچ کیا جائے اسراف اور فضول خرچی سے اجتناب کیا جائے۔ حرص وطمع بہت زیادہ مال جمع کرنے کی ہوس کو ترک کیا جائے اللہ تعالیٰ توفیق عمل عطا فرمائے۔

وصلی اللہ اللھم علی خیر خلقه محمد و اله و اصحابه اجمعین

راقم الحروف

العبد احسان اللہ شائق عفا اللہ عنہ

خادم افتاء وتدریس جامعۃ الرشید احسن آباد کراچی

۱۴۳۰/۵/۶ھ

عمل کرنے کی باتیں

۱۔ ضرورت کے موافق علم حاصل کرے خواہ کتاب پڑھ کر یا علماء سے پوچھ پاچھ کر۔

۲۔ سب گناہوں سے بچے۔

۳۔ اگر کوئی گناہ ہو جائے فوراً توبہ کرے یہ خیال نہ کرے کہ بعد میں توبہ کرلونگا کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔

۴۔ کسی کا حق نہ رکھے کسی کو زبان یا ہاتھ سے تکلیف نہ دے کسی کی برائی نہ کرے۔

۵۔ مال کی محبت اور نام کی خواہش نہ رکھے نہ بہت اچھے کپڑے پہننے کی فکر میں رہے۔

۶۔ اگر کسی خطا پر کوئی ٹوکے اپنی بات نہ بنائے بلکہ فوراً اقرار اور توبہ کرے۔

۷۔ بدون سخت ضرورت کے سفر نہ کرے کیونکہ سفر میں بہت سی باتیں بے احتیاطی کی ہو جاتی ہیں۔

۸۔ بہت سے نیک کام چھوٹ جاتے ہیں نیکیوں میں خلل پڑ جاتا ہے وقت پر کوئی کام نہیں ہو پاتا۔ بلکہ نمازیں قضا ہو جاتی ہیں ذکر واذکار کے معمول میں خلل آجاتا ہے۔

۹۔ نہ بہت ہنسے نہ بہت بولے خاص کر نامحرم سے بے تکلفی کی باتیں نہ کرے۔ کیونکہ اسکا انجام برا ہوتا ہے۔

۱۰۔ کسی سے جھگڑا اور بحث ومباحثہ نہ کرے اس سے عداوت پیدا ہوتی ہے۔

۱۱۔ حکم شرع کی پابندی کا ہر وقت خیال رکھے۔

۱۲۔ عبادت میں سستی نہ کرے۔

۱۳۔ زیادہ وقت تنہائی میں رہے (یعنی بلا ضرورت لوگوں سے اختلاط نہ رکھے)

۱۴۔ اگر اوروں سے ملنا جلنا پڑے تو سب سے اخلاق کے ساتھ پیش آئے سب کی خدمت کرے بڑائی نہ جتلائے (یعنی اپنے کو بڑا بنا کر نہ رکھے)

۱۵۔ اور امیروں سے بہت ہی کم ملے کیونکہ مالداروں میں عام طور پر بڑائی ہوتی ہے۔

۱۶۔ بددین آدمی سے دور بھاگے (یعنی جاہلوں سے دور رہے کیونکہ ان کی صحبت سے دین ودنیوی دونوں طرح کا نقصان ہوتا ہے)

۱۷۔ دوسرے کے عیب نہ ڈھونڈے کسی پر بدگمانی نہ کرے اپنے عیبوں کو دیکھا کرے اور انکی اصلاح کی فکر کرے۔

۱۸۔ نماز کو اچھی طرح اچھے وقت میں دل سے پابندی کے ساتھ ادا کرنے کا بہت خیال رکھے۔

۱۹۔ دل یا زبان سے ہر وقت اللہ کی یاد میں رہے کسی وقت غافل نہ ہو۔

۲۰۔ اگر اللہ کا نام لینے سے مزہ آئے دل خوش ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے۔

۲۱۔ بات نرمی سے کرے (یعنی اجڈ لوگوں کی طرح بداخلاقی سے بات نہ کرے)

۲۲۔ سب کاموں کے لئے وقت مقرر کرے اور پابندی سے اسکو نبھائے۔

۲۳۔ جو کچھ رنج وغم نقصان پیش آئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھے پریشان نہ ہو اور یوں سمجھے کہ اس پر صبر کرنے سے مجھے اجر وثواب ملے گا۔

۲۴۔ ہر وقت دل میں دنیوی کاموں کا حساب وکتاب اور دنیا کے کاموں کا ذکر نہ رکھے بلکہ خیال بھی اللہ ہی کا رکھے (یعنی دنیا کے کام کرتے وقت بھی دھیان اللہ تعالیٰ ہی کیطرف رہے۔

۲۵۔ جہاں تک ہو سکے دوسروں کو فائدہ پہنچائے خواہ دنیا کا ہو یا دین کا۔

۲۶۔ کھانے پینے میں نہ اتنی کمی کرے کہ بیمار ہو جائے نہ اتنی زیادتی کرے کہ عبادت میں سستی ہو۔

۲۷۔ خدا تعالیٰ کے سوا کسی سے طمع نہ کرے نہ کسی طرف خیال دوڑائے کہ فلانی جگہ سے ہم کو فائدہ ہو جائے۔ فلاں شخص سے میری فلاں حاجت پوری ہوگی۔

۲۸۔ اللہ تعالیٰ کی تلاش میں بے چین رہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے عبادات میں خوب محنت کرے اور اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو بجالانے کی مکمل کوشش کرے۔

۲۹۔ جو نعمت بھی ملے تھوڑی ہو یا زیادہ اس پر شکر بجالائے اور فقر و فاقہ سے تنگ دل نہ ہو۔

۳۰۔ جو اسکی حکومت میں ہیں ان کی خطا و قصور سے درگزر کرے۔ (یعنی اپنے ماتحتوں سے کوئی غلطی ہو جائے تو معاف کردے)

۳۱۔ کسی کا عیب معلوم ہو جائے تو اس کو چھپائے البتہ اگر کوئی کسی کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے اور تم کو معلوم ہو جائے تو اس شخص سے کہہ دو۔

۳۲۔ مہمانوں اور مسافروں اور غریبوں اور عالموں اور درویشوں کی خدمت کرے۔

۳۳۔ نیک صحبت اختیار کرے (یعنی اہل اللہ کی مجلس میں بیٹھے ان کے بیانات سنے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرے)

۳۴۔ ہر وقت خدا تعالیٰ سے ڈرا کرے (یعنی کہیں غفلت میں کوئی گناہ نہ ہو جائے)

۳۵۔ موت کو یاد رکھے (یعنی مرنے کے بعد آنے والی زندگی کا خیال رکھے)

۳۶۔ روزانہ کسی وقت بیٹھ کر اپنے دن بھر کے کاموں کو سوچا کرے جو نیکی یاد آئے اس پر شکر کرے گناہ پر توبہ کرے جھوٹ ہرگز نہ بولے۔

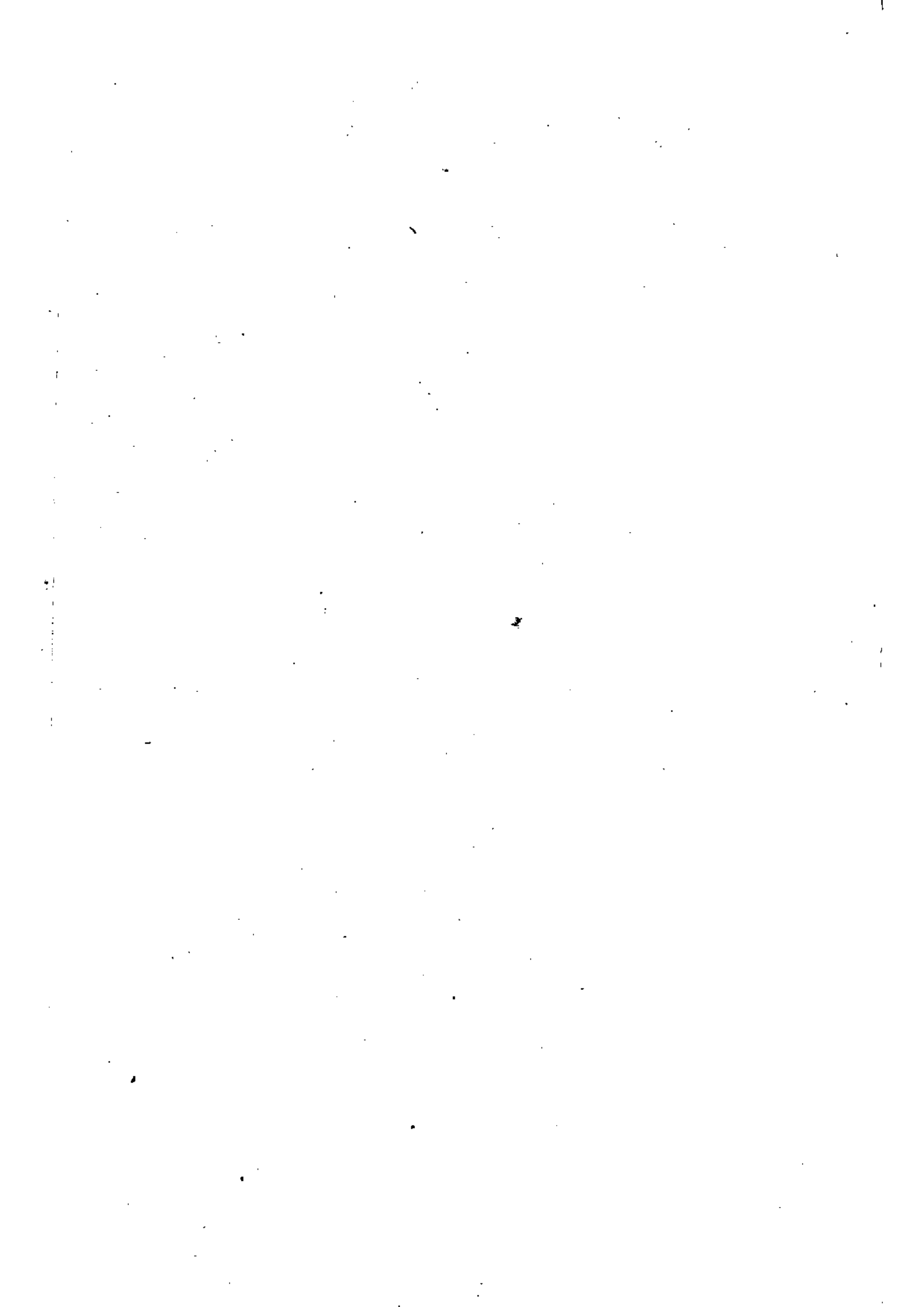
۳۷۔ جو کام خلاف شرع ہو وہاں ہرگز نہ جائے (یعنی گناہ کی مجلس میں شرکت نہ کرے)

۳۸۔ شرم وحیا اور بردباری سے رہے۔ (یعنی بے حیائی فسق و فجور کی باتوں سے اجتناب کرے)

۳۹۔ اگر اللہ تعالیٰ نیک اعمال کرنے کی توفیق دے تو ان باتوں پر مغرور نہ ہو کہ میرے اندر ایسی خوبیاں ہیں کیونکہ اعمال صالحہ کی توفیق انسان کا اپنا کمال نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے۔

۴۰۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرے کہ نیک راہ پر قائم رکھیں۔ اور ہر قسم کے کفر وشرک بدعات ورسومات اور گناہوں کے کاموں سے حفاظت فرمائے۔

☆☆☆



ہر انسان زندگی گزارنے میں کھانے پینے، لباس وغیرہ بہت سی اشیاء کا محتاج ہے جو مال ہی کے ذریعے پوری ہوتی ہیں شریعتِ اسلامیہ نے کسبِ مالِ حلال کو دیگر فرائض کے بعد ایک فرض بتایا ہے۔ مال کے حصول کے ذرائع مختلف ہیں بعض جائز اور بعض ناجائز۔ شریعت نے ناجائز ذرائع سے حصولِ مال کی ممانعت فرمائی ہے اور حلال ذرائع سے حاصل ہونے والے مال پر مختلف حقوق عائد کیے ہیں اور مال کو جمع کر کے اور گن گن کر رکھنا اور اسے ہمیشہ زندگی کا موجب قرار دینے پر سخت وعید فرمائی ہے۔ غرض مال انسانی ضرورت بھی ہے اور نعمتِ خداوندی بھی۔ آج کل مال کمانے اور خرچ کرنے میں دونوں جانب بے اعتدالی پائی جاتی ہے حلال حرام کی تمیز نہیں کی جاتی۔

زیرِ نظر کتاب ''مال کمانے میں راہِ اعتدال اور حلال وحرام میں تمیز'' میں قرآن وحدیث میں واردشدہ واضح ارشادات کی روشنی میں راہِ اعتدال اُمّت کے سامنے پیش کی گئی ہے۔ اسراف، فضول خرچی، شہرت پسندی، سودی کاروبار، جوا، چوری، لوٹ کھسوٹ کی مذمّت کی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اس بے اعتدالی کا اصل علاج تعلق مع اللہ، فکرِ آخرت اور اعمالِ صالحہ اور احکام شریعت کی تعلیم ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر معاملہ میں راہِ اعتدال اپنانے اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

E-mail: ishaat@pk.netsolir.com
ishaat@cyber.net.pk

مال کمانے میں راہِ اعتدال اور حلال وحرام کی تمیز

